جلد:- ۷۱ { یوم چہارشنبہ ۲۷ ربیع الثانی سنہ ۱۴۰۴ھ مطابق یکم فروری سنہ ۱۹۸۴ء } شمارہ: (۵)

ارشادات حضرت مجدد صد چہار دہم

مجاہدہ کے بغیر ترقی ناممکن ہے

خدا تعالیٰ جو خود اسلام کا محافظ ہے وہ اب چاہتا ہے کہ اسلام کا پاک اور درخشاں چہرہ دکھایا جائے

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی ایک عجیب نمونہ ہے۔ اور ایک پہلو سے ساری زندگی ہی تکلیفات میں گذری۔ جنگ احد میں آپ اکیلے ہی تھے۔ لڑائی میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا اپنی نسبت رسول اللہ ظاہر کرنا آپ کی کس درجہ کی شوکت، جرأت اور استقامت کو بتاتا ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ انسان جب تک اس کوچہ میں داخل نہ ہو اُسے لذت ہی نہیں آتی۔ یہ ایک ایسی لذت ہے جس کی طرف خدا تعالیٰ ہر مومن کو بلاتا ہے جس طرح اور لذتوں کا مزہ چکھنے ہو اس کا بھی مزہ چکھو۔ اور تلاش کرنیوالے پا لیتے ہیں۔ اس طرف سے اگر تکاہل اور تساہل ہوگا تو اُدھر سے بھی حرکت نہ ہوگی۔ ادھر سے مجاہدہ ہوگا تو ادھر سے بھی حرکت ہوگی مجاہدہ ایک ایسی شئے ہے کہ اس کے بدون انسان کسی ترقی کے بلند مقام کو پا نہیں سکتا۔ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا۔ جو لوگ ہم میں ہو کر مجاہدہ کرتے ہیں ہم اُن پر اپنی راہیں کھول دیتے ہیں۔

غرض مجاہدہ کرو اور خدا میں ہو کر کرو۔ تا کہ خدا کی راہیں تم پر کھلیں اور ان راہوں پر چل کر تم اس لذت کو حاصل کر سکو جو خدا میں ملتی ہے۔ اس مقام پر مصائب اور مشکلات کی کچھ حقیقت نہیں رہتی یہ وہ مقام ہے جس کو قرآن شریف کی اصطلاح میں شہید کہتے ہیں۔

قسط نمبر (1)

مولانا احمد گل صاحب

"اے بے خبر بخدمت قرآن کمر بند"

قرآن کریم کی فضیلت اور اُس کی اہمیت

اللہ تعالیٰ کا آخری پیغام جو قرآن کے نام سے متعارف ہے۔ یہ قرأ سے مشتق ہے جس کے معنی جمع کرنے یا پڑھنے کے ہیں۔ یہ کتاب جبکہ ہر قسم کے علوم اور تمام منزل من اللہ کتابوں کے ماحصل کو اپنے اندر جمع رکھے ہوئے ہے اور اسی وجہ سے اسے احسن الحدیث کہہ کر انسانی دنیا کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔ اس میں مختلف تاریخی اور واقعاتی قصص پائے جاتے ہیں۔ اور اوامر و نواہی، وعدہ وعید اور سورتوں اور آیات کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ اس لحاظ سے اس کا نام قرآن رکھا گیا ہے۔

دوسرے معنی کے لحاظ سے اگر قرآن کو قرأت سے مصدر تسلیم کیا جائے تو قرآن کے معنی پڑھی جانے والی کتاب کے ہونگے۔ اس اعتبار سے یہ ایسی کتاب ہے کہ جسے دنیا میں پڑھی جانے والی تمام کتابوں پر خاص امتیاز حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے نزول کے بعد ہر زمانے میں بے شمار انسان اس کے قاری اور لاکھوں کی تعداد میں اس کے حفاظ پائے جاتے ہیں۔ تلاوتِ عامہ کے علاوہ اس کو خاص طور پر نمازوں میں بغرضِ عبادت پڑھا جاتا ہے۔ اس کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ روئے زمین پر کوئی ایسا لمحہ خالی نہیں گذرتا کہ اسمیں مسلمان مرد، عورتیں بوڑھے، جوان اور بچے نہ پڑھتے ہوں۔

یہ تمام امور قرآن کی امتیازی حیثیت کو ظاہر کرنے کے لئے ایک بیّن دلیل ہیں جسے مسلمان بڑے فخر سے پیش کر سکتے ہیں اور کوئی انصاف پسند انسان اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا۔

انسانی زندگی پر قرآن کے اثرات :-

انسانی زندگی کے کئی دور ہیں جنہیں عموماً تین حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے طفولیت جوانی۔ اور بڑھاپا۔ عام طور پر طفولیت کے زمانے کی حد پندرہ سال قرار دی گئی ہے۔ اس کے بعد جوانی کا زمانہ شروع ہوتا ہے جو چالیس پچاس سال پر جاکر ختم ہوتا ہے اس کے بعد آخری عمر کا حصہ، بڑھاپے کی عمر میں شمار ہوتا ہے۔ انسان کی زندگی کے ان تین حصوں میں مختلف احساسات اور متفرق خیالات رونما ہوتے ہیں۔ جن کی صحیح راہنمائی اور اصلاح جوئی از بس ضروری ہے۔ یہ اصلاح قرآن کریم کے پڑھنے، اس پر غور و فکر اور عمل کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔

بچپن : بچپن میں قرآن شریف کی طرف توجہ دلانے سے بچے کی بنیاد صحیح طور پر رکھی جا سکتی ہے۔ تاکہ اس کا بعد میں اٹھنے والا ہر قدم کج روی اور بے اعتدالی سے ہٹ کر صحیح نہج کی طرف اُٹھ سکے ورنہ ؎

خشت اوّل چوں نہد معمار کج
تا ثریا میرود دیوار کج

کا سا معاملہ ہو جانے کا خدشہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بچوں کی صحیح تعلیم و تربیت پر ان کے والدین کو حکم دیا ہے کہ بچہ جس وقت سات سال کی عمر میں پہنچ جائے تو اسے نماز پڑھنے کی تلقین کرو۔ اپنے قول و فعل سے۔ پیار و محبت سے اُسے سمجھانے کی کوشش کرو۔ اگر دو تین سال تک تمہاری یہ کوشش کارگر ثابت ہو جائے تو بہتر ورنہ اسے جب وہ دس سال کی عمر کو پہنچ جائے فاضربوہ علیھا اسے ڈانٹ ڈپٹ اور زجر و توبیخ کے ذریعے نماز پڑھنے کا عادی بناؤ۔ (ابوداؤد)

عبادت خواہ نماز کی صورت میں ہو یا قرآن خوانی کے رنگ میں ہو ہر صورت بچے کی نفسیات اور اس کے دل و دماغ پر خوشگوار اثر انداز ہو کر اس کی آئندہ زندگی کے لئے معاون ہو سکتی ہے۔ بچپن کے زمانہ میں اپنے اچھے اور بُرے اثرات کو بڑی تیزی اور مضبوطی سے قبول کرتا ہے۔ اس زمانے کے اثرات اور خیالات "پتھر پہ لکیر"، کا کام دیتے ہیں۔ جو بعد میں اس کی زندگی پر اثر انداز ہو کر اُسے نیک یا بد بنانے کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔

جوانی

جوانی جو سوچنے اور غور کرنے کا زمانہ ہے اس زمانے میں نوجوان آدمی قرآن پر غور کرنے سے اپنے اندر بہت سی اصلاحی حیثیت پیدا کر کے اپنی زندگی کو کامیاب بنا سکتا ہے۔ کیونکہ اس (قرآن) میں اخلاق کے متعلق بہت کچھ اور بے نظیر تعلیم پیش کی گئی ہے۔ اس کا بنیادی موضوع ہی یہی ہے کہ انسان کو کمالات اعلےٰ اور اخلاقِ فاضلہ سے متصف کیا جائے۔ اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ قرآن، انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں اور پیش آمدہ مسائل پر بحث کرتا ہے۔ وہ تمام امور جو انسان کی تعلیم میں پائے جاتے ہیں یا جن چیزوں سے اس کی زندگی بن سکتی ہے وہ قرآن میں موجود ہیں۔ "تاریخی واقعات، اسلامی جنگیں اخلاق حسنہ اور اخلاق سیئہ کی وضاحت، غیر مسلموں سے سلوک، صلح اور رواداری۔ اپنے اور غیروں کے ساتھ تعلقات اور باہمی حقوق۔ الغرض حقوق اللہ ہوں یا حقوق العباد۔ ان سب باتوں کا ذکر قرآن میں پایا جاتا ہے۔ صرف توجہ کرنے اور دھیان دینے کی ضرورت ہے۔

حضرت مولانا محمد علی رح نے ایک موقع پہ نوجوانوں کے اجتماع میں خطاب کرتے ہوئے انہیں اسی حقیقت کی طرف توجہ دلائی ہے۔ فرماتے ہیں:-

"اگر آپ واقعی قرآن سے زندگی حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اس کے ذریعہ سے اپنے اندر ایک انقلاب پیدا کرنا چاہتے ہیں تو اس کو اس طرح پڑھیں جو اس کے پڑھنے کا حق ہے۔ ثواب کی خاطر سب مسلمان قرآن کو پڑھتے ہیں مگر آپ لوگ اس سے

(بقیہ صفحہ ۱۱ پر)

اللہ تعالےٰ کی بتائی ہوئی باتیں

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۳ دسمبر ۱۹۸۳ء - فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز، جامع احمدیہ - دارالسلام ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن - لاہور ۱۶

تشہد و تعوذ کے بعد آپ نے سورۃ آلِ عمران کی آیات ۱۳۳ تا ۱۳۹ "وسارعوا الیٰ مغفرۃ من ربکم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ولا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین" کی تلاوت کی اور فرمایا کہ ان آیات کا جو میں نے آپ کے سامنے پڑھی ہیں تعلق جنگِ اُحد کے واقعات سے ہے۔ میں آج اس آخری آیت "ولا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین" کے متعلق ہی کچھ بیان کروں گا۔ اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ تم نہ سست ہو اور نہ غمگین ہو اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو۔ مومنوں کو غلبے کی یہ خوش خبری جنگِ اُحد میں ایک نہایت نازک ترین وقت میں سنائی جاتی ہے جب کہ ان کی کامیابی کے ظاہراً کوئی آثار دکھائی نہیں دیتے۔ لیکن دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں کامیابی کی بشارت دی جاتی ہے اور غلبہ کا یقین دلایا جاتا ہے۔ اس بشارت کے ساتھ ایک شرط ہے "ان کنتم مؤمنین"، کہ یہ غلبہ تمہیں اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب تمہیں اللہ کی ذات پر کامل یقین ہوگا جو تمام طاقتوں اور قوتوں کا سرچشمہ ہے اور جو اپنے ہر ایک امر پر غالب ہے،

آپ نے فرمایا کہ جنگِ اُحد کے واقعات کی تفصیل آپ کئی بار پڑھ اور سن چکے ہیں اس لئے میں ان کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتا لیکن ان لمحات کی نزاکت کے متعلق اجمالا بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے حالات میں اس خوش خبری کی عظمت کا احساس اور اللہ تعالیٰ کی قادر و قیوم ہستی پر یقین ہمارے دلوں میں پیدا ہو سکے۔ جنگِ احد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چھوٹا سا دستہ جنگی لحاظ سے ایک اہم مقام پر متعین کیا تاکہ کفار عقب سے حملہ آور نہ ہو سکیں۔ کفار میدانِ جنگ میں شکست کھا کر بھاگ نکلے۔ اس دستہ نے یہ سمجھا کہ فتح ہو گئی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ہدایت کے باوجود کہ وہ کسی حالت میں بھی اپنی جگہ سے نہ ہٹیں گے انہوں نے غلطی سے اپنی جگہ چھوڑ دی جس پر خالد بن ولید نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے عقب سے حملہ کر دیا۔ اس اچانک حملہ کی وجہ سے مسلمانوں میں افراتفری اور حضور صلعم کی شہادت کی افواہ پھیل گئی۔ فتح شکست میں بدلتی ہوئی دکھائی دینے لگی۔ یہ وہ نازک لمحات ہیں جب مسلمانوں کو یہ بشارت دی جاتی ہے کہ اگر اللہ پر تمہارا ایمان اور یقین ہے تو غالب تم ہی رہو گے اور مسلمان آخر کار غالب آئے اور کفار کو ہزیمت اٹھانا پڑی۔

اس طرح کے حالات افراد کی زندگی میں بھی آتے ہیں اور قوموں کو بھی پیش آتے رہتے ہیں۔ وہ جماعتیں بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہیں جو اللہ کے پیغام کو دنیا میں پہنچانے کے لئے کھڑی ہوتی ہیں۔ احادیث میں لکھا ہے کہ حضور نبی کریم کو فتح اور غلبہ کی یہ خوش خبری اس وقت دی گئی جب آپ یہ دعا کر رہے تھے:—

عربی عبارت:— اللّٰھم لا یعلُنّ علینا اللّٰھم لا قوۃ لنا الا بک اللّٰھم لیس یعبدک بھذہ البلدۃ غیر ھٰؤلاء النفر

کہ اے اللہ یہ ہم پر غالب نہ آئیں۔ اے اللہ ہمارے پاس تیرے سوا کوئی قوت نہیں ہے۔ تجھ ہی پر ہمارا بھروسہ اور توکل ہے۔ تیرے سوا اور کوئی طاقت نہیں۔ اگر یہ قلیل سا گروہ اس وقت ہلاک ہو گیا تو تیری عبادت کرنے والا اس شہر میں کوئی نہ رہے گا۔ تو کہا جاتا ہے کہ اس وقت آپ پر یہ الفاظ اترے۔ "ولا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین۔ تم نہ سست ہو اور نہ غمگین ہو اور تم ہی غالب ہو گے اگر تم مومن ہو۔ اس کے بعد کے واقعات ہم جانتے ہیں کہ دشمن میدان چھوڑ کر چلا گیا اور مسلمانوں کو کامیابی نصیب ہوئی۔

قوموں، جماعتوں اور افراد کی زندگی میں اس قسم کے اوقات آتے ہی رہتے ہیں جب وہ نہایت بے کسی کی حالت میں اور دوسروں کے رحم و کرم پر ہوتے ہیں اس کے برعکس کچھ دوسرے لوگ بھی ہوتے ہیں جن کے پاس بڑی دولت اور قوت ہوتی ہے اور لوگ ان کے مغلوب ہوتے ہیں لیکن یہ دونوں قسم کے لوگوں کے لئے امتحان کی گھڑیاں ہوتی ہیں۔ اللہ ایک ایسے انسان کا نقشہ جس پر وہ انعام اکرام کرتا ہے ان الفاظ میں بیان فرماتا ہے "واذآ انعمنا علی الانسان اعرض ونا بجا نبہٖ واذا مسہ الشر کان یؤسا" اور جب ہم انسان کو انعام و اکرام سے نوازتے ہیں تو وہ ہم سے منہ موڑ لیتا ہے اور پہلو تہی کرتا ہے اور جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ناامید ہو جاتا ہے اور دوسری جگہ فرمایا ہے کلا ان الانسان لیطغیٰ ان راٰہ استغنیٰ جب انسان اپنے آپ کو بے نیاز سمجھتا ہے تو وہ سرکشی اختیار کر لیتا ہے۔ ایسا انسان جو اللہ سے منہ موڑ لیتا ہے اور سرکشی اختیار کرتا ہے آخر کار خود اپنے سامنے بھی اور دوسروں کے سامنے بھی ننگا ہو جاتا ہے۔ خوشی اور آسودگی میں وہ نہیں سمجھ سکتا کہ وہ کتنا بگڑا ہوا ہے لیکن دوسرے لوگ یہ خوب جانتے ہیں کہ دولت نے اس کا دماغ پھیر دیا ہے۔ اگر انسان اس پر غور کرے تو اسے معلوم ہو جائیگا کہ یہ دونوں حالتیں اس کے لئے امتحان کی حیثیت رکھتی ہیں۔

آنحضرت صلعم کی زندگی اور اسوہ حسنہ ہمارے سامنے ہے۔ آپ پر عسر کا وقت بھی گذرا اور یسر کا وقت بھی جبکہ آپ عرب کے مختار کل بادشاہ تھے لیکن ان دونوں حالتوں میں آپ نے اپنے رب سے تعلق قائم رکھا بلکہ عسر کی نسبت یسر میں اس تعلق کو اور زیادہ مضبوطی سے قائم رکھا۔ اس لئے ہمیں بھی یہ حکم ملا ہے کہ "لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ"۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق پیدا کرنا چاہتے ہو تو رسول اللہ کے خوبصورت نمونہ کو اپنے سامنے رکھو۔ آپ کی پاک و مطہر زندگی میں ہر موقع کے لئے ہمیں بے شمار نمونے ملتے ہیں۔ طائف

کا واقعہ آپ کے سامنے ہے۔ مکے والوں نے آپؐ کے پیغام کو قبول نہ کیا تو آپؐ اس امید پر کہ شاید طائف والے مجھے قبول کرلیں وہاں تشریف لے جاتے ہیں لیکن وہاں کے ظالم اور سنگی القلب لوگ آپؐ پر پتھر پھینک کر آپؐ کو زخمی اور لہو لہان کر دیتے ہیں۔ وہاں سے بھاگ کر آپؐ ایک باغ کی دیوار کے سائے میں آکر بیٹھتے ہیں اور ان کے دل کی یہ کیفیت ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

ان لم تکن علیٰ غضبان فلا ابالی

اے اللہ اگر تو مجھ سے ناراض نہیں ہے تو پھر مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے۔ یہ ایک تنہائی کا وقت ہے۔ زخم خوردہ ہیں۔ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی پاس نہیں کہ اس کے سامنے اپنے دل کا درد بیان کرتے ہیں۔ اس حالت میں بھی نہ آپ کے قدموں میں سستی آتی ہے اور نہ ہی آپؐ کوئی غم کرتے ہیں۔ صبر و سکون کا یہ پہاڑ اس حالت میں بھی مطمئن ہے اور اپنے رب کو ہی پکارتا ہے۔ ایک یہ گھڑی بھی ہے اور دوسری یہ گھڑی بھی ہے کہ آپؐ کا ایک نہایت ہی وفادار ساتھی بھی آپؐ کے ساتھ ہے جس کا ذکر قرآن کریم نے ان الفاظ میں کیا ہے۔ اذا خرجہ الذین کفروا ثانی اثنین اذھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا ج" مکہ سے ہجرت کے وقت جب آپ نے غار ثور میں پناہ لی تو آپ کے ساتھ آپؐ کے ساتھی حضرت ابوبکر صدیق رضؓ تھے۔ اس گھڑی دشمن آپؐ کا تعاقب کرتا ہوا غار کے منہ پر پہنچ چکا تھا۔ اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے جب خطرے اور گھبراہٹ کا اظہار کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " لا تحزن ان اللہ معنا " غم نہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے"۔ اس کے بعد یہ الفاظ ہیں :" سو اللہ نے اپنی تسکین اس پر اتاری اور اس کو ایسے لشکروں سے قوت دی جن کو تم نہ دیکھتے تھے۔ اور کافروں کی بات کو نیچا دکھایا۔ اور اللہ کی بات ہی بلند ہو کر رہتی ہے (کیونکہ) اللہ غالب حکمت والا ہے"

طائف میں آپؐ اکیلے تھے۔ غار ثور میں آپ دو تھے۔ اور میدان احد میں آپکے ساتھ ایک جمعیت تھی لیکن وہاں بھی مایوسی کی ایک گھڑی آئی اور فتح کی بشارت نازل ہوئی۔

اس امت پر اوران جماعتوں پر جو خدا کے دین کا کام کرتی ہیں ایسی مایوسی کی گھڑیاں آتی رہی ہیں اور آتی رہیں گی۔ فتح و نصرت کی یہ بشارت ساری امت کے لئے ہے کہ اگر تمہارا ایمان خدا پر ہے اور اس کے ساتھ تمہارا تعلق ہے تو پھر لا تھنوا ولا تحزنوا ۔۔۔" نہ سستی اختیار کرو اور نہ غمگین ہو تم ہمیشہ غالب رہو گے کبھی مغلوب نہ ہو گے۔

آپ نے فرمایا کہ جو لوگ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر کے ارشاد ربانی کے مطابق دعوت الی الخیر نیکیوں کا حکم کرنے اور برائیوں سے روکنے کا فریضہ انجام دیتے ہیں اللہ تعالیٰ نے یہ ضمانت دی ہے کہ اولٰئک ھم المفلحون۔ وہی لوگ انجام کار کامیاب ہوں گے ہماری جماعت بھی دنیا میں خدا کا نام بلند کرنے اور اس کا پیغام دنیا میں پہنچانے والی جماعت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعے اس جماعت کو بھی کامیابی کا مژدہ سنایا ہے۔ یہ ایک مشہور حدیث ہے کہ ایک وقت آئے گا جب مسلمانوں میں ۷۳ فرقے ہوں گے جن میں سے ایک فرقہ ناجی ہوگا۔ یہ ناجی فرقہ یہی جماعت ہے جو ہر قسم کے جھگڑوں سے الگ تھلگ ہو کر اللہ تعالیٰ کا نام دنیا میں پہنچانے میں مصروف ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو ہر طرف پھیلی ہوئی ظلمت، بے دینی اور اندھیروں میں خدا کا نور پہنچا رہے ہیں۔

ومن احسن قولا ممن دعا الی اللہ وعمل صالحًا وقال اننی من المسلمین

"اس سے بہتر کس کی بات ہے جو اللہ کی طرف بلاتا ہے اور اعمال صالحہ بجا لاتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں"

دعوت الی الحق سے بہتر کوئی بات اور کوئی کام نہیں۔ یہ کام کرنے والے لوگ ہی کامیاب ہونگے۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے اور ایسے ہی گروہ کے لئے یہ کہا گیا ہے کہ ولا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین۔ مگر اس کامیابی کو حاصل کرنے اور اللہ کے وعدہ کا مصداق ہونے کے لئے ایمان۔ اعمال صالحہ اور ان کے ساتھ حوصلہ۔ ہمت اور جرأت شرط ہے۔

اس سے پہلی آیات میں اعلیٰ درجہ کے مومنوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ وہ آسودگی اور تنگی میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ اپنے غصہ کو دبا لیتے ہیں۔ اور لوگوں سے درگذر کرتے ہیں۔ کیونکہ اللہ احسان کرنیوالوں سے محبت کرتا ہے۔ یہ ایک الگ طویل مضمون ہے جس کے بیان کے لئے ایک اور خطبہ کی ضرورت ہے۔

حضرت صاحب بھی یہی چاہتے ہیں کہ ہم اعلیٰ درجہ کے مومن بن جائیں اور جو صفات اوپر بیان ہوئی ہیں وہ اپنے اندر پیدا کریں۔ اپنے غصوں کو دبا دیں اور اپنے اندر انکسار اور عاجزی پیدا کریں۔ اس سے ذرا کم درجہ کے مومنوں کے متعلق فرمایا ہے کہ اگر وہ کوئی برا اور فحش کام کر بیٹھتے ہیں تو اس پر وہ نادم اور شرمسار ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے بخشش اور مغفرت طلب کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ لیکن گناہوں پر توبہ کرنے کے بعد اصرار نہیں کرنا چاہیئے۔ یہ مومن

" لم یصروا علیٰ ما فعلوا "

جو کر بیٹھیں اس پر اصرار نہیں کرتے۔ اس کا اجر ان کو یہ ملتا ہے کہ دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ ان کو خوش رکھتا اور انہیں سکون بخشتا ہے اور موت کے بعد کی زندگی میں بھی انہیں جنت کی بشارتیں دی گئی ہیں۔

اس کے بعد بتایا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی باتیں ہیں۔ تم سے پہلے بھی قومیں اور ان کے واقعات گذر چکے ہیں۔ تم زمین پر چلو پھرو اور دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا۔ اور اس پر غور کرو کہ نیکوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کیا سلوک کرتا ہے۔ اور ظالموں کے ساتھ اس کا کیا سلوک ہوتا ہے۔ اس سے عبرت حاصل کرو۔ پہلی قوموں کے عبرتناک انجام پر غور و فکر کرنے کے بعد تمہیں چاہیئے کہ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول کے حکم کے مطابق اپنے اندر مومنانہ صفات پیدا کرو اور اگر کبھی کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو پھر سارعوا الیٰ مغفرۃ من ربکم اپنے رب سے مغفرت اور بخشش طلب کرنے میں جلدی کرو اور کوئی دقیقہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق پیدا کرنے میں فروگذاشت نہ کرو۔ کیونکہ اسی میں تمہاری کامیابی اور غلبہ کی ضمانت ہے۔

از قلم: مکرم جناب نصیر احمد فاروقی صاحب لاہور

درس قرآن - سبق ۵۵

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ - بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ۝ قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۝ۚ اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ۚ اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ۝ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ (آل عمران - آیات ۱۴ تا ۱۸)

ترجمہ: "لوگوں کو شہوات (نفسانی خواہشوں) کی محبت بھلی معلوم دیتی ہے عورتوں اور بیٹوں اور ڈھیروں ڈھیر سونے چاندی اور پلے ہوئے گھوڑوں اور مویشیوں اور کھیتی کے لئے۔ یہ اس دنیا کی زندگی کا سامان ہے۔ اور اللہ کے پاس اچھا ٹھکانا ہے۔ کہہ کیا میں تم کو اس سے اچھی بات بتاؤں، اُن لوگوں کے لئے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اُن کے رب کے پاس باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ وہ اُن میں ہمیشہ رہیں گے اور پاک ازواج، اور اللہ کی رضامندی ملے گی۔ اور اللہ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔ وہ جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم ایمان لائے۔ پس ہمارے گناہوں کی مغفرت فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔ صبر کرنے والے اور سچ کر دکھانے والے اور فرمانبردار اور خرچ کرنے والے اور صبح کے اوقات میں استغفار کرنیوالے، اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اور فرشتے اور علم والے بھی جو انصاف پر قائم ہوں۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ غالب ہے حکمت والا ہے۔"

اس رکوع کی ابتدائی چار آیات پر میں پچھلے درس میں بتا آیا ہوں کہ اگرچہ اس رکوع کا مضمون بظاہر عام معلوم دیتا ہے مگر سیاق و سباق کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا روئے سخن زیادہ تر، بلکہ خاص طور پر، عیسائی مذہب اور عیسائی اقوام کی طرف ہے۔ پچھلے دو تین سو سال کی مذہبی تاریخ بتلاتی ہے کہ اس زمانہ میں عیسائیت بطور مذہب بڑے زور سے حملہ آور ہوئی اسلام پر۔ یورپ میں جس کو صنعتی انقلاب INDUSTRIAL REVOLUTION آنا کہتے ہیں وہ مشینوں کی ایجاد سے آیا۔ مگر مشینوں کے ذریعہ صنعتی ترقی کرنے کے لئے یورپ کی اقوام کو خام مال (RAW MATERIALS) کی دن دگنی رات چوگنی ضرورت بڑھی تو خام مال کی تلاش میں یہ اقوام اُن ممالک میں گئیں جہاں وہ ملتا تھا۔ وہ تھے ایشیا اور افریقہ کے پسماندہ ممالک۔ سو یہ اقوام تجارت کے بہانہ سے وہاں گئیں مگر اپنی صنعتی برتری اور بہتر ہتھیاروں کی وجہ سے ان ممالک پر قابض ہو گئیں۔ ان اقوام کے اس طرح دنیا پہ چھا جانے کی پیشگوئی قرآن حکیم میں سورۃ الانبیاء کے آخری رکوع میں یوں آج سے چودہ سو سال پہلے کی گئی تھی کہ اسلام کی وہ مخالفت جس کا مرکز ابتدائے اسلام میں مکہ کی بستی تھی وہ اس بستی کے عرب پہ غلبہ کو توڑ دیئے جانے کے بعد (یعنے فتح مکہ کے بعد) پھر وہ (مخالفت) لوٹ کر نہیں آئے گی حتّٰی اذا فتحت یاجوج و ماجوج وھم من کلّ حدب ینسلون ۝ (آیت ۹۶) "یہاں تک کہ جب یاجوج اور ماجوج کو کھول دیا جائے گا اور وہ ہر بلندی (یعنے اعلےٰ مقام) سے تیزی سے پھیل جائیں گے۔" تو یاجوج ماجوج کے متعلق عجیب و غریب قصے تھے کہ وہ کون ہوں گے یہاں تک کہ اس زمانہ کے مامور الٰہی حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے ان کی نشاندہی کی کہ یہ مغربی عیسائی اقوام ہیں۔ اس وقت تو لوگوں نے حضرت موصوف کی ہنسی اڑائی مگر آج بیشتر روشن خیال مسلمان اسے مانتے ہیں۔ اسی لئے شاعر مشرق علامہ سر محمد اقبال نے بھی لکھا ؎

کھل گئے یاجوج اور ماجوج کے لشکر تمام
چشم مسلم دیکھ لے تفسیر حرفِ ینسلون

الغرض مغربی عیسائی اقوام کو نہ صرف ان پسماندہ ممالک میں خام مال اپنی مشینوں اور صنعت کے لئے مل گیا بلکہ اُن سے تیار کردہ مال کے لئے مارکیٹ بھی انہی ممالک میں مل گئی۔ اور یوں ان کو ادائیگی کے توازن کو قائم کرنے میں آسانی ہو گئی۔ اور اپنی ان نو آبادیات کے خزانوں پر اپنا تسلط منتقل کرنے کے لئے انہوں نے اپنی محکوم رعایا کو عیسائی بنانے کا فیصلہ کیا اور اس مقصد کے لئے انہوں نے پادریوں کی فوجوں کو تمام مقبوضہ علاقوں میں چھوڑ دیا۔ براعظم افریقہ جیسے انتہائی پسماندہ علاقوں میں جہاں سوائے توہم پرستی کے اور کوئی مذہب نہ تھا انہیں کوئی دقّت نہ ہوئی۔ وہاں طبّی امداد یا تعلیم یا نوکریوں کا لالچ کافی تھا لوگوں کو عیسائی بنانے کے لئے۔ مگر جہاں بڑے مذاہب موجود تھے وہاں بطور مذہب عیسائیت کا مقابلہ پیش آیا۔ وہاں بھی جیسے برصغیر پاک و ہند میں کروڑ ہا کروڑ اچھوتوں کو تعلیم دیکر

لوکریاں دیکر، زمینیں دیکر، ان کی دنیاوی حالت سدھارنے کی لالچ کافی تھی انہیں عیسائی بنانے کے لئے۔ ورنہ عیسائیت کے عقائد ایسے ہیں کہ نہ وہ افریقہ کے جنگلی لوگوں تک کے سمجھ آ سکتے تھے اور نہ اچھوتوں کے۔ جہاں مذہبی آمنا سامنا ہوا مثلاً ہندو مذہب سے وہاں بھی عیسائی پادریوں کو کوئی دقت نہیں ہوئی ۳۳ کروڑ دیوتاؤں کی جگہ تین خدا منوانا مشکل نہ تھا۔ مگر اصل ٹکر مذاہب کی عیسائیت اور اسلام کے درمیان ہوئی۔ اسلام کی خالص توحید کے آگے تثلیث ٹھہر نہیں سکتی تھی۔ مگر توحید جو عین انسانی فطرت کے مطابق ہے اور اب تو سائنس بھی تائید کرتی ہے اسے تو پادری اور مستشرقین کچھ کہہ نہ سکے تو رسول پاک صلعم کی ذات مبارک پر حملے شروع کر دیئے اور مسلمانوں کے حضرت عیسےٰؑ کے بارہ میں غلط فہمیاں کہ وہ زندہ آسمان پر بیٹھے ہیں اور وہ خدائی اوصاف مثلاً مردوں کو زندہ کرنا یا پرندے پیدا کرنا بھی رکھتے تھے ان تمام غلط فہمیوں کا فائدہ اٹھا کر حضرت عیسےٰؑ کی خدائی ثابت کرنے لگے۔ اب اسلام اور عیسائیت میں فرق صرف اتنا ہے اسلام حضرت عیسےٰؑ کو ایک برگزیدہ پیغمبر مانتا ہے اور عیسائیت انہیں خدا کا بیٹا اور تین خداؤں میں سے ایک خدا بتاتی ہے۔ اگر حضرت عیسےٰؑ کی خدائی خود قرآن کریم سے نعوذ باللہ ثابت ہو جائے تو پھر عیسائیت کی برتری اسلام پر مسلّم ہوتی ہے۔ خصوصاً اس لئے کہ ساتھ ہی مسلمانوں میں یہ بھی غلط فہمی تھی کہ آخری زمانہ میں جب مسلمانوں کا حال بُرا ہوگا تو اصل حضرت عیسےٰؑ آسمان سے اتر کر انہیں بچائیں گے۔ تو پھر فوراً ان کو مان کر نجات کیوں نہ حاصل کر لی جائے؟ اس تمام طرزِ استدلال کے آگے کوئی ٹھہر نہ سکتا تھا اور لاکھوں کی تعداد میں مسلمان عیسائی ہونے لگے جن میں پڑھے لکھے اور اچھے گھرانوں کے مسلمان بہت تھے۔ اس اسلام اور مسلمانوں پر خطرناک وقت میں اللہ تعالےٰ نے جو ہمیشہ اپنے دین کی حفاظت فرماتا ہے اس نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو اس صدی کا مجدد اور مسیح موعود بنا کر بھیجا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت موصوف کو بذریعہ الہام قرآن حکیم اور احادیثِ نبویؐ کے اُن حوالوں کی طرف توجہ دلائی جن سے ثابت ہوتا تھا کہ حضرت عیسےٰؑ دیگر نبیوں اور انسانوں کی طرح وفات پا چکے ہیں اور آنے والا مسیح بموجب احادیث صحیح بخاری و صحیح مسلم امامکم منکم "تم میں سے ہی تمہارا ایک امام ہوگا۔"

ان انکشافات کے بعد حضرت مرزا صاحب اور آپ کی جماعت نے پادریوں کی وہ خبر لی کہ وہ مذہبی مقابلہ سے فرار ہو گئے۔ مگر عیسائی حکومت جو پادریوں کی پشت پناہی کر رہی تھی وہ بدستور قائم تھی۔ اور پادریوں نے اور حکومت نے مل کر وہ ہتھکنڈے استعمال کرنے شروع کر دیئے جن کا ذکر آج کے سبق میں ہے۔

فرمایا کہ لوگوں کو بعض نفسانی خواہشات کی محبت بہت مرغوب ہے وہ ہیں عورتوں کے بارہ میں۔ اور اُن سے جو اولاد پیدا ہو خصوصاً بیٹوں کے بارہ ہیں، اور مال و دولت اور زمینوں اور جائیداد کے بارہ میں اور اچھی سواریوں کے بارہ میں۔ ان چیزوں کی لالچ نہ صرف عیسائی اقوام کو خود تھی اور اب بھی ہے بلکہ انہوں نے انہی لالچوں کو دکھا کر یا دیکر لوگوں کو عیسائی کرنا شروع کر دیا۔ مذہبی میدان میں حضرت مرزا صاحب اور آپ کی جماعت نے آکر بھگا دیا تو حکومت اور نوکریاں اور مال و دولت تو عیسائی حاکموں کے ہاتھ میں تھے۔ ان دنوں مسلمانوں کی عورتیں گھروں میں کام کاج اور بچوں کی دیکھ بھال میں مصروف رہتی تھیں اور اگر کبھی باہر نکلیں بھی تو برقعہ پہن کر لپٹی لپٹائی۔ اس کے بالمقابل عیسائی عورتیں اور نوجوان لڑکیاں بن ٹھن کر اور جسم کا کچھ حصہ ننگا کر کے یا ایسا لباس پہن کر جس سے اُن کے جسم کی کشش اور نمایاں ہو نکلا کرتی تھیں۔ چنانچہ ان کی وجہ سے بھی کئی مسلمان بہک کر عیسائی ہو گئے۔ مغربی اقوام نے عموماً بھی عورتوں کو استعمال کیا۔ بین الاقوامی جاسوسوں اور ڈپلومیسی کی چالوں کے لئے۔

چونکہ عیسائی حکومتیں اپنے دنیاوی غلبہ اور ملازمتوں اور زمینوں اور دیگر دنیاوی لالچوں کو دیکر لوگوں کو گمراہ کر رہی تھیں اس لئے حضرت مرزا صاحب نے بموجب حدیث رسول اللہ صلعم ان حکومتوں کے چلے جانے کے لئے دعائیں کیں اور آپ کو بذریعہ الہام بتایا گیا کہ جنگیں آئیں گی جو ان کے زوال کا باعث ہوں گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ مگر عیسائی دنیا میں ایک اور انقلاب آیا جس نے عیسائیت کو ان اقوام نے دنیا پہ ٹھونسنا چاہا تھا وہ خود ان کے ہاں بموجب حدیث نبویؐ پانی میں نمک کی طرح گھل گئی۔ تو دین کو ان میں سے اکثر چھوڑ کر دنیا کی انہیں چیزوں پر گرے جن کا آج کے سبق میں ذکر ہے یعنے عورتیں یا اُن سے اپنا وارث لڑکا (اسلام میں تو لڑکی کو بھی وراثت کا حق ہے مگر یورپ اور امریکہ اور عیسائی ممالک میں صرف لڑکے کو ہے) یا سونے چاندی کے ڈھیر (جو عربوں نے کبھی دیکھے بھی نہ تھے مگر آج سونے چاندی کے پہاڑ عیسائی ممالک میں جمع ہیں اور ابھی اور جمع کئے جا رہے ہیں) اور جائیدادیں (خصوصاً بڑی بڑی جاگیریں جو (FARMS کہلاتی ہیں) اور اچھی سواری (گھوڑے کی جگہ اب موٹر کار نے لے لی ہے) کہ ہر شخص یہاں تک کہ مزدور بھی اپنی موٹر حاصل کرنے کی جستجو میں ہر وقت رہتا ہے۔ تو قرآن حکیم جس نے عرب میں جا کر عیسائی اقوام کی بھی اصلاح کرنی ہے آج ہی کی آیات میں انہیں توجہ دلاتا ہے کہ یہ چیزیں انسانی زندگی کا مقصد نہیں کیونکہ یہ چند روزہ ہیں اور صرف اس دنیاوی زندگی کے لئے بطور سامان ہیں۔ انسان کو تو پیدا کیا گیا ہے ایک بڑے اعلےٰ اور ہمیشہ رہنے والے مقصد کے لئے یعنے اللہ تعالےٰ کو پانے کے لئے اسی لئے فرمایا واللہ عندہٗ حسن المآب۔ اللہ کی طرف آؤ کہ اس کی طرف لوٹنا ہی اچھا انجام ہے۔ اللہ کو پانے میں جو جنت اور سکھ اور سرور ہے اس کے آگے یہ حیوانی خواہشات جو ھل من مزید کی آگ اپنے اندر رکھتی ہیں۔ قابل نفرت ہیں۔

پھر فرمایا:۔

قل اؤنبئکم بخیر من ذالکم ط للذین اتقوا عند ربھم جنّٰت، تجری من تحتھا الانھار خٰلدین فیھا وازواج مطھرۃ" ورضوان من اللہ ط واللہ بصیر بالعباد ہ

"کہہ کیا میں تم کو اس سے اچھی بات بتاؤں؟ ان لوگوں کے لئے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اُن کے رب کے پاس باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔

وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور پاک ازواج اور اللہ کی رضامندی ملے گی۔ اور اللہ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔"

فرمایا کہ دنیا کی ان کششوں میں جن کا ذکر پچھلی آیت میں فرمایا تھا اندھا دھند پڑ جانے کی بجائے بہتر یہ ہے کہ تم تقوٰی اختیار کرو۔ پچھلی آیت کے آخر میں فرمایا تھا کہ بجائے دنیا کو اپنا الٰہ (معبود، محبوب، مطلوب) بنانے کے اللہ کی طرف آؤ کہ اس کے لئے تمہیں پیدا کیا گیا ہے۔ آیت زیرِ غور میں فرمایا کہ اللہ کو اپنا الٰہ بنانے سے دنیا کی وہ چیزیں جن کی کشش کا ذکر فرمایا تھا وہ حرام نہیں ہو جاتیں مگر اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم متقی رہ کر دنیا کی زندگی گزارو۔ تقوٰی سکھلانے کے لئے (قرآن پاک کو ھدًی للمتقین بنا کر اس نے نازل فرمایا ہے) یعنی حلال اور حرام کی تمیز، نیک اور بد کی تمیز، تمہارے لئے مفید اور نقصان دہ باتوں کی تمیز گناہ اور عملِ صالح کی تمیز، انسان اور انسان کی زندگی کی ہر بات کے دو پہلو ہوتے ہیں۔ اچھا اور بُرا۔ دنیا کی کششوں کے پیچھے اندھا دھند پڑ جانے سے انسان اچھے اور بُرے کی تمیز کھو بیٹھتا ہے۔ اس کا نظارہ جا کر اہلِ مغرب میں دیکھ لو۔ آج ان کی زندگی کا مقصد زیادہ تر دولت کو کمانا ہے۔ تو دولت بجائے خود بُری چیز نہیں۔ مگر اسے کس طرح کمایا جائے، کس طرح خرچ کیا جائے اس میں اچھائی اور بُرائی آجاتی ہے۔ قرآن ہر عمل اور ہر اعتقاد اور ہر قول بلکہ دل کے خیالات تک کی اچھائی اور بُرائی کو کھول کر بیان فرماتا ہے (دلائل دے کر اور اچھے اور بُرے کا فرق واضح کر کے جیسا کہ میں سورۃ البقرۃ کی رمضان المبارک والے رکوع کی آیات کی تشریح میں بتا آیا ہوں) اور یوں انسان کو تقوٰی سکھاتا ہے۔ مگر اس کے لئے متقی کو بہت کچھ قربانی دینی ہوتی ہے دولت کو ہی لے لیجئے۔ متقی کو کسبِ حلال کی وجہ سے ممکن ہے غربت میں بلکہ فقر و فاقہ میں رہنا پڑے۔ یہی قربانی دنیا کی ہر کشش کے بارہ میں کرنی پڑتی ہے۔ تو فرمایا کہ دنیا کی کششوں میں رکھ کر مگر انہی کے ذریعہ انسان کو تقوٰی سکھا کر جب وہ اس دنیا کے امتحانوں میں پاس ہو کر اپنے رب کی طرف جاتا ہے تو وہاں اس کا اجر بہشت ہے جس کے سرسبز باغوں کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ (باغ اس کے ایمان کا اجر اور نہریں اس کے اعمالِ صالحہ کا اجر۔ ایمان جس سے انسان کے دل میں ٹھنڈک اور راحت پیدا ہوتی ہے جس طرح باغ میں جانے سے ہوتی ہے، اور اعمالِ صالحہ جن سے نہ صرف خلقِ خدا اس کی طرف سے امن میں رہتی ہے بلکہ منافع بھی پاتی ہے وہ فیوض نہروں کی طرح بہہ رہی ہوں گی) بہشت کی نعماء ایسی ہوں گی کہ جیسا کہ حضور نبی کریم صلعم نے فرمایا نہ کسی آنکھ نے اُن کو دیکھا، نہ کسی کان نے سُنا اور نہ کسی قلب نے اس دنیا میں سمجھا ہوگا۔ مگر انہیں انسانی تجربہ میں آنے والی چیزوں کا نام دے کر سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ دُنیا کے باغوں اور نہروں کو دوام نہیں۔ خزاں یا خشک سالی یا دوسری تباہی اُن پر آجاتی ہے۔ انسان اُن سے نکال بھی دیا جاتا ہے۔ مگر فرمایا کہ جنت کے باغ اور نہریں دوامی ہوں گی۔ انسان اُن سے کبھی نکالا نہیں جائے گا۔ مگر باغ اور نہریں اور جنت کی دوسری نعمتیں بے لطف ہوتی ہیں اگر انسان کا وہاں کوئی ساتھی نہ ہو۔ تو بہترین ساتھ، بہترین جوڑا جو اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے وہ مرد و عورت کا ہے جو ایک دوسرے کے لئے باعثِ تسکین و آرام ہوتے ہیں۔ تو فرمایا کہ یہ ساتھ وہاں بھی ہوگا۔ مگر اس دنیا میں یہ ساتھ بجائے باعثِ سُکھ ہونے کے باعثِ دُکھ ہوتا ہے اگر ان میں سے کوئی ناپاک ہو۔ اس سے بڑھ کر کوئی دکھ کسی خاوند کے لئے نہیں ہو سکتا اگر اس کی بیوی بے حیا یا بدچلن ہو۔ اسی طرح بیوی ہر دکھ سہہ لیتی ہے مگر خاوند کی بدچلنی کو سہنا سب سے مشکل ہوتا ہے۔

تو فرمایا جنت میں جوڑے پاک ہوں گے اور سب سے بڑھ کر وہاں رضوانٌ من اللّٰہ" اللہ تعالیٰ کی خوشنودی" انسان کے لئے باعثِ خوشی و انبساط ہوگی آیت کے آخر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا "بصیر" ہے یعنی نہ صرف اُن کے اعمال کو دیکھ رہا ہے بلکہ اُن کے پیچھے جو انسان کی نیت یا ارادہ یا قلبی کیفیت ہوتی ہے اس کو بھی دیکھ رہا ہے۔ اس لئے جب تک انسان کا ظاہر اور باطن پاک نہ ہو وہ متقی نہیں بنتا۔ وہ آخرت میں جنت میں نہیں جا سکے گا۔ اور جنت، جنت نہ ہوگی جب تک کہ وہاں ایسے ہی لوگ نہ ہوں گے۔ اگر وہاں بھی چور، ڈاکو، بدچلن، ٹھگ لوگ ہوں تو جنت جنت نہ ہو بلکہ اس دنیا کی طرح جہنم بن جائے۔ وہاں بھی اگر مجرموں کے لئے پولیس رکھنی پڑے یا عدالتیں اور جیل خانے بنانے پڑیں تو پھر وہ جنت کہاں رہی؟ جہنم بن جائے گی۔

آخری بات یہ بتانی ضروری ہے کہ متقی کا اصل اجر اس ارحم الراحمین نے آخرت میں رکھا ہے جو ہمیشہ کا گھر ہے۔ اس دنیا کے اجر چند روزہ ہوتے ہیں۔ مگر ایک رنگ میں آخرت کے اجر کا عکس اس دنیا میں بھی متقی کی زندگی میں پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ اگر باہر کے باغ میں نہ ہو تو دل کے باغ میں ضرور ہوتا ہے۔ ایک ایمان دار شخص کو کوئی خوف یا حزن نہیں ہوتا۔ ایک بے ایمان شخص کو ہر وقت خوف یا حزن چمٹے ہوتے ہیں۔ ایک ایمان دار بھوکا سوئے مگر بے فکر ہوتا ہے۔ ایک بے ایمان اگرچہ پلاؤ زردے کھا کر سوئے مگر اس کے دل میں بے چینی و اضطراب کا جہنم بھی پیدا ہو گیا ہوتا ہے اسی طرح ایک متقی انسان سے فیض کی، فائدے کی نہریں دوسری مخلوقِ خدا کو ہر آن بہہ رہی ہوتی ہیں اسی دنیا میں۔ اور ایک دُنیا دار انسان سے دُوسروں کو فیض نہیں پہنچتا۔ پھر اللہ تعالیٰ کی رضامندی بھی اسی دنیا میں متقی پر عیاں ہو جاتی ہے۔ صحابہ رسولؐ کو تو رضی اللہ عنہم کا انعام اسی دنیا میں مل گیا تھا جو بھی ان کے اور اُن سے بڑھ کر خود حضرت رسول اللہ صلعم کے نقشِ قدم پر چلے تو اللہ تعالیٰ کی رضا کا ثبوت اسی دنیا میں نظر آنے لگتا ہے۔ رؤیائے صادقہ یا کشوف کے علاوہ اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف بھی اُسے حاصل ہو جاتا ہے۔ اور اپنی رضامندی کے طور پر اللہ تعالیٰ نیک طبائع میں ایسے متقی انسان کی عزت و تکریم پیدا کر دیتا ہے۔

تقوٰی کی پہلی سیڑھی اگلی آیت میں فرمائی؛

الذین یقولون ربنا اننا اٰمنّا فاغفرلنا ذنوبنا وقنا عذاب النّار ۵ " وہ جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم ایمان لائے پس ہمارے

گناہوں کی مغفرت فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا"۔ متقی جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے اسے فرمایا کہ فقط اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ایمان لا کر مت رُک جاؤ بلکہ وہ ارحم الراحمین ذات تمہاری رب ہے، یعنے اس کا ہر آن تمہارے سے ربوبیت کا تعلق ہے وہ تم کو ادنیٰ حالت سے اعلیٰ حالت کی طرف لے جانا چاہتا ہے۔ نہ صرف تمہاری اخلاقی اور رُوحانی اصلاح کرنا چاہتا ہے بلکہ اخلاقی اور رُوحانی خوبیاں تمہاری ذات کے اندر پیدا کرنا چاہتا ہے۔ پہلا مرحلہ جو اصلاح کا ہے اس کے لئے سب میں ضروری امر اپنی کمزوریوں اور گناہوں کا احساس بلکہ اعتراف ہے۔ شیطان جو خود گمراہ اور راندۂ درگاہ الٰہی ہوا ابیٰ واستکبر (انکار اور تکبر نفس) کی وجہ سے وہ انسان کے بھی تکبر نفس کو اُکسا کر اُسے دھوکے میں رکھتا ہے کہ اس میں کوئی عیب نہیں۔ کوئی گناہ نہیں۔ اور اگر دوسرا کوئی ایسے انسان کو اس کے عیبوں یا گناہوں کا احساس دلانا چاہتا ہے تو شیطان اپنی خصلت ابیٰ کو انسان میں بھی پیدا کرنے کے لئے اس سے انکار کروا دیتا ہے۔ ان باتوں کا تجربہ ان تمام لوگوں کو ہوا ہو گا جنہوں نے کسی کی اصلاح کی کوشش کی ہوگی۔

تو تقویٰ کے لئے سب میں ضروری ابتداء اور بنیادی قدم اللہ تعالیٰ پر ایسا ایمان ہے کہ وہ ہمارے ساتھ ہر جگہ ہے۔ (جیسا کہ قرآن حکیم نے تبلایا کہ ھو معکم اینما کنتم) ہمیں دیکھ رہا ہے (بصیرؔ) ہماری باتوں کو سنتا ہے (سمیعؔ) اور ہمارے سینے کے رازوں تک کو جانتا ہے (علیم بذات الصدور) تو ایسے ایمان کو صرف ایک دفعہ لے آنا کافی نہیں بلکہ اس کو بار بار تازہ کرتے رہنا چاہیئے۔ اقرار 'امنا' سے (ہم ایمان لائے) اور دعا کے ذریعہ جو یہ آیت مبارکہ سکھاتی ہے انسان کو اپنے رب سے تعلق باندھنا چاہیئے (نماز کے لئے جو لفظ قرآن حکیم نے استعمال فرمایا ہے یعنے صلوٰۃ اُس کے معنے بھی "دُعا" ہیں اور نماز بھی اللہ تعالیٰ کے اوپر زندہ ایمان کو قائم کرتی ہے بشرطیکہ انسان نماز کو "قائم" کرے جیسا کہ قرآن ہمیشہ فرماتا ہے نہ کہ اُسے ایک چٹی سمجھ کر فر فر پڑھ ڈالے)۔ الغرض وہ ہمارا خیرخواہ رب جو ہمارے اعمال کو دیکھتا، اقوال کو سنتا اور ہمارے دل کے بھیدوں تک کو جانتا ہے اسی سے متقی انسان دعا کرتا ہے کہ میرے گناہوں کو تو بخوبی جانتا ہے اگرچہ شیطان اور میرے نفس امّارہ نے مجھ کو اندھا کر کے نہ صرف مجھ سے وہ کروائے ہوں بلکہ مجھے ان کا کماحقہٗ احساس نہ پیدا ہونے دیا ہو۔ تو تو ہی اُن کی مغفرت فرما۔ مغفرت جس کے معنی ڈھانپنے اور حفاظت کرنے کے ہیں یوں ہیں کہ میرے گناہوں کو دوسروں سے ڈھانپ لے، اور میری حفاظت فرمانے کے معنی ہیں کہ مجھے ان گناہوں کے دوبارہ ارتکاب سے بچا۔ (کیونکہ ہر گناہ پہلی دفعہ مشکل ہوتا ہے مگر ہر دفعہ جو انسان اُسے کرتا ہے تو اسے دہرانا آسان تر ہوتا چلا جاتا ہے) اور آخری دُعا ہے کہ وقنا عذاب النار یعنے جو گناہ ہو گئے اُن کی سزا بطور علاج تو آگ ہی ہے مگر تو ہم پر رحم فرما اور ہمیں اس سے بچا۔ تمام گناہ جذبات اور خواہشات انفعالی سے مغلوب ہو جانے سے سرزد ہوتے ہیں اور ان جذبات اور خواہشات کی فطرت آگ ہے۔ اگر انہیں تقویٰ کے ذریعے قابو میں نہ رکھا جائے تو وہ بھڑک کر عذاب النار تو لازماً بن جاتے ہیں۔

اگلی آیت میں تقویٰ کے منازل سلوک کا ذکر فرمایا ہے۔ سب میں اول صبر ہے۔ انسان آرام سے زندگی گذار رہا ہوتا ہے مگر جہاں حق کو قبول کیا تو ہر قسم کی مخالفت، ایذا دہی اور ابتلاؤں میں پڑ جاتا ہے۔ ان میں صبر سے کام لینا انسان کے قدم کو ان منازل سلوک میں ٹھوکر کھانے یا گمراہ ہو جانے سے بچا لیتا ہے۔ پھر تقدیری مصائب آتے ہیں، حالت خوف بھوک، محنت کے پھلوں کے ضائع ہو جانے، بیماریوں اور موت کے ہاتھوں، اُن میں بھی صبر سے کام لینا انسان کے قدم کو ڈگمگانے یا پھسل جانے سے بچا لیتا ہے۔ پھر اپنے ایمان اور عمل میں استقامت باوجود انسان کے باطن میں شیطان اور نفس امارہ کے وساوس کے اور باہر شیطان صفت انسانوں کے ورغلانے کے، یہ بھی صبر میں شامل ہیں۔

والصّٰدقین۔ مذکورہ بالا ابتلاؤں میں جو صبر سے کام لے وہی ہے جس نے ایمان کو اپنے عمل سے سچ کر دکھایا اور وہ صادق یا صدیق کے مقامات کو حاصل کر لیتا ہے۔

والقٰنتین: اور تبھی جا کر انسان کی فرمانبرداری جو شرع میں تکلف اور جتن کرنے سے ہوتی ہے خشوع اور خضوع اور دل کے شوق اور تڑپ سے ہونے لگتی ہے جو کہ قنوت کا مقام ہے۔ عبودیت کا مقام ہے۔

والمنفقین: اس مقام پر انسان اپنا سب کچھ اللہ کی راہ میں لٹانے میں لذّت و سرور پانے لگتا ہے خواہ وہ لٹانا دولت کا ہو، یا وقت کا، یا اپنی جان کا، یا اپنی اولاد کا۔ انفاق کے معنے خالی دولت خرچ کرنا نہیں بلکہ جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ نے انسان کو دیا ہو اُسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ضرورت پڑنے پر لٹا دینا ہے۔ بقول غالب ؎

جان دی، دی ہوئی اُسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

یہی فنا فی اللہ کا مقام ہے۔

والمستغفرین بالاسحار: اس مقام پر بھی پہنچ کر ان میں فخر و تکبر نہیں پیدا ہوتا بلکہ وہ پچھلی راتوں کو اٹھ کر سربسجود ہوتے ہیں اور صبح کے پھوٹنے پر استغفار پڑھ پڑھ کر وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت چاہتے ہیں کہ آنے والے دن میں اُن سے کوئی غلطی یا کمزوری سرزد نہ ہو جائے۔ یہ صبح کے سہانے اوقات ہیں جبکہ ملائکہ کا نزول ہوتا ہے اور طبائع نیکی کی طرف مائل ہوتی ہیں استغفار اُن کے باطنی نور کو مکمل کرنے میں ممد و معاون ہوتا ہے جیسا کہ جو لوگ جنت میں داخل ہو جائیں ان کی بھی دُعا کا قرآن پاک میں بدیں الفاظ ذکر ہے:

یقولون ربنا اتمم لنا نورنا واغفرلنا (التحریم ۶۶-۸)
"بہشتی (جن کے سامنے اور دائیں طرف اُن کے نور کے چلنے کا ذکر اس سے قبل ہے) کہیں گے کہ اے ہمارے رب

ہمارے نور کو ہمارے لئے کامل فرما اور ہماری مغفرت فرما" یعنے بہشت میں بھی داخل ہو کر متقی انسانوں کی اخلاقی اور روحانی ترقیات ختم نہ ہوں گی۔ نور وہ روشنی ہے جو باطنی امور کو روشن کر دے۔ تو انسان کے باطن میں (یعنے اس روح میں جو اللہ تبارک تعالےٰ نے اس میں پھونکی ہے) وہ اخلاقی اور روحانی ترقیات پوشیدہ ہیں جو ہمیشہ اس کے لئے ظاہر ہو کر اس کی اخلاقی اور روحانی تکمیل کا باعث ہوتی رہیں گی۔ ان ترقیات کرنے میں وہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت کے طالب ہونگے کہ کامل صرف وہی ذات ہے اور انسان کی کوششوں میں جو کوتاہی یا کمزوری سرزد ہوا نہیں صرف اس کی مغفرت ہی ڈھانپے تو انسان ان باطنی اور مخفی منازل کو بخوبی طے کر سکتا ہے۔

آج کے سبق کی آخری آیت ہے شھد اللّٰہ انّہٗ لاالٰہ الّاھو ۙ والملٰٓئکۃ واولوا العلم قآئمًا بالقسط ؕ لا الٰہ الّاھو العزیز الحکیم

"اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اور فرشتے اور علم والے بھی جو انصاف پر قائم ہوں۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ غالب ہے، حکمت والا ہے" اس آیت مبارکہ کو یہاں لانے کا مقصد تو یہ پیشگوئی ہے کہ بالآخر اللہ تعالیٰ کی توحید دنیا میں غالب آکر رہے گی اور اسی لئے اگلی آیت ان الدین عند اللّٰہ الاسلام میں مزید پیشگوئی فرمائی کہ اسلام جو اس توحید کو قائم کرنے والا ہے وہ دنیا کا غالب دین ہو کر رہے گا۔ مگر آیتِ زیرِغور میں عیسائیت کی تثلیث کے باطل ہونے کو، اور اسلام کی توحید کے حق ہونے کو، تین قسم کے دلائل لا کر ثابت کیا ہے۔

اول تو اللہ تعالےٰ کی توحید پر گواہی جس سے کہ تثلیث کا بھی بطلان ہوتا ہے، دو قسم کی ہے۔ قولی اور فعلی۔ حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت خاتم النبیین صلعم تک اللہ تعالےٰ نے جتنی وحی نازل فرمائی اس میں توحید کی گواہی اور شرک کی شدت سے تردید تھی۔ تمام الہامی کتابوں میں جو آج وجود میں ہیں، باوجود ان میں مسلمہ طور پر تحریف ہو جانے کے، اللہ تعالےٰ کی توحید پر گواہی ملتی ہے۔ کوئی شرک کسی نبی کی اپنی زبان سے کسی روایت میں نہیں ملتا۔ تو یہ تو ہوئی قولی شہادت، اور اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادت یہ ہے کہ تمام کائنات جس کے متعلق حیرت انگیز انکشافات اس زمانہ میں آن کر ہوئے ہیں (مثلاً ایٹم کے اندر ایک اپنی کائنات کے بسے ہوئے ہونے سے لے کر باہر کی کائنات کی محیر العقول وسعت اور عظمت کے انکشافات کے) ان سب نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ تمام کائنات ایک ہے۔ ایک ہی قسم کی بنی ہوئی ہے۔ اور ایک ہی قوانین کی فرمانبرداری کر رہی ہے۔ اسی لئے ماڈرن سائنس نے آن کر اس زمانہ میں اقرار کیا ہے کہ تمام کائنات ایک ہے اور ایک ہی خالق کی ہستی پر گواہی دے رہی ہے اور ایک ہی قادرِ مطلق شہنشاہ کے حکم پر چل رہی ہے۔

دوسری گواہی آیتِ زیرِغور میں فرشتوں کی فرمائی۔ سو فرشتوں کا تعلق لوگوں کے دلوں سے ہوتا ہے جیسا کہ میں پچھلے درسوں میں بتا آیا ہوں۔ سو انسان کی فطرت میں اللہ تعالیٰ کی ہستی اور توحید پر گواہی موجود ہے جسے اگر شرک کی مروجہ تعلیم کسی قوم میں عارضی طور پر ابھرنے نہیں دیتی پر دقت پڑنے پر (مثلاً کسی مصیبت میں) فرشتے اسے ابھارتے ہیں اور کٹر سے کٹر دہریہ یا مشرک اس وقت بے اختیار خدائے واحد کو پکار اٹھتا ہے۔

تیسری قسم کی گواہی فرمایا ان علم والوں کی جو انصاف پر قائم ہوں۔ سو یہ اہلِ علم دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک تو مذہبی اہلِ علم۔ فرمایا اگر وہ انصاف سے گواہی دینے والے ہوں تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی توحید ہی اپنے بانیٔ مذہب کی تعلیم ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔ مثلاً آج کئی منصف مزاج بائیبل کے سکالر اس بات کا کھلم کھلا اقرار کرتے ہیں کہ بائبل کی یا حضرت عیسےٰؑ کی تعلیم تو توحید کے سوا اور کچھ نہ تھی۔ دوسری قسم کے اہلِ علم سائنس دان ہیں۔ فرمایا کہ ان میں سے بھی جو انصاف پر قائم ہوں وہ اللہ تعالےٰ کی ہستی اور توحید پر ہی گواہی دیں گے۔ سو ایسے سائنسدانوں کی گواہی میں نے خود پڑھی ہے۔

آخر میں پھر فرمایا کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں وہ غالب ہے، حکمت والا ہے، اس لئے توحید دنیا میں غالب آکر رہے گی۔ اگرچہ اللہ تعالےٰ اپنے کام حکمت سے کرتا ہے اس میں وقت لگتا ہے مگر اسی میں مضبوطی اور قیام ہوتا ہے۔ اور یہ توحید کا غلبہ دنیا میں اسلام کے غالب مذہب بنائے جانے سے ہوگا۔ اسی لئے اگلی آیت کو شروع فرمایا:

ان الدین عند اللّٰہ الاسلام

اس لئے اسلام کو دنیا میں پھیلانا جو عین منشائے الٰہی کے مطابق ہے۔ ہر مسلمان کا فرض ہے اور اسی کام کے لئے امام وقت حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے جماعت بنائی تھی جیسا کہ قرآن کریم نے خود حکم دیا کہ:-

ولتکن منکم امّۃٌ یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینھون عن المنکر ؕ واولٰٓئک ھم المفلحون۔ (آلِ عمران ۳ - ۱۰۴)

"اور چاہیئے کہ تم میں سے ایک جماعت ہو جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور برے کاموں سے روکیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں"

یہی جماعتِ احمدیہ لاہور کا کام ہے۔

— *** —

تقریب نکاح:-

۲۹ جنوری مکرم چوہدری انیس الرحمان صاحب دارالکتب الاسلامیہ لاہور کی صاحبزادی توحیدہ انیس کا نکاح ہمراہ چوہدری اسداللہ بعوض دس ہزار روپیہ حقِ مہر حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسجد میں بعد نماز ظہر پڑھایا۔ نکاح کے بعد ظہرانہ دیا گیا۔ عزیزم چوہدری اسداللہ چوہدری نور محمد صاحب آف چک ۸۱ کے صاحبزادے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ اس تعلق کو جانبین کے لئے ثمر بہ ثمراتِ حسنہ بنائے۔ آمین!

یاد رفتگاں (مولوی محمد رمضان صاحب آف منڈی بہاؤالدین)

عبدالرؤف

ایک عاشقِ قرآن اور صاحبِ کشف والہام بزرگ کے مختصر حالاتِ زندگی

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

قبلہ والد صاحب مولوی محمد رمضان آف منڈی بہاؤالدین کے انتقال کی خبر ۲۶ جنوری ۱۹۸۴ء کے پیغام صلح میں شائع ہوئی تھی۔ آپ کی ساری زندگی تبلیغ اسلام اور عشق رسول خیرالانام میں گذری۔ آپ کی مجاہدانہ اور تبلیغی زندگی کے چند سرسری واقعات ازدیادِ ایمان کی خاطر ہدیۂ قارئین ہیں تاکہ احباب کو معلوم ہو سکے کہ اللہ تعالیٰ نے کیسے کیسے متوکل اور درویش صفت انسان جماعتِ احمدیہ کو عطا کئے جنہوں نے شہرت و نمائش سے بے نیاز ہو کر محض رضائے الٰہی کی خاطر تبلیغ اسلام میں زندگیاں گذار دیں۔

آپ کا تعلق کھوکھر راجپوت خاندان سے تھا جو احمد آباد ضلع جہلم سے ہجرت کر کے بھیرہ ضلع سرگودھا میں آباد ہو گیا۔ آپ کے والد بزرگوار اہل حدیث تھے اور اپنے حلقہ میں بدعات اور بدرسومات کے خلاف وعظ کرنے میں بڑے مشہور تھے۔ انہوں نے والد صاحب مرحوم کو مختلف دینی مدارس میں تعلیم کے لئے داخل کرایا مگر آپ تکمیل تعلیم سے قبل ہی ایک درویش ساتھی طالب علم کی ترغیب پر چلہ کشی کی جانب مائل ہو گئے اور انتہائی گرمی کے موسم میں تزکیہ نفس اور تنویر قلب کی طلب میں نفلی روزے رکھ کر چلہ کشی شروع کر دی جس کا آپ کی صحت پر ناخوشگوار اثر پڑا اور آپ بیمار ہو گئے۔ اسی بیماری کے دوران اپنے والد کے کسی دوست کے ہمراہ متعدد مرتبہ قادیان جا کر حضرت مسیح موعود کی زیارت کی۔ چند مرتبہ قادیان جانے اور حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ کی مجلسوں میں بیٹھنے سے آنکھیں کھل گئیں اور آپ بیعت کر کے سلسلہ میں داخل ہو گئے۔ ان کے والد صاحب کو ان کی بیعت کی خبر سے بڑا رنج ہوا اور ان سے قطع تعلق کر لیا۔ لیکن اپنے والد کی بیماری کے ایام میں اتنے جوش و خلوص سے ان کی خدمت کی کہ وہ ان سے راضی ہو گئے اور اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا۔

آپ نے اپنے والد صاحب کے مرنے کے بعد دودھ کا وسیع پیمانے پر کاروبار شروع کر دیا اور بھیرہ کے مشہور محلہ شیخاں کے بازار میں دو بڑی دکانیں کرایہ پر لے کر ایک میں دودھ سپلائی کا ڈپو اور دوسری دوکان میں احمدیہ لائبریری قائم کر دی۔ اور اس زمانہ میں اپنی جیب سے تین صد روپیہ فراہمی کتب و رسائل اور فرنیچر وغیرہ پر خرچ کیا۔ اس لائبریری میں باجماعت نماز اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ اس لائبریری سے کئی مزدوری پیشہ مگر تعلیم کا شوق رکھنے والے لڑکوں نے بڑا فائدہ اٹھایا اور ان میں بعض کی ذہانت اور طلب علم کی کیفیت دیکھ کر والد صاحب مرحوم (مولوی محمد رمضان صاحبؒ) نے انہیں مزید تعلیم اپنے خرچ پر دلائی۔ اور یہ خدا تعالیٰ کی قدرت اور اس کا فضل ہے کہ ان کے ایثار نے ان لڑکوں کو معاشرہ میں اونچا مقام دلایا اور آج ان کی بلند مرتبہ اولادیں شاید یہ تصور بھی نہ کر سکیں کہ ......

بہار اب جو دنیا میں آئی ہوئی ہے
یہ سب پود انہیں کی لگائی ہوئی ہے

آپ کی اس انسان دوستی، غریب پروری اور جوش تبلیغ نے مخالفین جماعت احمدیہ میں حسد اور بغض کی فضا پیدا کر دی اور آپ کے کاروبار کو مختلف سازشوں کے ذریعہ بھیرہ میں فیل کر دیا گیا۔ مگر اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو کبھی ضائع نہیں کرتا مخالفین کی سازشوں سے لائبریری کا نظام تو بکھر گیا مگر مولوی صاحب کے لئے اللہ پاک نے منڈی بہاؤالدین ضلع گجرات کا علاقہ منتخب کر دیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ۱۹۲۸ء میں منڈی میں ہندو مسلم کشیدگی پیدا ہو گئی اور مسلمانوں نے اپنی دکانیں قائم کرنے کی تحریک شروع کر دی۔ یہاں سے دوکاندار لانے کے لئے ایک امام مسجد اور نمبردار بھیرہ میں گئے۔ مولوی صاحب سے ملاقات ہو گئی اور نمبردار مولوی صاحب کو ساتھ لے آئے۔ خود ہی دوکان لے کر دی اور ہر قسم کی امداد کا یقین دلایا۔ یہ تھی آپ کے منڈی میں آنے کی داستان۔

بندۂ درماندہ باشد دل طپاں	ناگہاں درماں برآری از میاں
عاجزے راظلمتے گیرد براہ	ناگہاں آری برو صد مہر و ماہ
حسن و خلق و دلبری بر تو تمام	صحبتے بعد از لقائے تو حرام

یہاں بھی تھوڑی مدت بعد ہی ان کی خوشبو پھیل گئی کہتے ہیں کہ عشق اور مشک چھپانے سے نہیں چھپتے۔ دیہات کے اکا دکا احمدی آکر ملنا شروع ہو گئے دکان کے ساتھ ہی نماز باجماعت کے لئے ایک جگہ بنالی گئی۔ غیر مسلموں کی منڈی تھی شہر میں صرف ایک مسجد تھی جو دور تھی۔ خرید و فروخت کے لئے آنے والے اکثر مسلمان آپ کے پاس ہی اٹھتے بیٹھتے تھے۔ آپ نے اپنی دکان کے عقبی کمرہ میں لائبریری بھی قائم کر دی جس کا انتظام راقم الحروف کے سپرد تھا۔

کچھ مدت کے بعد دکان کے اوپر کا چوبارہ بھی کرایہ پر لے لیا اور اس میں باقاعدہ نماز جمعہ اور عام نمازیں بھی ادا کی جانے لگیں۔ چوبارہ مذکور کے ساتھ ہندوؤں کا ٹھاکر دوارہ تھا جس کے اوپر کے کمروں میں لڑکیوں کا سکول تھا۔ مندر کے پجاری برہمن نے چند دفعہ اذان کی آواز سن کر غیر مسلم مالک مکان کے پاس تحریری شکایت بھیجی کہ ہمارے مندر کے ساتھ آپ کے چوبارہ میں مولوی محمد رمضان نے مسجد بنالی ہے اور روزانہ اذانیں دیتا ہے کسی دن یہ مکان مسجد کے نام پر تم سے چھین لیا جائے گا۔ مالک مکان تحصیل وزیر آباد سے فوراً منڈی پہنچا اور مولوی صاحب سے مکان دیکھنے کی خواہش ظاہر کی اوپر جا کر وہ بڑی عجیب جستجو سے ادھر ادھر دیکھتا پھرا۔ پھر بولا کہ "آپ نے مسجد کہاں بنائی ہے"۔ وضاحت چاہی تو مالک کہنے لگا۔ مجھے شکایت گئی ہے کہ آپ میرے مکان میں اذانیں دیتے ہیں اسے مسجد بنا لیا ہے اور پھر مسجد کے نام پر تم اس پر قبضہ کر لوگے

جب مولوی صاحب نے اپنے احمدی ہونے کا بتایا۔ نیز اُسے اذان کا ترجمہ اور نماز کا خلاصہ سنایا تو وہ ہندو ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ گھمبیر آواز میں بولا "مہاراج آپ تو اللہ والے ہیں۔ ساری عمر میرے مکان میں نمازیں پڑھیں۔ اذانیں دیں میری یہ جگہ پاک ہی ہو گی"۔ بعد میں پتہ چلا کہ چند مخالفوں نے مندر کے برہمن سے مل کر شکایت کی تھی تا کہ احمدی ایک جگہ اکٹھے ہو کر نماز ادا نہ کر سکیں مگر یہ اللہ تعالیٰ کا خاص احسان تھا کہ غیر مسلم مالک مولوی صاحب پر اتنا مطمئن ہوا کہ اپنی باقیماندہ ملحقہ جائیداد کا بھی انہیں مختار بنا دیا۔ جو لوگ دین کی خدمت کو مقصد حیات بنا لیتے ہیں اللہ تعالیٰ اُن کے لئے معجزہ نمائی کرتا ہے چوبارہ مذکور اور دوکان مولوی صاحب کی اولاد ہی کے قبضہ میں ہے ؎

کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولا سے گندوں کو
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو

ایک بار مخالفین نے آپ کی دوکان پر پکٹنگ لگا دی۔ خریداروں کو روکا جانے لگا۔ گھر میں پتھر پھینکے گئے۔ غرضیکہ ہر طرح سے تنگ کیا گیا۔ بھیرہ کے مشہور رئیس جناب شیخ فضل حق صاحب پراچہ مرحوم کو جب مولوی صاحب کی ان تکالیف کی اطلاع پہنچی تو انہوں نے فوراً اپنے ایک خاص آدمی کو علاقہ کے بڑے زمیندار کے پاس بھیجا کہ مولوی صاحب کی مدد کی جائے۔ دوسرے ہی دن وہ زمیندار چند دیگر معززین علاقہ کے ہمراہ اپنے محافظین کا پورا جتھہ ساتھ لئے مولوی صاحب کے پاس پہنچا اور زور دے کر کہنے لگا کہ تکلیف دینے والوں کے نام دے دیجئے بتاؤ۔ میں ابھی ان سے نمٹ لیتا ہوں۔ اگر اس طرح مناسب نہیں سمجھتے تو میرے ساتھ تھانیدار کے پاس چلئے وہ میرا دوست ہے ہر طرح آپ کی مدد کریگا۔

اس زمیندار کی آمد سے دوکان پر میلہ سا لگ گیا۔ پہلے تو آپ نے اُٹھ کر اس زمیندار کا شکریہ ادا کیا مگر ساتھ ہی کہا "کہ اب میں نے اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش کر دیا ہے اس لئے اب میں اس کے فیصلہ کا انتظار کروں گا"۔ خدا تعالیٰ کی قدرت اور مولوی صاحب کی قبولیتِ دعا کا یہ کتنا بڑا نشان ہے کہ ابھی پندرہ دن بھی نہ گذرے تھے کہ گڑبڑ کرنے والوں کی آپس میں پھوٹ پڑ گئی۔ اُن کے مابین فساد بھی ہوئے اور وہ سب ایک ایک کر کے نہ صرف بھاگ گئے بلکہ چند ایک نے آ کر معافیاں بھی مانگیں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ فرشتے ان پر کوڑے برسا رہے ہیں۔

قرآن کریم سے عشق

مولوی صاحب مرحوم نے ساری عمر قرآن شریف پڑھانے کا شغل جاری رکھا شام کے بعد پڑھ کر کے بچوں۔ بڑوں اور بوڑھوں تک کو اکٹھا کر کے کسی کو نماز کا سبق دیتے کسی کو قرآن پڑھاتے جو نہ آتا وہ دن انتظار کرنے کے بعد خود اس کے پاس پڑھانے کے لئے چلے جاتے۔ اس طریقہ سے وہ شرما کر خود ہی بلا ناغہ پڑھنے آ جایا کرتا تھا۔ اور یہ طریقہ آخر دم تک جاری رہا۔

محترم صاحبِ کشف والہام تھے۔ سچی خوابیں کثرت سے آیا کرتی تھیں مگر کبھی ان کا ذکر نہیں کرتے تھے۔ صرف ان کے ملنے والے بعض امور پر ان کے اصرار سے یہ سمجھ جاتے تھے کہ یہ بات اپنی طرف سے نہیں کہہ رہے ہیں۔ ایک شخص کو سافری میں ابتلاء پیش آنے والا تھا اس کے والد کو بلا کر سمجھایا کہ اپنے لڑکے کو متنبہ کر دے کہ فلاں فلاں باتوں میں احتیاط کرے۔ لڑکے کے والد نے پیغام پہنچانے میں سستی کر دی۔ ابھی ایک ماہ بھی نہ گذرا تھا کہ اس کے گرفتارِ بلا ہونے کی اطلاع آ گئی ؎

یہی اک فخر شانِ اولیا ہے + یہی اک آئینہ حق نما ہے۔

خالق ارض وسما بعض انسانوں کو ایسے عمدہ جبلی خواص سے نواز کر دنیا میں بھیجتا ہے کہ جب اُن کی جبلتوں کو مناسب تربیت سے نمو کا موقع ملتا ہے تو خدا پرستی کے یہ مخفی خزانے ظاہر ہو کر متعدد دروحوں کو قلبی نور و عرفان سے مالا مال کر دیتے ہیں روحانی جماعتیں ایسے ہی بابرکت انسانوں سے بڑھتی اور پھلتی پھولتی ہیں۔ آپ جہاں بھی گئے درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا اور نیک لوگ آپ کے گرد ہمیشہ اکٹھے رہے۔

تعمیر مسجد کی دھن اور کامیابی

آپ پر اپنی الگ احمدیہ مسجد بنانے کی دھن سوار تھی بلکہ یہ دھن عشق کی حد تک پہنچی ہوئی تھی۔ ایک بار ملک صوفی محمد دین صاحب ایڈیٹر رسالہ صوفی منڈی بہاؤالدین رئیس علاقہ نے اپنی اراضی سے دس مرلہ زمین دینے کی پیشکش کی۔ وہ شہر سے ذرا ہٹ کر ہونے کے باعث آپ نے نہ لی۔ آخر آپ کو شہر کے عین وسط میں ایک جگہ پسند آئی۔ یہ سرکاری زمین تھی اور کچھ عرصہ بعد مکانات کے لئے نیلام ہونے والی تھی۔ اس کا محل وقوع کمپنی باغ کے مین گیٹ کے عین سامنے تھا مسجد کے لئے درخواست لکھی۔ نقشہ بنوایا اور احمدیوں کا ایک وفد لے کر ڈی سی گجرات سے ملے۔ یہ غالباً ۱۹۴۲ء کا زمانہ تھا۔ ڈپٹی کمشنر نے سرکاری ریٹ پر زمین دینے سے معذوری ظاہر کی اور کہا کہ آپ کھلے نیلام میں خرید لیں اور دیگر خریداروں کو کہہ دیں کہ کوئی بولی نہ چڑھائے مگر مولوی صاحب کو معلوم تھا کہ غیر مسلم تو کجا اپنے مسلمان بھائی بھی ہماری مسجد و مدرسہ نہ بننے دیں گے لہٰذا آپ نے دعاؤں پر زور دینا شروع کیا۔ اس وقت کی مولوی صاحب کی نیم شبی پکار آہ و بکا۔ دعا کا پرسوز لہجہ مجھے جب بھی یاد آتا ہے تو دل میں کھرچن اور میٹھا میٹھا درد سا محسوس کرتا ہوں عجیب سماں ہوتا تھا۔ سحری کا عالم۔ پرسوز قرأت، اظہار درد و تڑپ غرضیکہ در و دیوار رونے لگتے تھے ؎

کون روتا ہے کہ جس سے آسماں بھی رو پڑا
زلزلہ آیا زمیں پر اس کے چلانے کے دن

اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو اس شکل میں قبول فرمایا کہ وہ زمین پاکستان بن جانے کے بعد نیلام ہوئی۔ علاقہ کے ایک مذہب پسند متمول زمیندار چوہدری غلام حیدر نے بھی اپنے مکانات کے لئے زمین خریدی اسے بھی اپنی مسجد بنانے کا شوق تھا چنانچہ اس نے اپنے ہم خیال لوگوں کی مدد سے اپنے مکانوں کے قریب کمپنی باغ مین گیٹ کے عین سامنے مولوی صاحب مرحوم کی پسند کردہ اور نقشہ داخل کردہ جگہ تقریباً دو کنال زمین پر قبضہ کر کے مسجد کے نام پر خیمے اور قناتیں لگوا دیں اور راتوں رات کچھ بنیادیں بھی بھر دیں۔ مقدمہ چلا جو ہائیکورٹ تک گیا۔ آخر کار سرکاری نرخ پر مذکورہ بالا زمین چوہدری غلام حیدر کو مل گئی۔ اب وہاں بہت بڑی مسجد مکمل ہو چکی ہوئی ہے مسجد غوثیہ کا بورڈ آویزاں ہے۔ کارنر جگہ ہے ایک طرف کچہری روڈ اور دوسری طرف کھاریاں روڈ ہے یعنے کمپنی باغ کا مین گیٹ ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب کو کشف میں یہ جگہ مسجد کے لئے ہی دکھائی گئی تھی جب ہی اسکے حصول کیلئے انہوں نے بڑا زور لگایا۔ اور جب بظاہر ناکامی ہوئی تو اللہ تعالیٰ کے دروازے پر گر گئے اور دعاؤں کا سہارا لیا۔ ؎

اندریں وقتِ مصیبت چارۂ مابیکساں
جز دعائے بامداد وگریۂ اسحار نیست

(باقی آئندہ)

بقیہ صفحہ ۲ سے آگے

قوت حاصل کرنے کے لئے قرآن کو پڑھیں۔ انسان کے اندر قوت پیدا کرنے والی چیز اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ایمان ہے۔ جو قرآن کریم کے ایک ایک جملہ اور ایک ایک حرف میں بھرا ہوا ہے آپ کے لئے اتنا ہی ہوگے جو آپ کو قرآن کریم کا مفہوم سمجھا جائیں گے مگر آپ تنہائی میں بھی ضرور اس کا ایک حصہ پڑھیں۔ ترجمہ کو سامنے رکھ کر پڑھیں اور اس طرح پڑھیں کہ گویا قرآن کریم اس وقت آپ کے قلب پر اتر رہا ہے۔ جب تک یہ آپ کے دل پر نہ اترے آپ کے دل میں داخل نہیں ہو سکتا۔"

(پیغام صلح ۲۵ جنوری ۱۹۵۱ء)

اگر نوجوان طبقہ ان قرآنی ہدایات اور اس کے بیان کردہ اصولوں کو زندگی کی بنیاد بنا لے تو ان کی زندگی ایک کامیاب زندگی اور ان کی کوشش ایک کامیاب کوشش ہو سکتی ہے

بڑھاپا:۔

انسان کی آخری عمر کا حصہ بڑھاپے کی عمر ہوتی ہے۔ اس زمانے میں احساسات کسی حد تک بڑھ جاتے ہیں جن کی وجہ سے صدمات، خطرات، مشکلات اور تکالیف کا احساس دل ناتواں کو گھیر لیتا ہے۔ ایسے پراگندہ حالات میں انسان اگر یکسو ہو کر قرآن کریم کی تلاوت کرے تو ایسی حالت میں ایک طرف اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کا رعب قلب انسانی میں منقوش ہو کر راحت کا سرچشمہ بن جاتا ہے اور دوسری طرف پریشانیوں اور دکھوں نے دل پر جو تسلط جما رکھا ہوتا ہے وہ نہ صرف ہلکے ہو جاتے ہیں بلکہ دل میں ایک گونا تسکین کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جیسا کہ خود قرآن نے اس کی وضاحت کر دی ہے الا بذکر اللّٰہ تطمئن القلوب کہ اللہ کے ذکر اور اس کے کلام کو ورد زبان بنا لینے سے اطمینان قلب ہو جاتا ہے۔ یہاں اللہ کے ذکر یعنی قرآن کو دل کے اطمینان کا ذریعہ بتایا گیا ہے۔ اور دوسری جگہ شفاء لما فی الصدور کہہ کر بتا دیا کہ یہ قرآن ان تمام روحانی بیماریوں کے لئے شفا کا موجب ہے جو سینوں میں پائی جاتی ہے۔ ہر قسم کے ہموم و غموم، مصائب، مشکلات اور پریشانیاں لیکن احساسات یہ تمام ایسے امور ہیں جو دل سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور انسان کے لئے طرح طرح کی پریشانیوں کا موجب بن جاتے ہیں۔ ان ناسازگار حالات سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔ " اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے یقیناً ایک ایسی کتاب آگئی ہے جو سراسر نصیحت ہے اور وہ ہر اس بیماری کے لئے جو سینوں میں پائی جاتی ہو شفا دینے والی ہے"۔ (یونس، ۵۸)

(باقی آئندہ)

میری سنو جو گوش نصیحت نیوش ہو

اخبار پیغام صلح جو آپ کا پچھلے اکہتر برس سے آپکی خدمت کرتا چلا آرہا ہے۔ یہ آپ کی انجمن کا خصوصی ترجمان اور نقیب آج مالی مشکلات سے دوچار ہے قومی اور خالصتہ دینی اخبار ہونے کی وجہ سے اس کا تمام تر انحصار چندہ خریداری پر ہے روز افزوں گرانی کا اثر اس پر بھی پڑ رہا ہے۔ کاغذ، کتابت، طباعت اور خرچہ ڈاک کے اخراجات کئی گنا بڑھ چکے ہیں اور ہمارے دیرینہ کرمفرما چندہ خریداری کیطرف توجہ نہیں دیتے آپ سے گذارش ہے کہ اپنے اس دیرینہ خادم کی ضروریات کا خیال رکھتے ہوئے (۱) اپنا چندہ خریداری مع بقایا جلد از جلد بھجوا دیں (۲) نئے خریدار فراہم کریں (۳) صاحب حیثیت احباب عطیات بھجوائیں (۴) مسائل حاضرہ کے حل کرنے کے بارہ میں اپنے افکار مرتب کر کے اشاعت کیلئے بھجوائیں۔ (۵) اس اخبار کو بہتر اور مفید تر بنانے کے لئے اپنی تجاویز ہمیں بھجوائیں۔

(ادارہ)

مکتوب بنام حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

از جناب عبدالعزیز صاحب ٹیکسلا

بخدمت اقدس حضرت امیر قوم ایدہ اللہ بنصرہ العزیز — السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

خداتعالیٰ سے دعا ہے کہ آپکو صحت رکھے آمین! پیغام صلح میں بزرگوار ڈاکٹر بشیر الاسلام کی وفات حسرت آیات کا پڑھ کر انتہائی دکھ ہوا۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

۱۹۸۳ء کا سال جاتے جاتے بھی دکھ دے گیا کہ درد کی ٹیسیں مدتوں دل کو تڑپاتی رہیں گی علم زیر زمین چلا جائے تو اس سے کون فائدہ اٹھا سکتا ہے؟ اور علم کا اٹھ جانا ہی قوموں کی بدنصیبی کی علامت ہے مرحوم ڈاکٹر صاحب اسوقت جماعت میں بہت بڑے صاحب علم تھے اور ان کی رحلت جماعت کیلئے نقصان عظیم ہے۔ موت بھی انسان کے کتنے قریب ہے جلسہ سالانہ پر جسکو ہشاش بشاش دیکھا تھا جوان دکھا تھا اس کے تبصرے سنے تھے اس کے علم میں پروئے ہوئے موتی گلے کے ہار بنائے تھے ہفتہ بعد منوں مٹی کے نیچے ہو گیا۔ آہ! ثم آہ! ثم آہ! ہر چیز کو فنا ہے اور بقا تو جلال اور بزرگی والے اللہ کیلئے ہی ہے۔

حضرت امیر قوم! خدا کے کام انسانوں کے محتاج تو نہیں ہوتے۔ محمد رسول اللہ صلعم ایسا عظیم اور فخر کل انسان نہ رہا تو بھی اسلام کی اشاعت کا عظیم کام جاری ہی رہا مگر قوم کے سر سے سایہ عظیم انسانوں کا اٹھ جائے تو یتیمی کا احساس بڑھ جاتا ہے قوم محرومیوں کا شکار ہو جاتی ہے۔ خداوند تعالیٰ اس محرومی سے محفوظ رکھنے کیلئے جماعت کے سر پر آپ کا سایہ لمبے عرصہ تک قائم رکھے۔ اس موقعہ پر بزرگوار م عبدالرحمٰن جہا کی وفات بھی آپکے دل کو اور زیادہ غمگین کرنے کا باعث ہوئی اور جماعت کا ایک اور ستارہ ڈوبنے سے تاریکی مزید بڑھ گئی۔ ۱۹۸۳ء کا اختتام اور ۱۹۸۴ء کی ابتداء دکھوں اور آہوں سے ختم اور شروع ہوئی۔ ہماری زبان میں بھائیوں کے مرنے کو بازو ٹوٹنے سے مثال دی جاتی ہے اور بازو ٹوٹنے سے انسان کی جو حالت ہوتی ہے وہ ہر ایک کو معلوم ہے۔ آپکی قلبی حالت کو سوائے اللہ پاک کے کون جان سکتا ہے، مگر دکھوں کے ساتھ ساتھ یہ بھی اطمینان کی بات ہوئی کہ آپ کی دیب گراں آمد سے جنازہ اور تدفین بہ احسن طریق سرانجام پائی۔ دیری کی معافی چاہتا ہوں۔ دعاؤں کا طالب ہوں اور آپکو صبر عطا کئے جانے کا اللہ کریم سے ملتجی ہوں۔ مولا کریم ہر دو مرحومین کو غریق رحمت کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین!

اخبار احمدیہ:۔ سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بخیریت اور حسب معمول خدمت دین و سلسلہ کے کاموں میں مصروف ہیں احباب جماعت حضور کی صحت و عافیت والی لمبی زندگی کیلئے اپنی دعائیں جاری رکھیں۔

الوداعی تقریب:۔ جناب محمد بیدار صاحب کو انجمن نے سرینام میں اپنا مبلغ مقرر کیا ہے اس سلسلہ میں ۱۶ جنوری کو آپکے اعزاز میں بعد نماز مغرب ایک الوداعی تقریب منعقد ہوئی جس میں کثیر التعداد احباب نے شرکت کی حضرت امیر ایدہ اللہ کے لاہور سے باہر ہونیکے باعث جناب نصیر احمد فاروقی صاحب نے محمد بیدار صاحب کا احباب سے تعارف کرایا۔ چائے کے بعد محترم فاروقی صاحب نے دعا کرائی کہ اللہ تعالیٰ موصوف کو خدمت دین اور اشاعت اسلام قرآن کے کام میں کامیابی بخشے، ۱۷ جنوری کو احباب نے ائیر پورٹ پر آپکو الوداع کہا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ محمد بیدار صاحب کو اپنے مقاصد حسنہ میں کامیاب فرمائے۔ آمین!

باہتمام العبدہ پرنٹرز اردو بازار سے چھپوا کر پبلشر ناصر احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔ (چیف ایڈیٹر ڈاکٹر اللہ بخش)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور مؤرخہ یکم فروری ۱۹۸۴ء، جلد ۷۱، شمارہ ۵

رجسٹرڈ ایل ۸۳۸
تار کا پتہ ۔ تبلیغ
فون ۔ ۵۲۷۳۷

مدیر اعزازی
پروفیسر خلیل الرحمٰن

بخرام کہ وقتِ تو نزدیک رسید — وپائے محمدیاں برمنارِ بلند تر محکم افتاد
دُنیا میں ایک نذیر آیا پر دُنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کردیگا
الہاماتِ حضرت مسیحِ موعود

نائب مدیر
عبدالرؤف کھوکھر

سالانہ چندہ
پاک و ہند سے — تیس روپے
بیرونی ممالک سے — دو پونڈ (علاوہ محصولڈاک)

جلد :- ۷۱ } یوم چہار شنبہ ۵ رجمادی الاوّل ۱۴۰۴ھ بمطابق ۸ فروری ۱۹۸۴ء { شمارہ: ۶

ارشاداتِ حضرتِ مجدد صدِ چہاردہم،

جو شخص اپنی حیثیت کے موافق چندہ نہیں دیتا اس سلسلہ کو اسکے وجود سے کیا فائدہ؟

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ ہماری جماعت میں چندہ دینے والے بہت تھوڑے ہیں آئے دن صدہا آدمی بیعت کر کے چلے جاتے ہیں۔ لیکن دریافت کرنے سے بہت ہی کم تعداد ایسے اشخاص کی ہے جو متواتر ماہ بماہ چندہ دیتے ہیں۔ جو شخص اپنی حیثیت و توفیق کے موافق اس سلسلہ کی چند پیسوں سے امداد نہیں کرتا اس سے اور کیا توقع ہو سکتی ہے؟ اور اس سلسلہ کو اس کے وجود سے کیا فائدہ؟ ایک معمولی انسان بھی خواہ کتنی ہی شکستہ حالت کا کیوں نہ ہو جب بازار جاتا ہے تو اپنے قدر کے موافق اپنے لئے اور اپنے بچوں کے لئے کچھ نہ کچھ لاتا ہے تو پھر کیا یہ سلسلہ جو اپنی عظیم الشان اغراض کے لئے اللہ تعالیٰ نے قائم کیا ہے اس لائق بھی نہیں کہ وہ اس کے لئے چند پیسے بھی قربان کر سکے۔ دنیا میں آج تک کون سا سلسلہ ہوا ہے یا ہے جو خواہ دنیاوی حیثیت سے ہے یا دینی، بغیر مال چل سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہر ایک کام اس لئے کہ عالم اسباب میں ہے۔ اسباب سے ہی چلایا جاتا ہے۔ پس کس قدر بخل اور ممسک وہ شخص ہے جو ایسے عالی مقاصد کی کامیابی کے لئے ادنیٰ چیز مثلاً چند پیسے خرچ نہیں کر سکتا۔ ایک وہ زمانہ تھا کہ الٰہی دین پر لوگ اپنی جانوں کو بھیڑ بکری کی طرح نثار کرتے تھے۔ مالوں کا تو کیا ذکر حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے ایک سے زیادہ دفعہ اپنا کل گھر بار نثار کیا حتٰے کہ سوئی تک کو بھی گھر میں نہ رکھا اور ایسا ہی حضرت عمرؓ نے اپنی بساط اور انشراح کے موافق اور عثمانؓ نے اپنی طاقت و حیثیت کے موافق۔ علیٰ ھذا القیاس۔ علیٰ قدر مراتب تمام صحابہ اپنی جانوں اور مالوں سمیت اس دینِ الٰہی پر قربان کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ ایک وہ ہیں کہ بیعت تو کر جاتے ہیں اور اقرار بھی کر جاتے ہیں کہ ہم دنیا پر دین کو مقدم کریں گے مگر مدد و امداد کے موقعہ پر اپنی جیبوں کو دبا کر پکڑ رکھتے ہیں۔ بھلا ایسی محبت دنیا سے کوئی دینی مقصد پا سکتا ہے اور کیا ایسے لوگوں کا وجود کچھ بھی نفع رساں ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔

(الحکم ۱۰ جولائی صفحہ ۲ سنہ ۱۹۰۳ء)

* * * *

جو خاک میں ملے اُسے ملتا ہے آشنا

ہر چیز میں خُدا کی ضیاء کا ظہور ہے — پر پھر بھی غافلوں سے وہ دلدار دور ہے
جو خاک میں ملے اُسے ملتا ہے آشنا — اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما
عاشق جو ہیں وہ یار کو مر مر کے پاتے ہیں — جب مر گئے تو اسکی طرف کھینچے جاتے ہیں
ناپاک زندگی ہے جو دوری میں کٹ گئی — دیوار زہد خشک کی آخر کو پھٹ گئی
زندہ وہی ہیں جو کہ خدا کے قریب ہیں — مقبول بن کے اسکے عزیز و حبیب ہیں

از مکرم مولانا احمد گل صاحب لاہور

(قسط ۲)

اے بے خبر بخدمت قرآں کمر ببند

✶ قرآن کریم کی جاذبیت

قرآن کریم کے اسلوب بیان میں ایسی فصاحت وبلاغت اور حلاوت وجاذبیت ہے کہ اس کے پڑھنے اور سننے سے دل اور دماغ دونوں متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے ؎

بہارِ جاوداں پیدا ہے اس کی ہر عبارت سے
نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اس سا کوئی بستاں ہے

اس کے قدرتی نغمہ اور ترنم سے انسان لطف اندوز ہو کر اپنے اوپر ایک وجد کی سی کیفیت پیدا کر لیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کفارِ مکہ چلا چلا کر کہتے تھے کہ لا تسمعوا لھٰذا القرآن والغوا فیہ لعلکم تغلبون (السجدہ: ۲۷) "اس قرآن کو مت سنو بلکہ اس کی تلاوت کے وقت شور وغل پیدا کر دو تاکہ تم اس طرح غالب آجاؤ۔"

یہ تو ان لوگوں کا حال ہے جو قرآن کے مخالف تھے اس کے دیکھنے اور سننے سے اس لئے خوف زدہ تھے کہ کہیں اس کا اثر ان پر اور ان کے بچوں پر نہ پڑ جائے لیکن جو لوگ اس پر ایمان لا کر اور اسے خدا کا کلام سمجھ کر پڑھتے اور سنتے ہیں ان کی کیفیت کو قرآن نے اس طرح ظاہر کیا ہے:-

"جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں اس کے پڑھنے سے ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں پھر ان کے چمڑے اور دل نرم ہو کر اللہ کے ذکر کی طرف جھک جاتے ہیں (اللہ کی ہدایت ہے) جس کے ذریعہ سے وہ جسکو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جسکو اللہ گمراہ قرار دے دیتا ہے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔" (الزمر: ۲۴)

لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک دفعہ قبولِ اسلام سے پہلے اس امر کا پختہ ارادہ کر لیا کہ حضرت رسول کریم صلعم کو قتل کر دیا جائے اور اس فتنہ کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا جائے۔ ایک دن اپنے اس ارادہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے گھر سے نکلتے ہیں۔ ہاتھ میں تلوار ہے اور چہرے سے پُر غیض وغضب کے آثار ہیں، راستہ میں کسی نے کہا کہ عمر، تم محمد (صلعم) کے پاس جانے سے پہلے اپنے بہنوئی اور بہن کے متعلق معلوم کر لو۔ وہ بھی اسلام قبول کر چکے ہیں۔ اس خبر سے ان کے غصے میں اور اضافہ ہو گیا آپ نے دونوں میاں بیوی کو اس قدر مارا پیٹا کہ وہ لہو لہان ہو گئے۔ اور ادھر خود بھی تھک گئے۔ جب غصہ دور ہوا تو بہن کو کہا کہ جو کچھ تم پڑھ رہے تھے وہ مجھے بھی سنائیں۔ جب پڑھا جانے والا کلام سنایا گیا تو وہ سورۃ طٰہٰ کا یہ حصہ تھا:-

"اے انسانِ کامل ہم نے تجھ پر قرآن اس لئے نازل نہیں کیا کہ تم ناکام رہو نہیں یہ تو ذکر ہے اس شخص کے لئے جو خوف کرتا ہے اور اس ذات کی طرف سے نازل ہوا ہے جس نے زمین کو اور بلند آسمانوں کو پیدا کیا ہے۔"

ان آیات کا سننا تھا کہ تمام غیض وغضب ختم ہو گیا۔ کدورتیں معدوم اور آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ ہاتھ سے تلوار گر گئی اور کہا امن ھٰذا فرت قریش۔ کیا قریش نے اس قرآن سے فرار اختیار کیا ہے۔ اس کے بعد رسول خدا صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر آغوشِ اسلام میں آ گئے۔

یہ ہے قرآن کریم کا اسلوب بیان اور اس کی جاذبیت کا اثر جس کے آگے پہاڑ جیسی مضبوط شخصیت بھی نہیں ٹھہر سکی۔ قرآن کے اس اثر کا اظہار اللہ تعالیٰ نے اس طرح کیا ہے۔

"اگر یہ قرآن ہم کسی پہاڑ پر اتارتے تو تو اسے دیکھتا کہ وہ (ادب) سے جھک جاتا اور اللہ تعالیٰ کے ڈر سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا۔ اور یہ باتیں جو ہم تجھ سے کہتے ہیں یہ سب انسانوں کے لئے ہیں تاکہ وہ سوچیں" (الحشر: ۲۲)

✶ رسول اللہ صلعم

حضرت رسول کریمؐ اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ اور بعد میں آنے والے بزرگان دین کی زندگی کے حالات جن لوگوں نے پڑھے ہیں انہیں معلوم ہے کہ کس طرح ان حضرات کو قرآن سے عشق تھا۔ قرآن پڑھتے وقت ان کی حالت کیا ہو جاتی تھی۔ حضرت ابن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مخاطب کر کے کہا کہ مجھے قرآن سناؤ میں نے حیران ہو کر کہا۔ یا رسولؐ اللہ میں آپؐ کو قرآن سناؤں حالانکہ قرآن آپؐ پر نازل ہوا ہے۔ آپؐ نے فرمایا میں دوسروں سے بھی سننا پسند کرتا ہوں۔ تب میں نے سورۃ النساء کو تلاوت کرنا شروع کیا۔ جب میں اس آیت پر پہنچا فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید وجئنا بک علیٰ ھٰؤلاء شھیدا یعنے "ہر امت سے ایک گواہ بلایا جائے گا کہ کہاں تک انہوں نے احکامِ الٰہی کو مان کر ان کی فرمانبرداری اختیار کی ہے اور آپؐ کو بھی اس امت پر بطور گواہ بلایا جائے گا۔"

تو آپؐ نے فرمایا۔ بس کرو اتنا ہی کافی ہے۔ جب میں نے آپؐ کی طرف دیکھا تو آپؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ (بخاری)

✶ صحابہ کرامؓ

آپؐ کے صحابہؓ میں بھی یہی عشق کارفرما تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے متعلق لکھا ہے کہ آپ قرآن کریم پڑھتے وقت زار و قطار روتے تھے یہاں تک کہ مشرکین مکہ نے آپ کو بلند آواز سے قرآن شریف کے پڑھنے سے روکنے کی کوشش کی کہ ہمارے بچوں اور عورتوں پر قرآن کے سننے سے اثر پڑتا ہے۔

حضور علیہ السلام آخری دنوں میں جب بیماری کی وجہ سے مسجد میں نہ جا سکے تو فرمایا کہ ابوبکر صدیق امامت کے فرائض سرانجام دیں۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ امامت کیسے کرا سکیں گے، وہ رقیق القلب ہیں۔ ان پر تو قرآن

(بقیہ صفحہ ۱۲ پر)

قرآن کریم کے فیوض و برکات کا سلسلہ قیامت تک جاری ہے

خطبہ جمعہ مورخہ ۶ جنوری ۱۹۸۴ء فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بمقام دارالسلام ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور ۱۶

تشہد و تعوذ اور سورۃ الواقعہ کی آیات ۷۵ تا ۸۷ " فلا اقسم بمواقع النجوم ----- ترجعونها ان کنتم صٰدقین ،، کی تلاوت کے بعد ان آیات کا ترجمہ اور تشریح بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:-

سورۃ الواقعہ کی ان آیات کا ترجمہ یہ ہے کہ " ایسا نہیں میں قرآن کے حصوں کے نزول کی قسم کھاتا ہوں اور اگر تم جانو تو یہ ایک بڑی بھاری قسم ہے۔ یقیناً یہ قرآن نفع پہنچانے والا ہے (اور) یہ محفوظ کتاب میں ہے۔ سوائے پاک لوگوں کے اسے کوئی نہیں چھوتا۔ یہ جہانوں کے رب کی طرف سے اتارا گیا ہے۔ تو کیا تم اس کلام کو جھوٹا قرار دیتے ہو اور اسے اپنا حصہ ٹھہراتے ہو کہ تم اسے جھٹلاتے ہو۔ تو کیوں نہیں ہوتا کہ جب (روح) گلے میں آ پہنچتی ہے اور تم اس وقت دیکھ رہے ہوتے ہو اور ہم تمہاری نسبت اس سے قریب تر ہیں لیکن تم نہیں دیکھتے۔ تو کیوں اگر تم کسی کے ماتحت نہیں اسے لوٹا نہیں دیتے اگر تم سچے ہو۔"

ترجمہ کے بعد ان آیات کی تشریح کے سلسلہ میں آپ نے فرمایا کہ ان آیات سے پہلے چند آیات میں جو " نحن خلقنٰکم فلولا تصدقون" سے شروع ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی ہستی پر انسان کی اپنی تخلیق، کھیتی باڑی سے مختلف چیزیں اُگانے، بادلوں سے پانی اتارنے اور درخت سے آگ پیدا کرنے کو بطور گواہ پیش کیا ہے۔ ان ساری مادی چیزوں کا تعلق انسان کی غذا اور زندگی سے ہے۔ ان کے پیدا کرنے پر انسان کو کوئی دسترس نہیں۔ نہ وہ اپنی تخلیق پر قدرت رکھتا ہے اور نہ وہ بیج اگانے، بادلوں سے پانی اتارنے اور درخت سے آگ پیدا کرنے پر قادر ہے۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے تصرف اور اس کے دستِ قدرت میں ہے ان ساری باتوں پر غور کرنے سے بھی انسان کو اللہ تعالیٰ کی ہستی پر شہادت مل جاتی ہے لیکن اس پر جو سب سے بڑھ کر اور یقینی شہادت ہے اس کا تعلق انسان کی روحانی زندگی سے ہے جس کا گہرا تعلق قرآن کریم سے ہے جو چشمۂ فیض ہے انسان کی رُوح کو سیراب کرنے اور اس کی نشو و نما۔ تربیت اور تکمیل کرنے کا اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں قرآن کے حصوں کے نزول کو گواہ ٹھہرایا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ بڑی بھاری قسم ہے اس لئے کہ اس سے بڑھ کر اور کوئی شہادت نہیں ہو سکتی۔ شہادت یا قسم یہ ہے کہ انہ لقرآن کریم۔ "یقیناً" یہ قرآن کریم ہے یعنی یہ قرآن وہ ہے جس کا فیض تا قیامت جاری رہے گا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن کا ہر لفظ نفع بخش ہے۔ اللہ تعالیٰ کا نام بھی کریم ہے اور آنحضرت صلعم کا نام بھی کریم ہے۔ اللہ اور اس کے رسول صلعم کے فیض اور سخاوت کی بھی کوئی انتہا نہیں اور اس قرآن کے فیوض کی بھی کوئی حد نہیں جو اللہ نے اپنے رسول پر اتارا۔

اور فرمایا انہ لقول رسول کریم۔ یہ رسول کا قول ہے جو نہایت سخی ہے۔ "وما ھو علی الغیب بضنین ،، غیب کے علوم پر اس کی سخاوت اور فیض کی وسعت کا کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا۔ آپ کے یہ فیض تا ابد جاری رہیں گے اور دنیا ان سے فائدہ اٹھاتی رہے گی۔ (حضرت صاحب فرماتے ہیں:-

این چشمۂ رواں کہ بخلق خدا دہم
یک قطرۂ زبحر کمالِ محمد است) (مرتب)

فتح مکہ کے دن کفار نے بھی یہ کہا کہ تو کریم ابن کریم ہے۔ اور یہ آپ کی شانِ کریمی ہی تھی کہ آپ نے لا تثریب علیکم الیوم فرما کر اپنے شدید ترین دشمنوں کو بھی جنہوں نے آپ اور آپ کے صحابہ کرام رض پر ظلم و ستم ڈھانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا تھا معاف کر دیا۔ یہ غیر معمولی کریمی اور سخاوت بھی قرآنی فیوض کا ہی نتیجہ تھی۔

قرآن کریم کے فیوض و برکات کے قیامت تک جاری رہنے پر دوسری شہادت یہ ہے کہ فی کتٰب مکنون یہ کتاب مکنون ہے یعنی اس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوگا۔ یہ دشمنوں کے حملوں اور منصوبوں سے ہمیشہ محفوظ رہے گی۔ انسانی ہاتھ اس میں کوئی ردّ و بدل نہیں کر سکیں گے۔ لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید جھوٹ اس کے آگے پیچھے سے اس پر حملہ آور نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ کتاب حکمت والے تعریف کئے گئے اللہ کی طرف سے اتاری گئی ہے۔ اللہ نے اس کی حفاظت کا خود وعدہ کر رکھا ہے۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔ ہم نے خود یہ ذکر (قرآن) اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ آج تک انسانی تصرف اس میں ایک زبر زیر تک تبدیل نہیں کر سکا اور یہ آج چودہ سو سال سے جوں کا توں موجود ہے۔

تیسری بات جو قرآن کریم کے متعلق بیان کی گئی ہے وہ ہے لا یمسہٗ الا المطھرون اسے سوائے پاک لوگوں کے کوئی نہیں چھو سکے گا۔ یعنی اس کی حکمتیں اور علوم و معارف صرف ان لوگوں پر کھلیں گے جن کے دل پاک ہیں۔ اس پر فکر و تدبر۔ عمل اور اس کی اشاعت کی توفیق بھی انہی لوگوں کو ملے گی جو پاک دل ہیں۔

میں آج آپ کی توجہ خاص طور پر اس بات کی طرف دلانا چاہتا ہوں۔ چھونا ظاہری معنوں کے لحاظ سے بھی ٹھیک ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا پاک کلام ہے اسے طہارت کی حالت میں ہی ہاتھ لگایا جائے لیکن اس کے معنی یہیں تک محدود نہیں اس کا حقیقی مفہوم یہی ہے کہ قرآن کریم الٰہی علوم و معارف کا ایک بیش بہا خزانہ ہے جس تک رسائی صرف انہی لوگوں کو ہو سکتی ہے جو ہر طرح کی آلائشوں اور نجاستوں سے پاک و صاف ہیں۔ ہمیں یہ بات خاص طور پر اپنے مدنظر رکھنی چاہیئے کہ ہمیں اس پر غور و فکر اور تدبر کرنے اور اس میں سے حکمت کے موتی تلاش کر کے دنیا کے سامنے پیش کرنے کی توفیق تب ہی

ملے گی جب ہم بحیثیت جماعت اپنے دلوں کو تمام غلاظتوں۔ آلائشوں اور نجاستوں سے پاک کرلیں گے کیونکہ ؎

کبھی نصرت نہیں ملتی در مولیٰ سے گندوں کو
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو

قرآن کریم کی اشاعت کو اگر ہم نے اپنا مقصد حیات بنانا ہے تو ہمیں یہی راستہ اختیار کرنا ہوگا۔

اس کے بعد فرمایا ہے "تنزیل من رب العلمین۔ یہ قرآن کسی انسان کا کلام نہیں بلکہ یہ اس رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جو تمام انسانوں کی جسمانی اور روحانی ربوبیت کرنیوالا ہے۔ اس نے اپنی صفت رحمانیت کے ماتحت اسے اتارا ہے۔ جیساکہ سورۃ الرحمٰن کی ابتدا میں فرمایا ہے" الرحمٰن علم القرآن" رحمٰن وہ ہے جس نے قرآن سکھایا۔ سب سے پہلی جماعت جس کو یہ قرآن سکھایا گیا صحابہ کرامؓ کی جماعت تھی جس کی کوششوں سے قرآن کریم محفوظ ہوا۔ اس کی تعلیم پھیلی اور اس کی اشاعت ہوئی یہ اسی لئے ممکن ہوا کہ وہ پاک اور مطہر لوگوں کی جماعت تھی ان کے ذریعے دنیا میں عظیم الشان انقلاب پیدا ہوا۔ قرآن کریم کے علوم و فیوض سے انسانوں کی روحانی اور دنیوی زندگیاں سنور گئیں۔

اسلام کی اشاعت کسی حکومت یا بادشاہ کی مرہونِ منت نہیں۔ دوسرے مذاہب کے دنیا میں پھیلنے کی وجوہات پر نظر ڈالیں تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیت کو فروغ اس وقت حاصل ہوا جب شاہ قسطنطین نے عیسائیت قبول کی اور الناس علیٰ دین ملوکہم کے مطابق رعایا نے بھی اپنے بادشاہ کا دین قبول کرلیا۔ بدھ مذہب اشوک کی کوششوں سے ہندوستان کی حدود سے نکل کر سری لنکا، چین، جاپان وغیرہ میں پھیلا۔ یہی کہانی دوسرے مذاہب کی بھی ہے لیکن اسلام درویش صفت اور مطہر اولیاء اللہ کے ذریعے پھیلا۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ آپ نے نبی کریم صلعم کے روضۂ مبارک پر حاضری دی تو آپ کو یہ حکم ملا کہ آپ ہندوستان چلے جائیں۔ چنانچہ آپ اس حکم کی تعمیل میں ہندوستان تشریف لے آئے اور اجمیر میں جہاں پرتھوی راج کی حکمرانی تھی فروکش ہو گئے اور اسلام کی تبلیغ کی۔ آہستہ آہستہ لوگوں کا رجوع آپ کی طرف ہوا اور اس کفرستان میں اسلام کا نور پھیلا۔

ہمارے اس زمانہ میں بھی ایک گاؤں کے رہنے والے کو ہی قرآن کا نور دنیا میں پھیلانے کی توفیق اللہ تعالےٰ کی طرف سے ملی۔ اس کے پاس بھی کوئی مادی قوت اور اقتدار نہ تھا۔ بلکہ ساری مادی قوتیں حتیٰ کہ خود مسلمان بھی آپ کے مخالف تھے۔ اس وقت بھی یہ سعادت امام وقت کے ذریعے آپ کی جماعت کو ہی حاصل ہوئی ہے۔ یہ ہمارے لئے بڑے فخر، عزت اور خوشی کا مقام ہے کہ یہ سعادت حضرت مسیح موعود کے خادموں کو نصیب ہوئی۔ دنیا میں جس انسان کی تفسیر کو اللہ نے قبولیت بخشی وہ بھی اسی جماعت کا فرد تھا اور ایک عظیم الشان مبلغ جو اسلام کا چراغ لے کر مغربی دنیا کی تاریکیوں میں پہنچا۔ وہ بھی اسی جماعت کا فرد تھا ہم اس پر جتنا بھی اللہ تعالےٰ کا شکر کریں کم ہے۔ لیکن ایسا قربانی کے بغیر ممکن ہی نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالےٰ نے قربانی کی روح بھی حضرت مسیح موعود کی جماعت میں پھونک دی ہے۔ مال کی قربانی انسانوں کے اندر سے نجاست کو دور کر دیتی ہے۔ جن لوگوں کے دلوں میں سے اللہ تعالےٰ مال کی محبت کو نکال کر اس کی بجائے دین کی محبت ان میں بھر دیتا ہے وہ بڑے خوش نصیب ہوتے ہیں کیونکہ دین کی خدمت سے بڑھ کر دوسرا کوئی احسن کام نہیں۔

اسی غرض سے اللہ تعالےٰ نے رسول کریم صلعم کو لوگوں سے ان کے اموال لینے کے متعلق فرمایا ہے خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم وتزکیھم بھا "صدقے کے طور پر تو ان سے ان کے مال لے تاکہ تو اس سے انہیں پاک اور صاف کرے۔ ایک دوسرے مقام پر حضرت نبی کریم کو اپنی ازواجِ مطہرات کو اس طرح مخاطب کرنے کا حکم ہوا ہے۔ یاایھا النبی قل لازواجک ان کنتن تردن الحیوٰۃ الدنیا وزینتھا فتعالین امتعکن واسرحکن سراحا جمیلا "اے نبی اپنی بیبیوں سے کہہ دو کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کو چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں سامان دوں اور پھر میں تمہیں اچھی طرح سے رخصت کردوں۔ یہ مال دنیا رجس اور نجس ہے اس لئے انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا۔ اللہ یہی چاہتا ہے کہ تم سے اے اہل بیت ناپاکی کو دور کردے اور تمہیں بالکل پاک صاف کردے۔ مال اور دنیا کی دولت کو ناپاکی کہا ہے اور آپ کو حکم دیا ہے کہ تمہارے دل میں مال کی محبت نہ ہو کیونکہ یہ رجس ہے اور یہ حقیقت ہے کہ مال کی محبت اور اللہ کی محبت دونوں ایک دل میں اکٹھی نہیں ہو سکتیں۔ اور نہ دل ہی پاک ہو سکتا ہے۔ جب دل پاک ہو جائے اس میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت سما جائے تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ ہم نے اس جلسہ سالانہ میں اللہ کے فضل۔ اس کی تائید۔ ایمان اور یقین اور قربانی کے بے مثال نظارے دیکھے ہیں۔ ہم اس کے لئے اللہ کے بہت شکر گذار ہیں۔ گنتی کے چند انسانوں نے تھوڑے سے وقت میں جو اتنا مال دے دیا یہ کوئی چھوٹی سی بات نہیں ہم نے حضرت صاحب کی آرزو کو کہ خدا کے دین کی اشاعت کے لئے اپنے مال قربان کرو بڑی مدت کے بعد اپنی آنکھوں سے کس شان کے ساتھ پورا ہوتے دیکھا ہے۔ کیا یہ مقام شکر نہیں ہے۔ جب تک دلوں میں الہیٰ مقصد کیلئے محبت۔ یقین اور ایمان نہ ہو ایسی قربانی کوئی نہیں کر سکتا۔ الحمدللہ رب العلمین۔

مال کے علاوہ دین کی خدمت کے لئے انسانوں کی بھی ضرورت ہوتی ہے مفسر اعظم حضرت مولانا محمد علی رح اور مبلغ اعظم حضرت خواجہ کمال الدینؒ اور آپ کے چند ساتھیوں نے اپنے آپ کو دین کی خدمت کے لئے وقف کر دیا اور اس کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ مال دار لوگ دنیا کی سیر و سیاحت اور اپنے کاروبار کی خاطر باہر جاتے ہیں لیکن قرآن اور اسلام کی اشاعت کے لئے باہر نکل جانا بہت بڑی بات ہے۔ دنیا کی زندگی فانی ہے اس کے بکھیڑوں۔ دھندوں اور جھمیلوں سے اپنی مختصر سی زندگی میں کوئی نجات حاصل نہیں کر سکتا۔ یہ اچانک ختم ہو جاتی ہے انسان کے خیال میں بھی نہیں ہوتا کہ اس کی آخری گھڑی اس کے کس قدر قریب ہے۔ حضرت ابوبکرؓ جب مدینہ گئے تو آپ کو ملیریا بخار

ہوگیا۔ بیماری کی شدت میں آپ یہ شعر پڑھ رہے تھے ؎

کل امرئ مصبح فی اھلہ
والموت ادنیٰ من شراک نعلہ

ترجمہ:۔ "ہر شخص کو اپنے گھر میں تیری صبح بخیر ہو، کہتے ہیں حالانکہ موت اس کی جوتی کے تسمے سے قریب ہوتی ہے۔"

موت کی اس گھڑی کے متعلق فرمایا ہے فلولا اذا بلغت الحلقوم وانتم حینئذ تنظرون ۔ ونحن اقرب الیہ منکم ولکن لا تبصرون ۔ فلولا ان کنتم غیر مدینین ترجعونھا ان کنتم صدقین ۔ توکیوں نہیں ہوتا کہ جب تمہاری روح گلے میں پہنچ جاتی ہے اور تم اس وقت دیکھ رہے ہوتے ہو (کہ تمہارا اس دنیا کو چھوڑنے کا وقت آپہنچا ہے) اور ہم تمہاری نسبت اس سے قریب تر ہوتے ہیں لیکن تم نہیں دیکھ سکتے گر تم سمجھتے ہو کہ تم کسی کے ماتحت نہیں ہو تو کیوں اپنی روح کو لوٹا نہیں دیتے اگر تم سچے ہو۔

تمام رشتہ دار، قریبی اور دوست چارپائی سے لگے بیٹھے ہوتے ہیں لیکن کوئی کچھ نہیں کرسکتا۔ دیکھتے دیکھتے مرنے والے کی روح پرواز کر جاتی ہے بس اس زندگی کا یہی انجام ہے۔

اس کے بعد تین گروہوں مقربین۔ اصحٰب الیمین اور مکذبین کا ذکر کیا گیا ہے اور ان کے انجام کے متعلق بتایا گیا ہے کہ مقربین اور اصحٰب الیمین تو راحت، رزق، نعمت والے باغوں اور سلامتی میں ہوں گے اور مکذبین کے لئے دوزخ میں جلنا اور کھولتے پانی کی مہمانی ہوگی۔

اسی ہفتے ہمیں بھی اپنے ایک عزیز بھائی ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب کی اچانک وفات کا حادثہ پیش آیا ہے۔ دن کو وہ اچھے بھلے اپنے گیانا کے دو شاگردوں کو پڑھا کر گئے۔ رات کو اطلاع ملی کہ وہ فوت ہو گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون زندگی کس قدر بے ثبات ہے۔ ہمیں اپنے بھائی کی جدائی کا بے حد صدمہ اور غم ہے۔ دین کے لئے آپ کی بڑی خدمات تھیں اور اس کے لئے آپ نے بڑی قربانیاں دیں۔ جب آپ کو لندن مشن کے لئے بھیجنے کا فیصلہ ہوا تو آپ اپنا سب کچھ چھوڑ کر چلے گئے۔ دو اڑھائی سال بڑی سختی اور مصیبت میں گذار کر مشن کو زندہ کیا۔ اپنے علم سے لوگوں کو متاثر کیا۔ اور بڑی جرأت اور جوانمردی سے وہاں دن گذارے۔ اللہ تعالےٰ آپ کی خطاؤں سے درگذر فرمائے اور آپ کو اپنے مقربین میں شامل کرے۔ آمین! اپنی وفات سے چند گھنٹے پہلے بھی وہ اپنا فرض ادا کر گئے۔ ان کی زندگی سے ہم سبق حاصل کرسکتے ہیں۔ انہوں نے جس نازک وقت میں اور جن مشکلات میں لندن مشن کو زندہ کیا میں خود اس کا عینی شاہد ہوں اللہ ان کی ان خدمات کو قبول فرمائے۔ آمین۔

فاروقی صاحب کے کتابچہ "مسنون دعائیں" میں یہ ایک بہت پیاری دعا ہے۔ آپ بھی اس کو یاد کرنے یا اس کا ترجمہ یاد کرنے کی کوشش کریں۔

دعا اور اس کا ترجمہ:۔

یا من لا تراہ العیون ولا تخالطہ الظنون ولا یصف الواصفون اجعل خیر عمری اٰخرہٗ وخیر عملی خواتمہٗ وخیر ایامی یوم القائک فیہ یا ولی الاسلام واھلہ ثبتنی بہ حتی القاک

ترجمہ:۔ "اے وہ جسے آنکھیں دیکھ نہیں سکتیں اور نہ جس کی ذات کی حقیقت کو لوگوں کے گمان پہنچ سکتے ہیں اور نہ جس کی تعریف کا حق تعریف کرنے والے ادا کر سکتے ہیں۔ میری عمر کے پچھلے حصہ کو اس کے پہلے حصہ سے بہتر بنا اور میرے ہر آخری عمل کو پہلے عمل سے بہتر بنا اور میرے ایام میں سے بہترین دن وہ ہو جس دن کہ میں تجھ سے ملوں۔ اے اسلام اور اہل اسلام کے کارساز مجھ کو اسلام پر ثابت قدم رکھ یہاں تک کہ میں تیری خدمت میں حاضر ہوں۔"

اللہ تعالےٰ ہمیں ایسے اعمال کی توفیق دے جن سے وہ راضی ہو۔

―――― ✱✱✱ ――――

اخبارِ احمدیہ

- حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ خیریت سے ہیں۔ احباب جماعت حضور کی صحت و عافیت والی لمبی زندگی کے لئے اپنی دعائیں جاری رکھیں۔
- ایڈیٹر پیغام صلح کو صدمہ:۔ مورخہ ۳۱ جنوری بروز منگل جناب احمد صادق صاحب کی والدہ جو پروفیسر خلیل الرحمٰن صاحب کی خوشدامن تھیں مختصر علالت کے بعد لاہور میں انتقال کر گئی ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ جلسہ سالانہ کے دنوں سے دارالسلام میں مقیم تھیں۔ اچانک خون کی قے ہوئی فوراً ہسپتال میں داخل کردیا گیا مگر وقت آخر آچکا تھا بہترین طبی امداد فراہم کرنے کے باوجود جانبر نہ ہوسکیں اور اللہ کو پیاری ہو گئیں۔ ع

بلانے والا ہے سب سے پیارا اُسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

مرحومہ بڑی صابر و شاکر خاتون تھیں سلسلہ کی فدائی تھیں۔ ہمیں اس صدمہ میں پروفیسر خلیل الرحمٰن صاحب، برادرم احمد صادق اور مرحومہ کے دیگر عزیزوں سے دلی ہمدردی ہے حضرت امیر ایدہ اللہ نے جنازہ پڑھایا اور دارالسلام کے قبرستان میں تدفین ہوئی اللہ تعالےٰ مرحومہ کے جنت میں درجات بلند فرمائے۔ آمین! بیرونی جماعتوں سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے،

- قرار دادِ تعزیت جماعت پشاور:۔ مورخہ ۲۰ جنوری بعد از نماز جمعہ جماعت پشاور کا ایک تعزیتی اجلاس منعقد ہوا جس میں ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب کی وفات کو ایک قومی نقصان قرار دیا گیا۔ نیز دعا کی گئی کہ اللہ تعالےٰ ان کی مغفرت فرمائے اور جنت میں درجات بلند فرمائے آمین!

مرحوم جماعت کے ایک مخلص، باہمت اور صاحب علم رکن تھے۔ بڑی مدلل اور مؤثر تقریر کرتے تھے۔ لندن مشن میں بطور امام کے آپ کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔ اللہ تعالےٰ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین!

―――― ✱✱✱ ――――

محترمہ رضیہ فاروقی صاحبہ، لندن۔

یہ اللہ کے سپاہی

چند سال گذرے یہی موسم سرما تھا اور میں انگلینڈ سے جلسہ سالانہ میں شمولیت کے لئے لاہور آئی ہوئی تھی۔ ایک دن انجمن کے دفتر واقعہ دارالسلام میں مجھے موجودہ حضرت امیر جناب ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب (جب وائس پریذیڈنٹ انجمن تھے) کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقعہ ملا۔ مجھے یو۔ کے جماعت کی طرف سے یہ درخواست ان کی خدمت میں پیش کرنی تھی کہ مرکز سے ایک صاحب کو بطور مبلغ و امام لندن مشن کے لئے بھیجا جائے۔ اس معاملے پر گفتگو ہو رہی تھی کہ ایک صاحب تشریف لائے مغربی لباس میں ملبوس۔ چہرے پر علاوہ ذہانت اور علم کی مخصوص آگاہی اور چمک کے ایک پرکشش مسکراہٹ چھائی ہوئی۔ حضرت امیر ایدہ اللہ نے تعارف کروایا کہ یہ ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب پی ایچ۔ ڈی ہیں۔ مجھے ان سے غائبانہ تعارف تو پہلے سے تھا۔ کیونکہ کچھ عرصہ تک وہ جرمنی میں وہاں کے ہمارے مشن سے متعلق رہے تھے اور ان کی قابلیت اور حسنِ انتظام کی تعریف سن چکی تھی دو چار باتوں کے بعد میں نے بے اختیار کہا کہ "لندن مشن کو تو آپ جیسے امام کی ضرورت ہے۔ آپ کو دنیاوی ایثار کر کے اس دینی خدمت کا بیڑہ اٹھا لینا چاہیئے۔" شاید وہ قبولیت کا وقت تھا کہ میری بات اسی سال پوری ہو گئی۔ اور جناب ڈاکٹر صاحب بطور امام لندن مشن مع چوہدری مسعود اختر صاحب بطور اسسٹنٹ امام کے لندن تشریف لے آئے۔ ہم لوگوں نے بہت شوق اور خوشی سے ان کا استقبال کیا۔ ان دنوں لندن مشن کی حالت بعض حضرات کی ریشہ دوانیوں اور مخالفت کی وجہ سے خاصی تشویشناک تھی۔ اسوقت جو مکان "احمدیہ ہاؤس" کے نام سے لندن کے مضافاتی علاقے ووکنگ نامی میں خریدا گیا تھا اس پر باوجود انجمن کی ملکیت کے اس کا مالکانہ قبضہ نہ تھا اور مخالف پارٹی نے اسکی اوپر کی منزل اور نچلی منزل میں سامنے کا ایک بڑا کمرہ اپنے طور پر کرایہ پر دیا ہوا تھا۔ بیچ کے دوسری طرف صرف ایک لمبا سا دالان جو بطور مسجد استعمال ہوتا تھا اور ایک پچھلا کمرہ مع ایک چھوٹے سے شیڈ کے ہمارے پاس تھا۔ اس پچھلے کمرے کی حالت اچھی نہ تھی۔ ایک تو اس میں دھوپ نہ آنے سے اندھیرا اور سیل تھی۔ دوسرے کوئی غسل خانہ اس سے ملحق نہ تھا۔ صرف ایک عام غسل خانہ جو نیچے تھا وہ سب کا مشترکہ تھا۔ یہ غسل خانہ یوں تو قابلِ استعمال تھا لیکن اس میں قباحت یہ تھی کہ سامنے کے بڑے کمرے میں رہنے والا ایک انگریز نہ صرف SITTING TENANT یعنی زندگی بھر یا خوشی سے جب تک چاہے رہنے والا کرایہ دار تھا بلکہ دو دھت شرابی تھا۔ بس وہی مثال تھی کہ ؎

"مسجد کے زیرِ سایہ خرابات چاہیئے"!

اوپر سے اس کو مخالف پارٹی کی خفیہ شہ بھی ملتی تھی وہ تو روزِ اول سے ہمیں آتا جاتا دیکھ نہ سکتا تھا۔ بس ہمارے امام و مبلغ کا آنا جلتی آگ پر تیل کا کام کر گیا۔

ان حالات میں ہماری جماعت کے بعض افراد نے ڈاکٹر صاحب سے عرض کی کہ وقتی طور پر آپ دونوں کسی جماعت کے ممبر کے پاس قیام فرمالیں مگر ڈاکٹر صاحب موصوف تو اللہ سے سودا کر کے مقابلے کا عزم بالجزم کر کے آئے تھے فرمانے لگے کہ ہم تو انجمن کے حکم پر اسکے گھر اور حقوق کی حفاظت کرنے آئے ہیں اس مشن گھر میں ہی رہیں گے اور یہیں سے کام کریں گے چنانچہ اس پچھلے کمرے میں دونوں کے پلنگ اور بستر لگا دیئے گئے۔ کھانا پکانے کو مسجد کے دالان والی طرف ایک باورچی خانہ تھا اور اس میں جماعت کی طرف سے ضروری برتن رکھے ہوئے اور ایک ککر لگا ہوا تھا۔ وہاں ان دونوں کے لئے کھانا پکانے کا بندوبست ہو گیا۔ ان کے کمرے میں بجلی کا ہیٹر لگا دیا گیا لیکن مسعود اختر صاحب نے دوسرے دن ہی اپنا بستر مسجد میں لے آئے۔ مسجد میں ہی داخلے کے دروازے کے قریب ڈاکٹر صاحب کی لکھائی پڑھائی کا میز تھا۔ مگر ڈاکٹر صاحب اسی پچھلے کمرے میں جمے رہے کہ ہم چھوڑ دیں گے تو دوسرے موقعہ پاکر اس پر بھی قبضہ کر لیں گے۔ اب شروع ہوا ان کا مجاہدہ اور جہاد۔

مخالف پارٹی نے تنگ اور عاجز کرنے کو کیا نہیں کیا۔ بجلی کاٹ دی ٹیلی فون کا سلسلہ بند کر دیا۔ گیس بند کر دی۔ سب سے بڑھ کر اس شرابی انگریز کا رویہ تھا۔ مسجد کے کمرے کی طرف آنا جانا۔ باورچی خانے کا استعمال کرنا سب دوبھر کر دیا۔ آہٹ سنتے ہی کمرے سے نکل کر نشے میں چور راستہ روک کر آکھڑا ہوتا تھا اور جو اول جول منہ میں آتے بولنا شروع کر دیتا تھا۔ مرنے مارنے پر اتر آتا تھا۔ اور غسل خانہ جانا تو اس نے ناممکن کر دیا نلکا کھلنے کی آواز سنتے ہی بھوت کی طرح آموجود ہوتا تھا۔ ایک تو بوڑھا آدمی اوپر سے نشے میں چور کوئی عقلی دلیل دینی یا کلام کرنا تو تھا ہی بے سود۔ ڈاکٹر صاحب بعض اوقات تنگ آمد بجنگ آمد کے مصداق کچھ جواب دینا بھی چاہتے تھے تو ہم سب روکتے تھے کہ بلا تھا اٹھایا تو کہیں جا لیے جا چوٹ آگئی تو اور ایک مصیبت کھڑی ہو جائے گی۔

چودھری مسعود اختر صاحب تو چند ماہ بعد ہی گھبرا گئے اور ان کو واپس محمود اپنے گھر ہمارے پاس لے آئے۔ رہے ڈاکٹر صاحب تو ایک سچے مجاہد کی طرح وہ ان ناگفتہ بہ حالات میں پہاڑ کی طرح مضبوط جمے رہے۔ حد یہ کہ اس غسل خانہ میں جانا چھوڑ دیا اور گھر سے باہر تقریباً دو تین فرلانگ پر ایک پبلک باتھ روم تھا وہاں جانے لگے۔ دھن ہے ان کی ہمت

اور حوصلہ کہ یخ بستہ سردی ہو۔ برفباری ہو رہی ہو۔ طوفان بپا ہو وہ گھر سے نکل کر وہاں جاتے تھے۔ کھانا پکانے کا یہ بندوبست کیا کہ چونکہ گیس اور بجلی کا اعتبار نہ رہا کہ جانے کب دشمن بند کر دیں تو ایک مٹی کے تیل کا چولہا ان کے لئے مہیا کر دیا گیا اور وہ کمرے کے ساتھ والے شیڈ میں اسکو رکھ کر کھانا تیار کرنے لگے۔ خوش قسمتی سے اس شیڈ میں ایک نلکا اور سنک لگا ہوا تھا بس گھر پر گذارا کر لیا۔ لیکن ایک سچے اور بہادر سپاہی کی طرح اپنی جگہ نہ چھوڑی۔ اور وہ بھی تن تنہا۔ ان پر انگریزی کا یہ فقرہ صادق آتا تھا کہ :-

HE WAS HOLDING THE FORT ALL ALONE

یعنی "وہ جانباز سپاہی جو تن تنہا قلعہ پر قبضہ کئے جا رہا تھا"

یا بے اختیار علامہ اقبال کا یہ شعر یاد آتا تھا کہ ؎

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

یہ خدمتِ دین کی دھن اور اپنے عہد کا پاس تھا جو ان سے یہ والہانہ مقابلہ کروا رہا تھا۔ ورنہ ہما شما کے بس کی تو یہ بات نہ تھی۔ اور پھر اس بے چینی اور دانتا کل کل کے درمیان وہ اپنے تبلیغی کام سے ایک پل بھی غافل نہ ہوئے۔ تقریر و تحریر اور تصنیف و تالیف بھی چلتی رہی۔ تبلیغی خط و کتابت کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ یہ اسی خط و کتابت کا نتیجہ تھا کہ ہماری نومسلم بہن عطیہ لاکیئر کا ڈاکٹر صاحب موصوف سے تعارف ہوا اور وہ جلد ہی ڈاکٹر صاحب کی تبلیغ سے متاثر ہو کر ان کے دستِ حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہو گئیں۔ الحمدللہ۔

غیور ایسے تھے کہ اگر لیکچر دینے یا کسی میٹنگ میں تشریف لے جاتے تھے اور اپنے پاس نقد دام کم ہوتے تھے تو کیا مجال کسی پر ظاہر کریں یا کسی سے موٹر میں لفٹ مانگیں کچھ پیدل چل کر کچھ "ستی" سے ستی سواری پکڑ کر واپس آ جاتے تھے اور کتنا ہی زور دو منت کرو کسی طرح کسی کے گھر شب باشی کے لئے تیار نہ ہوتے تھے۔ بس رات اپنے اسی شکستہ ٹھکانے پر آ کر گذارتے تھے۔

باہمت ایسے اور اللہ پر بھروسہ اتنا کرتے تھے کہ جب وقت آیا تو اپنی آنکھ کے آپریشن کے لئے چپ چاپ جا کر ہسپتال میں داخل ہو گئے اور آپریشن کروا لیا۔ بعد میں جب ہم لوگوں کو علم ہوا تو سب وہاں پہنچے اور گلہ کیا کہ آپ نے کسی کو اطلاع نہ دی فرمانے لگے کہ "میں اپنی ذات کے لئے کسی کو تکلیف نہیں دینا چاہتا تھا" ہسپتال سے نکلنے پر سب کے اصرار کے باوجود کہ کچھ دن ہم میں سے کسی کے گھر قیام فرمائیں نہ مانے بمشکل سے یہ منظور کر لیا کہ ایک دیکی ممبر کے گھر سے چند روز تک ان کے لئے کھانا آ جایا کرے۔

مجھے نہیں یاد کہ ان کے قیام انگلینڈ کے دوران میں ایک آدھ دن بھی بے فکری کا گزرا ہو۔ متواتر ایک کے بعد دوسری مشکلات لندن مشن کے راستے میں کھڑی کی گئیں اور ڈاکٹر صاحب بڑا ہی اسی حوصلے اور صبر سے روز اول سے لے کر آخر تک اس شکستہ گھر میں مخالفوں کے درمیان گھرے اپنا دینی کام سرانجام دیتے رہے اور وہیں سے رخصت ہو کر وطن واپس آ گئے۔

غالباً اللہ کو ان کا یہ مجاہدہ ایسا پسند آیا کہ اسکے بعد جلد ہی یو۔ کے جماعت کی بے سروسامانی اور پریشانی ایک حد تک دور ہو گئی۔ اور پھر خدا نے ایک نیا ٹھکانہ بھی مہیا کر دیا۔ جو موجودہ لندن مشن کے گھر کی رسم افتتاح پر تقریباً دو سال قبل دوسرے بزرگانِ دین کے ساتھ یو۔ کے جماعت کے اصرار پر ڈاکٹر صاحب موصوف کو بھی شمولیت کی دعوت دی گئی اور ہم سب کو بہت خوشی ہوئی جب وہ دوبارہ وہاں ہمارے درمیان تشریف لائے۔ اب کی دفعہ ان کا قیام مختصر تھا اور ہمارے دل نہ بھرے تھے کہ وہ چلے گئے۔ لیکن ان کے پہلے قیام کا دور جو گذرا اس کی یادیں پرانی بے شک ہو جائیں گی مگر کبھی صفحۂ دل سے محو نہ ہوں گی۔

ڈاکٹر صاحب کا ہمیشہ مسکراتا روشن چہرہ، ہم لوگوں کو دیکھ کر ان کا مشفقانہ خوشی سے آگے بڑھ کر ملنا۔ اور پھر پچھلے دو سالانہ جلسوں پر ان کی فاضلانہ اور پُرکشش موثر تقریریں اور ان کا آخری دل میں اتر جانے والا خطبۂ جمعہ بھلانے پر بھی نہ بھولنے والے اور نہ مٹنے والے نقش ہیں۔

جب میں جناب ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب اور اپنی چھوٹی سی جماعت کے ایسے ہی دوسرے عزم بالجزم رکھنے والے صاحبِ عزم سپاہیوں کا تصور کرتی ہوں جنھوں نے ہر طرح کی مخالفت اور مشکلات میں دین کو دنیا پر مقدم کیا اور اسلام کا نام بلند رکھا تو میری زبان پر یہ شعر آ جاتا ہے کہ ؎

یہ غازی یہ تیرے پُراسرار بندے
جنھیں تُو نے بخشا ہے ذوقِ خُدائی

افسوس کہ میں بدقسمتی سے ڈاکٹر صاحب موصوف کے آخری دیئے ہوئے کھانے پر اپنی مجبوری سے حاضر نہ ہو سکی اور دوسرے دن ہی ان کو اپنے رب کا بلاوا آ گیا۔ اور وہ ہمیشہ کے لئے ہم سے جُدا ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اپنی ندامت اور مجبوری کا اظہار اب میں اپنے ٹوٹے پھوٹے قلم سے کر رہی ہوں۔ اللہ تعالےٰ ان کو اپنے قرب اور اپنی رحمت کے سائے میں اپنے پہلے گئے ہوئے رفیقوں کے ساتھ آسودہ فرمائے۔ آمین۔

--- *** ---

عبدالرؤف

ایک عاشق قرآن اور صاحب کشف و الہام بزرگ

(قسط ۲)

قبولیتِ دعا کا یہ ایک بہت بڑا نشان ہے جو مولوی صاحب کی منتخب کردہ جگہ پر ہی ایک عظیم الشان مسجد کی شکل میں منڈی میں کھڑی، وڈ پراز دیادِ ایمان کے لئے تا ابد موجود رہیگا۔ آپ جب کبھی ادھر سے گذرتے تو مسجد کے منتظم کے پاس بیٹھ کر خدا کا شکر ادا کیا کرتے۔ چوہدری حیدر ہنس کر کہتا کہ قبلہ! یہ مسجد بھی آپ ہی کی ہے آ کر اس میں نماز ادا کیا کریں۔

جماعتِ احمدیہ کی ترقی و استحکام کے لئے دعائیں

جماعت کی ترقی و استحکام کے لئے بڑے درد سے دعائیں کرتے تھے اور یہ انہیں دعاؤں کا کرشمہ ہے کہ ۱۹۷۴ء کے خوفناک ترین ابتلا اور موجودہ مشکل حالات کے باوجود بفضلہٖ تعالیٰ جماعت زندہ اور متحد و مضبوط اور فعال و مستحکم ہے (اور جلسہ سالانہ ۸۳ء اس کا ایک منہ بولتا ثبوت ہے)

ربوہ کی جماعت کے دوست مولوی صاحب کا بڑا احترام کرتے تھے اور ان کے کئی افرادِ جماعت نے قرآن شریف پڑھنا انہیں سے سیکھا تھا۔ عمر کے آخری بیس برس آپ نے بالکل انقطاع الی اللہ کی زندگی گذاری۔ گھروں میں قرآن کریم پڑھانے اور ترجمہ سکھانے کے لئے جایا کرتے تھے۔ اسی بنا پر اکثر غیر احمدی احباب اپنے باپ کی طرح ان کی عزت کیا کرتے تھے اور مجھے کہا کرتے تھے کہ ان کے جنازہ میں شمولیت کی سعادت حاصل کرنے میں ہماری مدد کرنا۔ مطلب یہ تھا کہ ہمیں بھی اطلاع دی جائے کم وقت اور مرحوم کی میّت باہر سے منڈی بہاؤالدین میں لے جانے اور بارش کے باوجود ان کے اکثر غیر احمدی عقیدت مندوں نے ان کی نماز جنازہ احمدی امام کے پیچھے ادا کی۔ چونکہ طویل عرصہ کی خشک سالی کے بعد یہ پہلی بارش تھی اس لئے غیر احمدی دوستوں نے مرحوم پر اس بارش کو اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت سے موسوم کیا۔

مرکز سے لگاؤ

مرکز سے انہیں خاص لگاؤ تھا۔ فرمایا کرتے تھے کہ میرا دل وہاں دھڑکتا ہے۔ مرکز کی جانب سے ہر تحریک پر بڑی بشاشت سے لبیک کہا کرتے تھے اور ہمیشہ اوّلون کی صف میں رہنا پسند کرتے تھے۔ مرکز کے کارکنوں سے اتنا پیار تھا کہ جب تک جلسہ سالانہ میں شمولیت کے قابل رہے ہر دوست کے لئے حسب توفیق دلپسند تحائف لاتے رہے۔ کبھی اکیلے جلسہ میں نہ آتے بلکہ ہمیشہ دو چار آدمیوں کو اپنے خرچ پر ساتھ لاتے تھے۔

انتہائی دلیر اور شجاع انسان تھے۔ حق کی خاطر باطل سے ٹکر لے جاتے تھے اپنے احمدی ہونے پر فخر کرتے اور اللہ تعالیٰ کا انعام سمجھتے کہ اس نے زمانہ کے امام کی شناخت اور اس کی جماعت میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔ آپ لومۃ لائم کی پرواہ نہ کیا کرتے تھے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک کے پُرخطر دنوں میں کہیں پڑھانے جا رہے تھے کہ راستہ میں کسی نے ٹوکا۔ آپ نے حضرت اقدس کا یہ شعر بلند آواز سے اُسے سنا کر خاموش کر دیا۔

> بکارِ دیں نہ ترسم از جہانے + کہ دارم رنگِ ایمانِ محمدؐ
>
> نداشد در رہش ہر ذرۂ من + کہ دیدم حسنِ پنہانِ محمدؐ

ان کی اس دلیری نے شورش پسندوں پر یہ اثر ڈالا کہ انہوں نے سمجھ لیا کہ "یہ دیوانہ خود مرنے کے لئے نکلا پھرتا ہے تاکہ کوئی اُسے مار دے۔ اور شہر میں فوج آ کر باقی ماندہ احمدیوں کی جان بچائے لہٰذا اس پر کوئی ہاتھ نہ اٹھائے"۔ گویا ع

> ہے سرِ راہ پر بٹھائے وہ جو ہے مولا کریم

احمدیہ لٹریچر سے محبت،

احمدیہ لٹریچر سے محبت جنون کی حد تک پہنچی ہوئی تھی۔ کوئی چار پانچ من وزن کے پیغام صلح (فائل مکمل نامکمل) اور دیگر رسائل وغیرہ حفاظت کی غرض سے لکڑی کی سات بڑی پیٹیوں میں راقم الحروف سے محفوظ کرا کے رکھ دیئے حالانکہ مرکز نے مرحوم کے ایک رجسٹری خط کے جواب میں پرانے اخبارات کو جلا کر دریا برد کرنے کی انہیں شرعی نقطہ نظر سے اجازت دیدی تھی۔

دینی غیرت،

۳۰-۱۹۲۹ء کا زمانہ تھا۔ تحصیل پھالیہ کی تعلیمی پسماندگی، جہالت اور غربت سے عیسائی پادری پورا پورا فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے تھے۔ مسلم کاشت کار ور مبدہ معاشی لحاظ سے ہندوؤں کے بھی محتاج تھے مگر ان کی مذہب پر اتنی توجہ نہ تھی مولوی صاحب عیسائیوں کی سرگرمیوں سے باخبر رہنے کی کوشش کرتے تھے۔ ایک دفعہ انہیں اطلاع ملی کہ فلاں گاؤں کے نمبردار کا بی۔ اے پاس بیٹا نیا نیا عیسائی ہوا ہے اور پادری اسے شہر شہر لئے پھرتے ہیں۔ اس روز اپنے اعزاز میں عیسائیوں کی جانب سے دی جانے والی پارٹی میں عیسائیت پر اس نے تقریر کرنا تھی اور بتانا تھا کہ میں نے "اسلام چھوڑ کر عیسائیت کیوں قبول کی ہے؟" مولوی صاحب یہ سن کر دل آزردہ ہوئے مگر دو ساتھیوں کو لے کر اس کی تقریر سننے کے لئے چلے گئے۔ ان کے دونوں ساتھی تو بیٹھنے کی جگہ یا موافق ماحول نہ پا کر واپس چلے آئے مگر مولوی صاحب عیسائیوں کی بیٹھک کی دہلیز پر بیٹھ گئے۔ تقریر کے آخر پر مولوی صاحب نے سوالات کی اجازت مانگی جو نہ ملی۔ نمبردار کے لڑکے کا نام و پتہ وغیرہ پوچھ کر ان کے گاؤں میں اس کے باپ کے پاس چلے گئے۔ چھ سات میل کی کچی سڑک پر پرانے زمانہ کی بگھی میں سفر کرنے سے راستہ ہی میں بیمار ہو گئے۔ رمضان شریف کا مہینہ تھا۔ گاؤں پہنچ کر پتہ چلا کہ نمبردار اپنے ڈیرہ پر چلا گیا ہوا ہے۔ وہاں سے دو میل دور پگڈنڈیوں پر گرتے پڑتے نمبردار کے ڈیرہ پر پہنچے اور اسے ساری کہانی سنائی۔ نمبردار کے علم میں اس سے پہلے

(باقی)

صرف اتنی بات تھی کہ اس کا لڑکا عیسائیوں سے دوستی رکھتا ہے۔ مولوی صاحب نے ہمزدار سے باقی ماندہ کنبہ کو اپنے لڑکے کے بداثر سے بچاتے رکھنے کا وعدہ لے لیا۔ اور گاؤں کے امام مسجد کی ڈیوٹی لگا دی کہ ان کا خیال رکھے اور ان سے اپنی دکان کا پتہ دے دیا۔ خدا تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ ہے کہ تین برس بعد ہی اس لڑکے پر سے عیسائیت کا بھوت اتر گیا اور وہ دوبارہ مسلمان ہو گیا۔ دراصل وہ ملازمت کے لالچ۔ فراخی اور کشادگی نیز بے حجاب اور طرار عیسائی لڑکیوں سے متاثر ہو کر اپنا ایمان گنوا بیٹھا تھا۔

دُوسرا واقعہ

دوسرا واقعہ بھی اسی قسم کا ہے۔ منڈی بہاؤالدین سے ایک ملحقہ گاؤں کھیوہ ہے۔ غریب گاؤں تھا۔ ایک کاشت کار کا لڑکا جسے گانے بجانے کا شوق تھا مقامی ہندو بنیے کی معرفت آریہ سماجیوں کے ہتھے چڑھ گیا۔ ہندوؤں نے اس کی بڑی خدمت کی، آواز اچھی تھی اسے مستقل طور پر بھجن گانے والی منڈلی میں جگہ مل گئی۔ یہ جب بھی اپنے رشتہ داروں کو ملنے کے لئے گاؤں جاتا اس کے ٹھاٹھ باٹھ سے وہ لوگ بڑے متاثر ہوتے اور اسے واپس چھوڑنے کے لئے شہر میں اس طرح آتے کہ یہ اچھے لباس وضع قطع میں آگے آگے ہوتا اور اس کے پیچھے پیچھے اس کے غریب رشتہ دار (اور عورتیں) پھٹے پرانے لباس اور ٹوٹی ہوئی جوتیوں میں آ رہے ہوتے تھے۔ چند مرتبہ یہ دلخراش منظر دیکھنے سے مولوی صاحب پر حقیقت حال واضح ہوئی اور آپ نے فوراً وہاں کے چند با حمیت لوگوں سے رابطہ پیدا کر کے وہاں کے امام مسجد کی یہ ڈیوٹی لگا دی کہ وہ اس نئے کھتری کا یہ اثر اس کے غریب رشتہ داروں پر نہ پڑنے دے۔ چنانچہ اس کے بعد پھر ایسا منظر کبھی دیکھنے میں نہ آیا۔

اسلام کا پیغام پہنچانے کی تڑپ

منڈی بہاؤالدین کی آبادی کلیتہً ہندوؤں اور سکھوں پر مشتمل تھی۔ شہر میں مسلمانوں کی کھانے پینے کی صرف چند دکانیں تھیں اور اتفاق کی بات یہ ہے کہ یہ سب بازار اسٹیشن والے حصہ میں تھے یا بزازوں کی دکانوں پر چند درزی آڑھتیوں کے پلے دار اور دھوبی وغیرہ مسلمان تھے۔ جو شام ہونے پر اپنے اپنے قریبی دیہات میں چلے جاتے تھے۔ یہاں کے ہندوؤں اور سکھوں کے گمان میں بھی نہ تھا کہ یہاں پر کوئی مسلمان برسر عام اسلام کا پیغام پہنچانے کی مجنونانہ حرکت کر سکتا ہے مگر یہ سعادت بھی جماعتِ احمدیہ لاہور کے اس شجاع اور دلیر غیرت مند انسان کے حصہ میں آئی کہ اس نے قلندرانہ جرأت سے کام لے کر "اسلام کا پیغام نوع انسان کے نام" کے موضوع پر ہندوؤں کے شہر میں بازار ہی کے ایک حصہ میں جلسہ کرنے کا اعلان کرا دیا۔ راقم الحروف کو اچھی طرح یاد ہے کہ جب میں اور میرا ساتھی ٹین بجا بجا کر ہندوؤں اور سکھوں کے محلوں میں انہیں جلسہ میں شامل ہونے کی دعوت دیتے پھر رہے تھے تو ہندو سکھ ہمارے منہ کی طرف حیرانی سے دیکھتے تھے۔ ہوا یوں کہ جماعت احمدیہ فریق قادیان کے ایک ریٹائرڈ مشنری مبلغ مولانا غلام رسول راجیکی اپنے گاؤں کی طرف آتے جاتے مولوی صاحب کے پاس ہی آرام کیا کرتے تھے اس روز بھی وہ اپنے شاگرد کے ہمراہ ٹھہرے ہوئے تھے کہ والد صاحب کی تجویز پر تقریر کا پروگرام بن گیا۔ پہلے تو مولانا راجیکی صاحب نے خالصتہً ہندو آبادی کے شہر میں اس تجویز پر عمل کرنے کا متوقع نتیجہ بتایا جس کا اثر غریب مسلمانوں پر ہونے کا احتمال تھا مگر پھر اللہ کے بھروسے پر وہ بھی آمادہ ہو گئے۔ بعد شام آٹھ بجے جلسہ ہونا تھا۔ والد صاحب کے پاس اپنی تین دکانیں تھیں انہیں وقت سے پہلے بند کر کے آگے دریں پھیلا کر پیچھے بنچ اس طرح رکھ دیئے کہ کوئی آزادانہ شرارت نہ کر سکے۔ پہلے تو ہندوؤں اور سکھوں نے آ کر ڈرایا دھمکایا مگر سب کو ہنس ہنس کر جواب دیتے رہے اس کے ساتھ ہی انہوں نے دور اندیشی سے کام لے کر سرکاری نامزد ممبر کمیٹی جناب صوفی محمد الدین صاحب ایڈیٹر رسالہ صوفی کو جلسہ کی صدارت کے لئے آمادہ کر لیا۔ اس لئے ہندوؤں۔ سکھوں کو تھانے کی جانب دوڑنے کا کوئی فائدہ نہ ہوا۔ جب دھمکی کارگر نہ ہوئی تو کہنے لگے جلسہ کے لئے یہ جگہ تنگ ہے، ساری آبادی جلسہ سننے کے لئے آ رہی ہے غلہ منڈی میں جلسہ کرو مگر والد صاحب نے ان کے اصل مقصد کو بھانپ کر جگہ کی تبدیلی مناسب نہ سمجھی۔ جلسہ ہوا اور خوب ہوا۔ کوئی چار پانچ سو کی حاضری تھی۔ سامعین میں ہندو سکھ بھی شامل تھے۔ منڈی بہاؤالدین کے در و دیوار نے پہلی بار ایک احمدی کی زبان سے نوعِ انسانی کے نام اسلام کا پیغام سنا۔ مولانا راجیکی نے اپنے مضمون کو اس خوبی سے نبھایا کہ غیر مسلم تعلیم یافتہ طبقہ عش عش کر اٹھا۔ آپ نے دلائل سے ثابت کیا کہ تمام مذاہب اپنے وقت پر سچے ہونے کے باوجود مٹی کے ایک دیئے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور اب اسلام کا سورج نکل آنے کے بعد سب کو اپنے اپنے دیئے بجھا کر اس سورج سے فائدہ اٹھانا چاہیئے کیونکہ کوئی باہوش آدمی دن کی روشنی میں دیا جلائے رکھنے کی حماقت نہیں کرتا۔

دوسرا جلسہ:

اسی طرح ایک دفعہ حضرت مولانا صدرالدین صاحب (امیر قوم) کو بلا کر غلہ منڈی میں "اسلام دینِ فطرت ہے" کے موضوع پر تقریر کرائی۔ حضرت مولانا نے بھی دینِ فطرت کی ایسی لطیف پیرایہ میں تشریح فرمائی کہ ہر ایک ذرّہ سے لے کر انسان تک کی فطرت کے قوانین کی پابندی پر ایسے طریق سے روشنی ڈالی کہ غیر مسلم بھی علانیہ کہنے لگے کہ پھر تو ہم بھی مسلمان ہیں اور آپ کے مولوی صاحب نے ہمارا مسلمان ہونا دلائل سے ثابت کر دیا ہے۔ یہ جلسہ بھی بڑا کامیاب رہا۔ آخر کار قرآن اور رسول کا یہ سچا عاشق اور امام زماں کی برکات کا حقیقی وارث ۹۰ برس کی عمر میں اللہ کو پیارا ہو گیا۔

اے خدا بر تربتِ او بارشِ رحمت ببار
داخلش کن از کمالِ فضل در بیت النعیم

— ✻ ✻ ✻ —

اظہارِ تشکر

ہم حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی شفقت اور اپنے دیگر تمام بھائیوں اور بہنوں کی اس ہمدردی اور غمگساری کے لئے نہایت ممنون و مشکور ہیں جس کا اظہار انہوں نے ہماری والدہ کی وفات کے موقع پر ہم سے کیا اور تعزیت کے لئے باہر سے آنے والے ہمارے مہمانوں کی بڑے خلوص اور محبت سے دیکھ بھال اور خاطر تواضع کی۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو ہمارے اس صدمہ اور غم میں شرکت کے لئے جزائے خیر دے۔ آمین۔ ہمارے لئے چونکہ سب کا علیحدہ علیحدہ شکریہ ادا کرنا ممکن نہیں اس لئے ہمیں امید ہے کہ اخبار کے ذریعہ ہمارا اس اظہار تشکر کو وہ قبول فرما لیں گے۔

(احمد صادق۔ محمد صادق۔ عطا الرحمٰن)

از قلم: مکرم میاں نصیر احمد فاروقی صاحب لاہور

درس قرآن ـــ سبق نمبر ۵۶

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قُلِ اللّٰھُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِکَ الْخَیْرُ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ تُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّھَارِ وَ تُوْلِجُ النَّھَارَ فِی الَّیْلِ وَ تُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَ تُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَ تَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ۝

ترجمہ:۔ کہو اے اللہ ملک کے مالک تو جس کو چاہتا ہے ملک دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ملک لے لیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے تیرے ہاتھ میں تو بھلائی (ہی) ہے۔ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ تو رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور تو مردہ سے زندہ کو نکالتا ہے اور زندہ سے مردہ کو نکالتا ہے اور تو جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔ (آل عمران۳-۲۵-۲۶)

یہ زمین اور آسمان جس نے پیدا کئے ہیں ظاہر ہے کہ وہی اُن کا مالک ہے۔ اور جو مالک ہوتا ہے وہی اصل حاکم ہوتا ہے۔ انسان تو اس دُنیا میں ماں کے پیٹ سے خالی ہاتھ آتا ہے اور خالی ہاتھ قبر میں جا لیٹتا ہے۔ مگر یہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو پس پردہ ہے اور انسان بظاہر زمین پر حکومت کرتا نظر آتا ہے؟ قرآن حکیم بھی عجیب کتاب ہے، کہ ہر ضروری سوال کا جواب دیتا ہے۔ واذ قال ربّك للملٰئکة انی جاعلٌ فی الارض خلیفة (البقرۃ۲-۳۰) "اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں"۔ اور یہ حضرت انسان ہیں۔ تو انسان کو یہ نہیں بھولنا چاہیئے کہ وہ اصل بادشاہ کا محض خلیفہ ہے۔ اور خلیفہ جب اپنے بادشاہ کے حکم کے ماتحت نہ چلے یا نااہل ثابت ہو تو بادشاہ ایسے خلیفہ سے ملک لے لیتا ہے۔ اور تاریخ گواہ ہے کہ بڑے بڑے شہنشاہ اور پریذیڈنٹ اور وزیر اعظم اپنی حکومت کھو بیٹھتے ہیں اور ہرگز، ہرگز اپنی مرضی سے نہیں گئے۔ تو کوئی اور حاکم اعلیٰ ہے جس نے ایسا کیا۔ اللہ تعالیٰ کے مالک الملک ہونے کا یہی ثبوت ہے کہ وہ جب چاہتا ہے، جسے چاہتا ہے حکومت دے دیتا ہے، اور جب چاہتا ہے جس سے چاہتا ہے حکومت لے لیتا ہے۔

پھر فرمایا وتعزّ من تشآء وتذلّ من تشآء تُو جسے چاہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہے ذلیل کرتا ہے۔ حکومت یا بادشاہت میں سب میں زیادہ کشش عزت اور نام و نمود کی ہوتی ہے۔ تو فرمایا کہ یہ ضروری نہیں کہ تم بادشاہ یا صدر یا وزیر اعظم یا وزیر بن جاؤ تو عزّت تمہیں نصیب ہوگی۔ بلکہ میں نے تو دیکھا ہے کہ اچھا خاصہ عزت والا آدمی ہوتا ہے مگر جہاں وزیر اعظم بنا تو شروع شروع میں تو لوگ سلام کرتے اور گلے میں ہار ڈالتے اور نعرے لگاتے ہیں مگر جلد ہی وہ اپنی پہلی تھوڑی بہت عزت کھو کر لوگوں کے اعتراضوں اور عیب جوئی کا نشانہ بن کر اپنی عزت کھو بیٹھتا ہے اور بعض دفعہ ذلیل ہو کر وزارت سے علیحدہ کر دیا جاتا ہے یا الیکشن میں بُری طرح ہار کر اور رُسوا ہو کر گھر آ بیٹھتا ہے اور بعض تو قید خانوں میں جاتے اور پھانسی تک دے دیئے جاتے ہیں۔ ہاں جو بادشاہ یا صدر یا وزیر اچھے کام کرتے ہیں اور اپنا گھر بھرنے کی کوشش نہیں کرتے بلکہ ملک و قوم کی بے نفسی سے خدمت کرتے ہیں تو وہ عزّت بھی پاتے ہیں۔ اسی لئے اگر آج کی آیت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلیل کرے تو ساتھ ہی فرمایا بیدك الخیر تیرے ہاتھ میں تو بھلائی ہی ہے۔ اِس لئے اگر اللہ تعالیٰ کسی انسان یا قوم کو حکومت دیتا ہے تو اس کی بھلائی کے لئے ایسا کرتا ہے مگر اگر وہ انسان یا قوم ہی بدیوں میں پڑ جائے اور خدا کی باغی ہو جائے تو اگر اللہ تعالیٰ اس سے حکومت لے لیتا ہے تو یہ بھی اُسکی رعایا کی بھلائی کے لئے کرتا ہے ورنہ بدکار اور ظالم حاکم سے رعایا سخت دُکھی ہوتی ہے۔

اگلے الفاظ ہیں انّك علیٰ کلّ شیءٍ قدیر بے شک تو ہر بات پر قدرت رکھتا ہے۔ جب کوئی انسان یا قوم حاکم ہو تو وہ سمجھتی ہے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے، مگر نہ تو وہ حکومت باقی رکھنے میں قدرت رکھتی ہے اور نہ اپنی عزت قائم کرنے میں۔ اللہ تعالیٰ کے علیٰ کلّ شیءٍ قدیر کا نظارہ ہم نے اپنی آنکھوں سے اس ملک پاکستان کے بننے میں دیکھا کہ بعض مسلمان نہ صرف اقلیت یعنے MINORITY تھے بلکہ کمزور اور بے ساز و سامان تھے۔ ہندو جو بھاری اکثریت میں تھے پاکستان بننے کے خلاف تھے اور انہوں نے کہا تھا کہ ہماری لاشوں پر سے پاکستان لینا۔ سکھ جو طاقتور اور جنگ جُو قوم تھی وہ لوگ بھی پاکستان کے خلاف تلواریں نکال کر کھڑے ہو گئے تھے۔ خود حاکم قوم یعنے انگریز پاکستان کے خلاف تھے۔ تمام دُنیا کی پبلک OPINION یعنے رائے ہندوؤں اور انگریزوں کے پروپیگنڈہ سے متاثر ہو کر پاکستان کے خلاف تھی۔ خود مسلمانوں کا ایک حصہ جو نیشنلسٹ مسلمان کہلاتے تھے پاکستان کے خلاف تھے مگر اللہ تعالیٰ جس کے ہاتھ میں بھلائی ہی بھلائی ہے اُس نے اس برصغیر میں اسلام اور مسلمانوں کے فائدہ کے لئے جو چاہا کیا اور اس کی خبر پہلے سے اپنے نیک بندوں کو دے بھی دی تھی اور پاکستان اُن تمام اور شدید مخالفتوں کے باوجود بن گیا۔ بے شک اللہ تعالیٰ علیٰ کلّ شیءٍ قدیر ہے۔

اگلی آیت یُوں ہے تولج الّیل فی النّھار وتولج النّھار فی الّیل و تخرج الحیّ من المیّت وتخرج المیّت من الحیّ وترزق من تشاء بغیر حساب یعنے تُو رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں

داخل کرتا ہے اور تو مردہ سے زندہ کو نکالتا ہے اور زندہ سے مردہ کو نکالتا ہے اور تو جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔ جن باتوں کا یہاں ذکر ہے وہ روز ہماری آنکھوں کے آگے ہوتی ہیں مگر ہم ان کے بارہ میں کبھی سوچتے نہیں کہ کس کے عمل دخل کو صاف بتا رہی ہیں۔ رات چھائی ہوئی ہو تو خدا کے سوا کون ہے جو رات کو ہٹا کر دن کو لے آئے؟ رات میں انسان بالکل بیکار ہو جاتا ہے یا کم سے کم اس کی کارکردگی پہ اثر پڑتا ہے اور جب دن چڑھا ہوتا ہے اور انسان کام کاج میں مستعدی سے لگا ہوتا ہے اور دولت کما رہا ہوتا ہے تو وہ نہیں چاہتا کہ رات آئے مگر کون ہے جو رات کو آنے سے روک سکتا ہے؟ اسی طرح انسان اور حیوان اور نباتات موت یعنے نیست سے ہست یعنے زندگی پا رہے ہوتے ہیں اور زندگی پہ موت بھی آ رہی ہوتی ہے اور یہ چیزیں اہم ترین ہیں مگر انسان بالکل بے بس ہے۔ موت اور زندگی کے ذکر سے مجھے یاد آیا کہ انسان کے جسم میں ہر آن اس کے CELLS (خلیئے) مر رہے ہوتے ہیں اور نئے پیدا ہو رہے ہوتے ہیں یہاں تک کہ تین سال کے اندر انسان کا جسم بالکل نیا ہو جاتا ہے۔ تو موت اور زندگی کا سلسلہ انسان کے اپنے اندر ہر آن جاری ہے۔ اسی طرح تمام نسل انسانی ہر قسم کا رزق زیادہ سے زیادہ اور بہتر سے بہتر ملنے کے لئے ہر آن کوشش میں لگی ہوتی ہے۔ مگر انسان اپنی طاقت یا بس سے رزق کو زیادہ یا بہتر نہیں کر سکتا۔ یہاں یہ بتا دوں کہ رزق کے معنے خالی کھانے پینے کی چیزوں کے نہیں بلکہ جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ سے انسان کو ملتا ہے وہ رزق ہے اور اس میں دولت نمبر ۱ ہے۔ پر کون ہے جو اپنی مرضی سے جو چاہے کما سکتا ہے؟ اور میرا ساری عمر کا تجربہ ہے کہ جن کو دولت کے انبار ملتے ہیں وہ اکثر نہ تو دنیاوی قابلیت اور نہ عقل کے معاملہ میں دوسروں سے بڑھ کر ہوتے ہیں۔ واقعی اللہ جس کو چاہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

تو اس ظاہری مظاہرہ کا ذکر باطنی باتوں کو سمجھانے کے لئے فرمایا۔ آپ کو یاد ہو گا کہ اس سے پہلی آیت میں فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ جو اصل مالک ہے ملک کا وہ جس کو چاہے ملک کا حاکم بنا دیتا ہے۔ حکومت اگر افراد کو ملتی ہے تو قوموں کو بھی آزادی مل کر اپنی حکومت خود کرنے کو ملتی ہے۔ تو یہاں فرمایا کہ آزادی یا حکومت ملنے پر خوش ہو کر خدا کو نہ بھول جانا۔ نہ صرف یہ کہ حکومت یا آزادی مل کر کھوئی جا سکتی ہے بلکہ مصیبتوں کا آنا جانا جس کو رات اور دن سے تشبیہ ہے وہ اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت میں ہے۔ وہ بطور سزا یا بطور امتحان مصائب اور تکلیفوں کو تم پر لا سکتا ہے۔ اگر آ جائیں تو توبہ استغفار کرو اور صبر و استقامت کا نمونہ دکھاؤ کہ وہ رات کو لاتا ہے تو لے بھی جاتا ہے اسی طرح غلامی میں صدیوں رہنے سے قوم مردہ ہو جاتی ہے تو گھبراؤ مت اور صبر اور محنت سے کام کرو اور خدا سے التجا کرو تو وہ مردہ کو زندہ کر دیتا ہے۔ اسی طرح اگرچہ آزادی اور اپنی حکومت مل بھی جائے اور مصیبتوں اور تکالیف کی رات نہ بھی چھائی ہو تو بھی اگر رزق میں تنگی ہو تو بھی زندگی اجیرن ہو جاتی ہے۔ رزق کے معنی خالی کھانا پینا نہیں بلکہ دولت اور تمام نعمتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ سے انسانوں کو ملتی ہیں۔ انہیں پا کر ہی آزادی یا اپنی حکومت کا مزہ آتا ہے۔ مگر یہ سب کچھ مل کر یعنے آزادی، اپنی حکومت، عزت، زندہ قوم اور باافراط رزق، انسان خدا سے غافل ہو جاتا ہے حالانکہ ہم سے پہلے بھی اس نے قوموں کو اگر یہ چیزیں دیں تو ان کی ناشکری یا بدعملی یا خدا سے باغی ہو جانے پر اُن سے لے بھی لیں۔ نسلِ انسانی کی تمام تاریخ اس کی گواہ ہے۔ اس لئے ان نعمتوں کو پا کر خدا سے غافل ہو جانا یا بدعملیوں میں پڑ جانا یا خدا سے باغی ہو جانا جس طرح پہلی قوموں کو تباہ کرتا رہا ہم کو بھی کر سکتا ہے۔

آج کی آیات کا ایک اور پہلو بھی ہے جس کا موجودہ زمانہ سے خاص تعلق ہے اور وہ میں انشاء اللہ اگلے درس میں عرض کروں گا۔

اعتذار

—— از قلم نصیر احمد فاروقی

قارئین کرام نے جہاں میرے درس قرآن حکیم کے سلسلہ کو بے حد پسند فرمایا ہے اور اس کا اظہار براہِ راست یا بالواسطہ فرمایا ہے وہاں کتابت یا طباعت کی بعض خامیوں کی طرف بھی توجہ دلائی ہے۔ میں ان کا مشکور ہوں۔ میری شروع سے انتہائی کوشش رہی ہے کہ یہ درس القرآن پاک کتابت یا طباعت کی خامیوں سے بھی پاک ہوں۔ بعض غلطیوں سے میرا مفہوم ہی قارئین کے سمجھ نہ آنے کا امکان ہے اور بعض غلطیوں سے تو مفہوم ہی بدل جاتا ہے۔ بعض قدردانوں کے اصرار پر میں ان درسوں کی پہلی جلد (مشتمل بہ سورۃ فاتحہ اور سورۃ بقرۃ) کتابی شکل میں بھی چھپوانے لگا ہوں۔ مگر وہاں بھی (میرے پروف ریڈنگ کے باوجود) کتابت کی ہی غلطیاں یا سہو میرا دل توڑ رہے ہیں۔ بدقسمتی سے بے عیب کتابت میسر نہیں آ رہی ہے قارئین کرام میری مدد دعا سے فرمائیں۔ پچھلے دو درس (۵۳ و ۵۴) میں جو غلطیاں میں نے ایک سرسری نگاہ میں نوٹس کی ہیں وہ درج ذیل ہیں۔ جو اصحاب ان درسوں کو اخبار سے نکال کر اپنی فائل بنا رہے ہیں (جیسا کہ انہوں نے مجھے بتایا ہے) وہ مہربانی کر کے اصلاح فرما لیں۔

درس نمبر ۵۳

صفحہ نمبر	کالم نمبر	متن کی سطر نمبر	غلط	صحیح
اوّل	اوّل	۵	اُمَّةُ	اُمَّۃً
اوّل	اوّل	۶	زَيْغٌ	زَيْغٌ
اوّل	اوّل	۷	تَاوِيْلِه	تَاوِيْلِهٖ ج
اوّل	اوّل	۷	تَاوِيْلَهٗ ج	تَاوِيْلَهٗٓ ج
اوّل	اوّل	۷	اللّٰهُ	اللّٰهُ م
اوّل	اوّل	۹	رَبَّنَا	رَبَّنَا ج
دوم	اوّل	۲۱	تو وہ	تو اُنکے اصل معنے اس وقت کُھل کر وہ

(درس قرآن سبق ۵۴)

صفحہ	کالم	متن کی سطر نمبر	غلط	صحیح
اوّل	اوّل	۲۸	کرز جس	کرنا جس
دوم	اوّل	۱۷	ایندھن نہیں	ایندھن نہیں
دوم	اوّل	۲۵	اس لفظ	اس لئے لفظ

نوٹ: میں نے صفحات نمبر ہر درس کے اپنے لئے ہیں نہ کہ اخبار کے،

(بقیہ صفحہ ۲ سے آگے)

شریف کے پڑھنے سے رونا غالب آجاتا ہے۔

احادیث میں ام ایمن کا ذکر آتا ہے جنھیں حضرت آمنہ کے پاس رہنے کا موقع ملا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضانت و تربیت زیادہ تر انہیں سے متعلق تھی۔ جب آپؐ نے انتقال فرمایا تو وہ بہت رنجیدہ ہوئیں اور رو نے لگیں حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ ان کے سمجھانے پر بولیں۔ یہ تو مجھے معلوم تھا کہ رسول اللہ صلعم سے مفارقت ہوگی لیکن میں تو اس امر پر روتی ہوں کہ اب ہم سے آسمانی وحی (قرآن) کے نزول کا سلسلہ ہمیشہ کے لئے منقطع ہو گیا ہے۔

یہ تھے آپ کے صحابہ اور صحابیات جو جذبۂ ایمان اور شوق قرآن سے سرشار تھے۔ قرآن نے ان کے اس جذبہ کو اس طرح بیان کیا ہے۔

"جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل خوشی سے وجد میں آجاتے ہیں اور جب ان پر اللہ کی آیات (قرآن) پڑھی جاتی ہیں تو وہ ان کے ایمان میں اضافہ کرتی ہیں۔" (الانفال: ۳)

اسلامی تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ مکہ کے ابتدائی ایام میں جبکہ قریش کے مقابلہ میں مسلمانوں کی تعداد صرف چند افراد پر مشتمل تھی۔ رسول اللہ صلعم کے سوا اور کسی میں علانیہ تلاوت قرآن کی جرأت نہیں کی جاتی تھی۔ ایک روز مسلمانوں کی اس قلیل جماعت نے سوچا کہ قریش نے اب تک بلند آواز سے قرآن نہیں سنا انہیں سنایا جائے لیکن کون سنا سکے گا؟ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے آگے بڑھ کر اپنے آپ کو پیش کیا اس پر کہا گیا کہ اس کام کے لئے ایک ایسا شخص درکار ہے جس کا خاندان وسیع ہو تاکہ وہ کفار کے دست ستم سے محفوظ رہے یہ سن کر عبداللہ نے جوش ایمان سے فرمایا:

"مجھے چھوڑ دو! اللہ میرا محافظ ہے۔"

دوسرے دن اسی جگہ پہنچے جہاں مشرکین قریش جمع تھے۔ اور وہاں آپ نے بلند آواز سے قرآن کی تلاوت فرمائی۔ تمام مجمع غیض و غضب سے مشتعل ہو کر ان پر ٹوٹ پڑا اور اس قدر مارا کہ منہ سوج گیا۔ مشرکین مارتے مارتے تھک گئے لیکن ان کی زبان اللہ کا کلام سناتی رہی۔

صلحائے امت

صحابہ کرامؓ کے زمانہ کے بعد بھی یہی نظارہ نظر آتا ہے۔ جن لوگوں نے حضرت مسیح موعود کی سوانح حیات کو پڑھا ہے ان پر یہ امر واضح ہے کہ جب آپ نے والد بزرگوار کے ارشاد پر سیالکوٹ میں ملازمت اختیار کر لی۔ یہ زمانہ آپ کی جوانی کا تھا (جبکہ ایسے زمانے میں ایک نوجوان دنیا کی لالچ میں پڑ کر اس کے حصول کے لئے تگ و دو کرتا ہے) مگر قرآن سے عشق ہے۔ کچہری میں اپنا فرض منصبی ادا کرنے کے بعد واپس آکر اگر کوئی کام یا مشغلہ ہے تو صرف قرآن کی تلاوت کا۔ اگر بیٹھے ہیں تو قرآن پڑھ رہے ہیں اگر چل رہے ہیں یا ٹہل رہے ہیں تو قرآن کا ورد زبان پر ہے اور اس کے ساتھ ساتھ آنکھوں سے آنسو بھی جاری ہیں۔ یہ سب کچھ اس لئے کہ آپ کو قرآن سے عشق تھا۔ اور یہی قرآن کے عشق کا نظارہ ہم امت کے تمام صلحا اور اہل اللہ کی زندگیوں میں دیکھتے ہیں جیسا کہ حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں:-

آں ہمہ را بود فرقاں راہبرے
ہر یکے زاں در شدہ ہمچو درے

"یہ قرآن، ان تمام برگزیدہ لوگوں کی راہنمائی کا ذریعہ ہے جنھوں نے اسکے دروازے سے گذر کر گراں قدر موتی کی شکل اختیار کر لی ہے۔"

اسی مفہوم کو دوسری جگہ اس طرح ادا کیا ہے۔

زعشاق فرقان و پیغمبریم + بدیں آمدیم و بدیں بگذریم

"ہم اس گروہ سے تعلق رکھتے ہیں جنھوں نے اپنے نبی سے اور قرآن سے عشق پیدا کر رکھا ہے۔ ہماری زندگی اسی طرح گذری ہے اور آئندہ بھی اسی حالت پر رہ کر گزرے گی۔"

پھر قرآن کے دلکش حسن پر اپنی خوشی کا اظہار ان الفاظ میں فرماتے ہیں:-

صد بار رقص ہا کنم از خرمی اگر
بینم کہ حسن دلکش فرقاں نہاں نماند

اگر میں قرآن کے دلکش حسن کو دیکھ لوں کہ وہ نمایاں ہو کر انسانی دنیا پر جلوہ فگن ہو گیا ہے تو اس خوشی میں بارہا رقص انداز ہو کر اپنے دلی جذبات کا اظہار کرنے لگوں۔

یہ ہے قرآن کریم کی وہ جاذبیت اور اس کا اثر جو اس نے اپنے پڑھنے اور سننے والوں پر چھوڑا ہے۔

باقی آئندہ

جماعت کی شیرازہ بندی اطاعت امیر میں ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

"جس نے میری اطاعت کی (بہ صحیح معنوں میں) اس نے اللہ تبارک و تعالےٰ کی اطاعت کی اور جس نے میری فرمانبرداری نہ کی (وہ میری ہی نہیں بلکہ) اللہ تعالےٰ کی فرمانبرداری سے بھی دست کش ہو گیا جس نے امیر قوم کی فرمانبرداری کی گویا اس نے میری فرمانبرداری کی اور جس نے امیر کی فرمانبرداری سے انکار کیا (یقیناً) وہ میری فرمانبرداری سے نکل گیا۔ لاریب امیر بمنزلہ ڈھال کے ہے جس کی قیادت میں قتال (یا اعلائے کلمۃ اللہ) کیا جاتا ہے اور اسی کی قیادت میں ہر قسم کا بچاؤ حاصل ہوتا ہے پس اگر وہ تقویٰ اللہ کا اور عدل و انصاف کا حکم کرے تو اس کے (امیر کے) لئے بہت بڑا اجر ہے۔ اگر تقویٰ اللہ اور عدل و انصاف کے سوا حکم کرے تو گناہ کا مرتکب ہوگا۔"

باہتمام الجدہ پرنٹرز اردو بازار سے چھپوا کر پبلشر ناصر احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔ (چیف ایڈیٹر: ڈاکٹر اللہ بخش)
ہفت روزہ پیغام صلح لاہور مورخہ ۸ فروری ۱۹۸۴ء جلد ۷۱ شمارہ ۶

رجسٹرڈ ایل ۸۳۸۰
تار کا پتہ - تبلیغ
فون - ۵۲۷۳۷

مدیر اعزازی
پروفیسر خلیل الرحمٰن

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید
و پائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد
دُنیا میں ایک نذیر آیا پر دُنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دیگا
الہامات حضرت مسیح موعود

نائب مدیر
عبدالرؤف کھوکھر

سالانہ چندہ
پاک و ہند سے — تیس روپے
بیرونی ممالک سے — ۱۰ پونڈ (علاوہ محصولڈاک)

جلد :- ۷۱ | یوم چہار شنبہ ۱۲ جمادی الاوّل سنہ ۱۴۰۴ھ مطابق ۱۵ فروری سنہ ۱۹۸۴ء | شمارہ : ۷

ارشادات حضرت مجدد صد چہاردہم

خدا اس جماعت کو ایسی قوم بنانا چاہتا ہے جس کے نمونہ سے لوگوں کو خدا یاد آئے

میں تو بہت دعا کرتا ہوں کہ میری سب جماعت ان لوگوں میں ہو جائے جو خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔ اور نماز پر قائم رہتے ہیں اور رات کو اٹھ کر زمین پر گرتے ہیں اور روتے ہیں اور خدا کے فرائض کو ضائع نہیں کرتے اور بخیل اور ممسک اور غافل اور دنیا کے کیڑے نہیں ہیں۔ اور میں اُمید رکھتا ہوں کہ یہ میری دعائیں خدا قبول کریگا اور مجھے دکھائیگا کہ اپنے پیچھے میں ایسے لوگوں کو چھوڑتا ہوں لیکن وہ لوگ جن کی آنکھیں زنا کرتی ہیں اور جن کے دل پاخانہ سے بدتر ہیں اور جن کو مرنا ہرگز یاد نہیں ہے میں اور میرا خدا ان سے بیزار ہیں۔ میں بہت خوش ہوں گا اگر ایسے لوگ اس پیوند کو قطع کرلیں کیونکہ خدا اس جماعت کو ایک ایسی قوم بنانا چاہتا ہے جس کے نمونہ سے لوگوں کو خدا یاد آوے اور جو تقویٰ اور طہارت کے اول درجہ پر قائم ہوں اور جنہوں نے درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم رکھا ہو۔ لیکن وہ مفسد لوگ جو میرے ہاتھ کے نیچے ہاتھ رکھکر اور یہ کہہ کر کہ ہم نے دین کو دنیا پر مقدم کیا پھر وہ اپنے گھروں میں جاکر ایسے مفاسد میں مشغول ہو جائیں کہ صرف دنیا ہی دنیا ان کے دلوں میں ہوتی ہے اور نہ ان کی نظر پاک ہے اور نہ ان کے ہاتھ سے کوئی نیکی ہوتی ہے اور نہ ان کے پیر کسی نیک کام کے لئے حرکت کرتے ہیں۔ اور وہ اس چوہے کی طرح ہیں جو تاریکی میں ہی پرورش پاتا ہے اور اسی میں رہتا اور اسی میں مرتا ہے۔ وہ آسمان پر ہمارے سلسلہ میں سے کاٹے گئے ہیں۔ وہ عبث کہتے ہیں کہ ہم اس جماعت میں داخل ہیں کیونکہ آسمان پر وہ داخل نہیں سمجھے جاتے۔

جو شخص میری اس وصیت کو نہیں مانتا کہ درحقیقت وہ دین کو دنیا پر مقدم کرے اور درحقیقت ایک پاک انقلاب اس کی ہستی پر آجائے اور درحقیقت وہ پاک دل اور پاک ارادہ ہو جائے اور پلیدی اور حرام کاری کا تمام چولہ اپنے بدن پر سے پھینک دے اور نوع انسان کا ہمدرد اور خدا کا سچا تابعدار ہو جائے اور اپنی تمام خود روی کو الوداع کہہ کر میرے پیچھے ہو لے۔ میں اس شخص کو اس کتے سے مشابہت دیتا ہوں جو ایسی جگہ سے الگ نہیں ہوتا جہاں مردار پھینکا جاتا ہے۔ اور جہاں سڑے گلے مُردوں کی لاشیں ہوتی ہیں۔

کیا میں اس بات کا محتاج ہوں کہ وہ لوگ زبان سے میرے ساتھ ہوں اور اس طرح پر دیکھنے کے لئے ایک جماعت ہو۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر تمام لوگ مجھے چھوڑ دیں اور ایک بھی میرے ساتھ نہ رہے تو میرا خدا میرے لئے ایک اور قوم پیدا کر دے گا جو صدق اور وفا میں ان سے بہتر ہوگی۔ یہ آسمانی کشش کام کر رہی ہے جو نیک دل لوگ میری طرف دوڑتے ہیں۔ کوئی نہیں جو آسمانی کشش کو روک سکے ؛

(تذکرۃ الشہادتین ص۶۹)

مکرم جناب مولانا احمد گل صاحب، لاہور، قسط ۳

اے بے خبر بخدمتِ قرآں کمر ببند

٭ تلاوتِ قرآن

"تلاوتِ قرآن جس کے معنی امام راغب نے قرآن کی پوری پوری پیروی کرنا" کے لکھے ہیں۔ اس پیروی کے دو الگ الگ رنگ ہیں، ایک ظاہری اور دوسرا باطنی۔ قرآن کے ظاہری آداب کو اگر ملحوظ رکھا جائے تو پھر اس کے باطنی حقائق و معارف کی تہہ تک پہنچنا آسان ہو جاتا ہے۔ ظاہری آداب کیا ہیں؟ ملاحظہ فرمائیں:

٭ پاکیزگی،

تلاوت سے پہلے پاکیزگی اور صفائی کا خاص خیال رکھنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لا یمسہ الا المطھرون (الواقعہ: ۷۹) "قرآن کو وہی لوگ چھوتے ہیں جو پاک صاف ہوتے ہیں"۔

قرآن کے چھونے کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ اس کے علوم معارف اور حقائق و دقائق، صرف ان لوگوں پر کھلتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں پاک باز اور صاف ستھرے ہوتے ہیں۔ دوسرے معنی کے لحاظ سے اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ قرآن کو وہی لوگ چھوئیں جو پاک صاف ہوں۔ ہاتھوں اور جسم پر آلودگی اور جنابت و غلاظت کی حالت اور عورتوں کے ایام مخصوصہ۔ یہ ایسے مواقع ہیں جن میں قرآن کے چھونے سے منع کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ تلاوت کرنے والے کے خیالات و جذبات اور تلاوت کی جانے والی جگہ بھی پاک صاف ہونی چاہیئے۔ پاکیزگی کے بارہ میں ارشاد ہے الطھور شطر الایمان پاکیزگی ایمان کا ایک حصہ ہے (مشکوٰۃ)

٭ ماحول

جسم کی پاکیزگی کے ساتھ ساتھ تلاوت کے لئے ماحول کا بھی صاف اور ستھرا ہونا ضروری ہے۔ شور و غل، کھیل کود، لہو و لعب۔ گانا بجانا وغیرہ، یہ ایسی چیزیں ہیں جن کی وجہ سے تلاوت میں خلل پیدا ہو کر حاصل ہونے والے مقصد سے توجہ ہٹ سکتی ہے جس کے نتیجہ میں برکات و افضال سے پوری طرح فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا اسی لئے فرمایا واذا قرئ القرآن فاستمعوا وانصتوا لعلکم ترحمون (الاعراف ۲۰۵) "اور (اے لوگو!) جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو سنا کرو اور چپ رہا کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے"۔

اس آیت کے اس حکم میں دو قسم کے لوگوں کو خطاب ہے،

۱۔ وہ لوگ جو تلاوت کرنے والے کی تلاوت کو سن رہے ہوں۔

۲۔ وہ جو شخص خود تلاوت کر رہے ہوں۔

تو فرمایا کہ جو لوگ تلاوت سن رہے ہیں۔ وہ قرآن کو توجہ سے سنیں اور خاموش رہیں تاکہ تلاوت کرنے والے کی توجہ کسی دوسری طرف منعطف نہ ہونے پائے۔ اور جو لوگ خود تلاوت کر رہے ہیں ان کے متعلق یہ ہدایت دی گئی ہے کہ تلاوت کرنے سے پہلے وہ پُرسکون ماحول کو دیکھ لیا کریں تاکہ ان کی توجہ پوری طرح تلاوت قرآن پر قائم رہ سکے؛

٭ استعاذہ

جسم اور ماحول کی پاکیزگی کے بعد جب قرآن کی تلاوت شروع کی جائے تو شروع کرنے سے پہلے استعاذہ یعنے اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم کا پڑھنا ضروری ہے۔ جس طرح مال و متاع اور دوسری قیمتی اشیاء کی حفاظت اور دیکھ بھال کی جاتی ہے انہیں دشمن کے دست و برد سے بچایا جاتا ہے بعینہٖ اسی طرح ایک مسلمان کے لئے جبکہ قرآن سب چیزوں سے بڑھ کر عزیز ہے اسکے فیوض و برکات کے حصول پر شیطان کے حملے کو روکنے کے لئے اعوذ باللہ کا پڑھنا ضروری ہے۔ فرمایا فاذا قرأت القرآن فاستعذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ (النحل ۹۸) "جب تو قرآن پڑھنے لگے تو مردود شیطان کے شر سے محفوظ رہنے کے لئے اللہ کی پناہ مانگ لیا کر"۔

٭ تسمیہ

حضرت نبی کریم صلعم کی ایک حدیث ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ ہر نیک اور فائدہ مند کام کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع کرنا چاہیئے تاکہ وہ کام حصولِ برکت کا موجب بن سکے۔ ورنہ اس میں ظاہرًا یا غیر مرئی طور پر کسی نہ کسی رنگ میں نقص پیدا ہو جانے کا شائبہ ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کریم میں جس قدر سورتیں ہیں ہر سورت کے شروع میں بسم اللہ کا نزول ہوا ہے۔ تو اس سے ہمیں اس امر کا اشارہ ملتا ہے کہ قرآن پڑھتے وقت بار بار اللہ تعالیٰ سے مدد اور برکت طلب کی جائے تاکہ تلاوت کرنے والا اس روحانی غذا سے پورے طور پر فائدہ حاصل کر سکے جس کی اسے ضرورت ہے۔ آپؐ نے اس روحانی غذا کے علاوہ مادی اور جسمانی غذا کے کھانے پر بھی بسم اللہ پڑھنے کا ارشاد فرمایا ہے اذا اکل احدکم فلیذکر اسم اللہ تعالیٰ۔ (ابوداؤد) "تم میں سے کوئی جب کھانا کھانے لگے تو اللہ کا ذکر یعنے بسم اللہ پڑھ لیا کرے"۔

الغرض قرآن مجید جو کہ ایک اعلےٰ درجہ کی روحانی غذا ہے اسکی تلاوت سے پہلے بسم اللہ کا پڑھنا بہت ضروری ہے۔

٭ خوش الحانی

قرآن کی تلاوت کے آداب میں سے ایک ادب یہ بھی ہے کہ اسے خوش الحانی

(بقیہ صفحہ ۱۲ پر)

از قلم مکرم جناب نصیر احمد فاروقی صاحب، لاہور۔

درسِ قرآن ۔ سبق ۵۷

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
قُلِ اللّٰھُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ ز وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ط بِیَدِکَ الْخَیْرُ ط اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○ تُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّھَارِ وَتُوْلِجُ النَّھَارَ فِی الَّیْلِ ز وَتُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ ز وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ○ (آلِ عمران ۔ ۲۵ ۔ ۲۶)

ترجمہ :۔ "کہو اے اللہ ملک کے مالک تو جس کو چاہتا ہے ملک دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ملک لے لیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے ۔ تیرے ہی ہاتھ میں (سب) بھلائی ہے ۔ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے ۔ تو رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور مُردہ سے زندہ کو نکالتا ہے اور زندہ سے مُردہ کو نکالتا ہے ۔ اور تو جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے ۔"

میں نے پچھلے درس میں جو انہی آیات پر تھا عرض کیا تھا کہ یہ زمین اور آسمان جس نے پیدا کئے ہیں ظاہر ہے کہ وہی ان کا مالک ہے ۔ اور جو مالک ہوتا ہے اصل حاکم وہی ہوتا ہے ۔ انسان جو خالی ہاتھ ماں کے پیٹ سے آتا ہے اور خالی ہاتھ قبر میں جا لیٹتا ہے وہ اس اصل بادشاہ کا خلیفہ ہے ۔ انسانوں میں سے جسے چاہے اللہ تعالےٰ لوگوں پر حاکم کر دیتا ہے اور جب چاہتا ہے اُسے ہٹا دیتا ہے حالانکہ وہ حاکم سر پیر کا زور لگاتا ہے کہ وہ حکومت کو نہ کھوئے بیدک الخیر کے الفاظ بتاتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ بھلائی کے لئے کسی کو حکومت دیتا ہے اور اگر وہ شخص حکومت کو کھو بیٹھتا ہے تو وہ اس کا اپنا قصور ہے ۔

حکومت افراد (یعنے کسی ایک شخص) کی بھی ہوتی ہے اور قوموں کی بھی ۔ اور پچھلی چند صدیوں میں مغربی اقوام کو جیسی عالمگیر حکومت حاصل ہوئی اس کی نظیر دُنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی ۔ مثلاً انگریز قوم جو ایک چھوٹے سے جزیرہ سے اٹھی وہ تمام دنیا پر چھا گئی یہاں تک کہ فخریہ کہا جاتا تھا کہ سلطنتِ برطانیہ پر سُورج کبھی غروب نہیں ہوتا دنیا کے جغرافیہ کے نقشوں پر سلطنت برطانیہ کو سُرخ رنگ سے دکھایا جاتا تھا ۔ اور اس زمانہ کے نقشوں کو دیکھو تو ہر طرف سُرخ رنگ چھایا ہوتا تھا ۔ انگریزوں کے علاوہ دوسری مغربی طاقتوں کی بھی نو آبادیات (COLONIES) براعظم افریقہ اور ایشیا اور ویسٹ انڈیز وغیرہ میں پھیلی ہوئی تھیں ۔ کیا یہ عالمگیر غلبہ ان قوموں نے خود بخود حاصل کر لیا تھا ؟ ہرگز نہیں بلکہ جیسا کہ آج کی قرآنی آیات بتاتی ہیں ملک کا دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے ۔ اسی کی مرضی سے ایسا ہوا اور اسکی پہلے سے خبر اس نے قرآن مجید میں دے دی تھی جیسا کہ مثلاً فرمایا حتٰی اذا فتحت یاجوج و ماجوج وھم من کل حدب ینسلون (الانبیاء [21] ۔ ۹۶)
یعنے " یہاں تک کہ جب یاجوج اور ماجوج کو کھول دیا جائیگا اور وہ ہر بلند مقام سے تیزی سے نکل پڑیں گے ۔" یاجوج اور ماجوج کو مفسرین اور داعظوں نے ایک عجیب الخلقت مخلوق کا تصوّر دیا ہوا تھا ۔ یہاں تک کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے جو مجدد صدی چہار دہم اور امام وقت تھے اللہ تعالےٰ سے خبر پاکر یہ راز کھولا کہ یاجوج اور ماجوج دراصل مغربی عیسائی قومیں ہیں جو اس زمانہ میں آکر کھول دی گئیں یعنے نہ صرف یہ ظاہر کر دیا گیا کہ وہی یاجوج ماجوج ہیں بلکہ ان کو اس رنگ میں بھی کھول دیا گیا کہ وہ اپنے چھوٹے چھوٹے ملکوں میں سے جہاں وہ بند تھیں نکل کر تمام دُنیا پر چھا گئیں ۔ ان کا ہر بلند مقام سے تیزی سے نکل پڑنا جس کا ذکر قرآن مجید نے فرمایا ہے یہ بتاتا ہے کہ وہ تمام عمدہ اور لینے کے قابل مقامات پر قابض ہو جائیں گی ۔

حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے انکشاف کو اس وقت تو لوگوں نے نہ سمجھا یا سراہا ۔ مگر اب سب کی سمجھ میں آگیا ہے چنانچہ مشہور شاعر اور فلسفی ڈاکٹر سر محمد اقبال نے بھی لکھا ہے ؎

کُھل گئے یاجوج اور ماجوج کے لشکر تمام
چشمِ مسلم دیکھ لے تفسیر حرفِ ینسلون

یاجوج اور ماجوج کے ہر بلندی یعنے برتری کے مقام سے نکل پڑنے کی اچھوتی تفسیر حضرت مولانا محمد علی صاحب رح مشہور مفسر قرآن کریم و امیر جماعت احمدیہ لاہور نے اپنی کتاب "تحریکِ احمدیت" کے صفحہ ۱۱۴ پر یوں فرمائی ہے " اسکے ایک ہی معنی ہو سکتے ہیں یعنے یہ کہ یورپ کا تسلط دنیا پر ہو جائے گا بلکہ کل حدب کا لفظ استعمال کر کے یہ بھی بتا دیا کہ یہ تسلط صرف ملکوں اور جسموں پر ہی نہ ہوگا بلکہ خیالات اور علوم پر بھی ہوگا کیونکہ حدب کے معنی کے اندر یہ امور بھی آجاتے ہیں ۔ اور یورپ کا دنیا کے ممالک اور دنیا کے عام خیالات پر تسلط الفاظِ قرآنی کی صداقت کا کھلا گواہ ہے ۔ تو جو امر اس وقت اسلام کی کمزوری اور مغلوبیتِ ظاہری کا سامان ہو گیا خود وہی اسلام کی صداقت کی بھی بیّن دلیل ہے ۔"

یورپ جس نے کہ تمام دنیا میں نو آبادیات (COLONIES) اور ماتحت حکومتیں قائم کیں اس نے اپنے سیاسی اور فوجی غلبہ اور اپنی علمی (خصوصاً سائنٹیفک) ترقیات کی چمک دمک سے لوگوں کے خیالات پر چھا جانے کو کس مقصد کے لئے استعمال کیا ؟ ظاہر ہے کہ اپنی سلطنتوں اور حکومتوں اور نو آبادیات (بالفاظ دیگر دنیا پر اپنے غلبہ اور قبضہ) کو استحکام

بلکہ ہمیشگی دینے کے لئے۔ اور اس کے لئے یورپین اقوام نے اپنی ماتحت رعایا کو اپنا ہم مذہب یعنے عیسائی بنانے کے لئے ایک سوچی سمجھی اسکیم کے ماتحت پادری مرد وعورت اور مشنریوں اور پادری نرش ڈاکٹروں اور ڈاکٹرنیوں اور مشنری کالجوں اور سکولوں کے استادوں اور اُستانیوں کی ٹڈی دل فوج تمام ماتحت ملکوں کے شہروں، قصبوں اور گاؤں گاؤں میں پھیلا دی اور اُن کی تائید میں مقامی یورپین افسر ہوتے تھے جو اس زمانہ میں ہر ضلع کے ہر محکمہ کے حاکم ہوتے تھے۔ حکومت کے ہاتھوں میں جو اختیارات ہوتے ہیں ان کو وہ استعمال کرتے تھے لوگوں کو ترغیب دینے کے لئے کہ وہ عیسائی مذہب قبول کرلیں۔ افریقہ کے پسماندہ لوگوں کو تو تعلیم یا نوکری یا میڈیکل علاج معالجہ بھی مل سکتا تھا کہ وہ عیسائی ہو جائیں۔ برصغیر جو اس وقت ہندوستان اور پاکستان میں نہ بٹا تھا بلکہ انڈیا کہلاتا تھا اس میں لوگ افریقہ کے جنگلیوں سے زیادہ ہوشیار تھے مگر انہیں بھی تعلیمی اداروں (سکولوں، کالجوں) اور دوا خانوں کے علاوہ نوکریں۔ زمینوں، ٹھیکوں اور ہر قسم کی رعایتوں سے لبھایا جاتا تھا کہ وہ عیسائی ہو جائیں۔

تاریخی اور تحریری شہادت اس بات کی موجود ہے کہ مثلاً انگریزوں کی یہ سرکاری پالیسی تھی کہ لوگوں کو عیسائی بنایا جائے۔ کتاب "علمائے حق اور ان کے مجاہدانہ کارنامے" ترجمہ سید محمد میاں صاحب ناظم جمعیۃ العلماء ہند کے صفحہ ۲۵ پر ذکر ہے کہ برطانوی پارلیمنٹ کے ایک ممبر مسٹر انگلس (INGLIS) نے اس موضوع پر تقریر کرتے ہوئے کہا

"خداوند نے ہمیں یہ دن دکھایا ہے کہ ہندوستان کی سلطنت انگلستان کے زیر نگیں ہے تاکہ عیسیٰ مسیح کا جھنڈا ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک لہرائے۔ ہر شخص کو اپنی تمام تر قوت ہندوستان کو عیسائی بنانے کے عظیم الشان کام کی تکمیل میں صرف کرنی چاہیئے۔ اور اس میں کسی طرح تساہل نہیں کرنا چاہیئے۔" خود وزیر ہند چارلس ووڈ (CHARLIS WOOD) نے جن کے ہاتھوں میں ہندوستان کی حکومت کی باگ ڈور تھی ۱۸۶۲ء میں ایک وفد سے جو ان سے اس بارہ میں ملا تھا کہا:۔ "میرا یہ ایمان ہے کہ ہر وہ نیا عیسائی جو ہندوستان میں عیسائیت قبول کرتا ہے انگلستان کے ساتھ ایک نیا رابطۂ اتحاد بنتا ہے اور سلطنت کے استحکام کے لئے ایک نیا ذریعہ ہے۔" وزیر اعظم لارڈ پامرسٹن نے پارلیمنٹ میں ایک تقریر میں کہا:۔ "میں سمجھتا ہوں کہ ہم سب اپنے مقصد میں متحد ہیں۔ یہ ہمارا فرض ہی نہیں بلکہ خود ہمارا مفاد بھی اس امر سے وابستہ ہے کہ ہم عیسائیت کی تبلیغ کو جہاں تک بھی ہو سکے فروغ دیں اور ہندوستان کے کونے کونے میں اسکو پھیلا دیں۔"

خود انڈیا میں انگریز اعلیٰ افسر اور حاکم مثلاً گورنر اس معاملہ میں کیا رائے رکھتے تھے وہ سن لیجئے۔ لارڈ ہنری لارنس نے کہا۔

"کوئی چیز بھی ہماری سلطنت کے استحکام کا اس امر سے زیادہ موجب نہیں ہو سکتی کہ ہم عیسائیت کو ہندوستان میں پھیلا دیں۔" سر ڈانلو میکلوڈ نے جو پنجاب کے گورنر تھے کہا:۔

"میں اپنے اس یقین کا اظہار کرنا چاہتا ہوں کہ اگر ہم سرزمینِ ہند میں اپنی سلطنت کا تحفظ چاہتے ہیں تو ہمیں انتہائی کوشش کرنا چاہیئے کہ یہ ملک عیسائی ہو جائے۔"

جب برطانوی پرائم منسٹر اور وزیر ہند سے لیکر گورنر تک اس پالیسی کا اظہار کر رہے تھے تو ظاہر ہے کہ اس کے مطابق احکامات تمام انگریز افسروں تک پہنچے جو ہر ضلع اور سب ڈویژن میں KEY POSTS یعنے کلیدی اسامیوں بلکہ ہر محکمہ کے انچارج تھے۔ ان کے کھلم کھلا دباؤ کے نتیجہ میں انڈیا میں ۱۸۵۷ء میں بغاوت ہوئی۔ سر سید احمد خاں جو انگریزوں کے دوست اور خیر خواہ سمجھے جاتے تھے انہوں نے بھی اپنی کتاب اسباب بغاوتِ ہند میں لکھا ہے کہ ۱۸۵۷ء کی بغاوت کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ انگریز افسر کھلم کھلا لوگوں پر دباؤ ڈالتے تھے کہ وہ عیسائی ہو جائیں۔ ۱۸۵۷ء کی بغاوت کو انگریزوں نے اپنی فوجی طاقت سے ایسا کچلا کہ لوگوں کو پھر سر اٹھانے کی جرأت نہ ہوئی۔

اس تمام تاریخ کا قرآن حکیم کی اُن آیات سے کیا تعلق ہے جو میں نے اس درس کے شروع میں پڑھی تھیں یہ میں انشاء اللہ اگلے سبق میں عرض کر دوں گا کیونکہ اب میرا آج کا وقت ختم ہو رہا ہے۔

باقی آئندہ

— ☆ —

اخبار احمدیہ،

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خیریت سے ہیں اور حسب معمول خدمات دینیہ میں مصروف ہیں۔ احباب سلسلہ سے درخواست ہے کہ حضور انور کی صحت و عافیت والی لمبی زندگی کے لئے اپنی نیم شبی دعائیں جاری رکھیں۔

* ماسٹر محمد عبداللہ صاحب امریکہ سے حضور کی خدمت میں رقمطراز ہیں کہ:۔

جلسہ سالانہ ۸۳ء کے حالات مجھے مختلف ذرائع سے مل چکے ہیں۔ اس کی شاندار کامیابی میں اللہ تعالیٰ کا تصرف تھا۔ خداوند کریم اس سال کو کامیابی کے لحاظ سے تاریخی حیثیت عطا فرمائے اور ہمیں اسلام کی تبلیغ اور جماعت کی ترقی و مضبوطی کی مزید توفیق دے۔

* درخواست دُعا،

جناب ڈاکٹر اللہ بخش صاحب کا لندن میں آنکھ کا اپریشن ہونے والا ہے ان کی آنکھ میں موتیا اتر آیا ہے احباب کرام سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مرد مجاہد کو جلد صحت یاب کرے۔

ایک ضروری اعلان

مقامی جماعت احمدیہ لاہور کا پہلا رابطہ اجلاس مورخہ ۱۷ فروری بروز جمعۃ المبارک بوقت ½ ۱۰ بجے صبح "مسجد احمدیہ بلڈنگس" میں منعقد ہوگا۔ احباب جماعت سے شمولیت کی درخواست ہے

چوہدری ریاض احمد صدر مقامی جماعت احمدیہ لاہور

مکرم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب، لندن

جماعت احمدیہ لاہور کی چند منفرد و امتیازی خصوصیات

قرآن کریم نے اُمتِ مسلمہ کو جو جامع و بے نظیر دُعا سکھلائی ہے وہ ہر قسم کی افراط و تفریط کی راہوں سے بچ کر صراطِ مستقیم پر چلنے کی دعا ہے۔ ہر معاملہ میں جو جسمانی ہو۔ ذہنی ہو یا روحانی، دو متضاد و غلط راہیں ہیں مگر تیسری ایک معتدل و صحیح راہ ہے۔ چنانچہ بنیادی اعتقادات اور معاملات میں جماعتِ احمدیہ لاہور نے جو متوازن طریق کار اختیار کر رکھا ہے وہی صراطِ مستقیم ہے۔ اس کی کچھ تفصیل یہ ہے۔

۱۔ وحی نبوت کا دروازہ بند مگر وحی ولایت کا سلسلہ جاری ہے

جب ہدایت کامل قرآن کریم میں ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دی گئی ہے اور نبوت و رسالت کا نمونہ سیرت آنحضرت صلعم کی ذات بابرکات میں تاریخ کے اوراق میں ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا گیا تو اب ان وجوہ کے باعث نہ کسی نئی شریعت و ہدایت کی حاجت باقی رہی اور نہ ہی نئے نبی کی ضرورت، لہٰذا وحی نبوت بند۔ اور ہدایت قرآن کریم پر ختم ہوگئی۔ نبوت کا نمونہ اور تعلق باللہ کا راستہ اب آنحضرت صلعم کی ذات پر ختم ہوگیا۔ اب ایک ہی نبی و رسول کی پیروی خداتعالیٰ تک پہنچاتی ہے۔ اور ایک ہی کتاب کی ہدایت روشنی دیتی ہے۔ اب کوئی نیا یا پرانا نبی نہیں آئے گا۔ نہ پرانی یا نئی ہدایت کی ضرورت باقی ہے۔ یہ پہلی منفرد خصوصیت اس جماعت کی ہے جو جماعتِ احمدیہ لاہور کو دیگر مسلمان جماعتوں سے ممیّز کرتی ہے۔

۲۔ ایمانی ازدیاد۔ مضبوطی عمل و جہاد کیلئے وحیٔ ولایت کا اجراء

وحی نبوت کے بند اور ہدایت و شریعت کے ختم ہو جانے کا مطلب یہ نہیں کہ اب انسان کو تعلق باللہ کی ضرورت نہیں رہی بلکہ ولایت کا سلسلہ جاری ہے۔ کیونکہ اگرچہ کتب و تاریخ میں تو دینِ اسلام موجود و محفوظ ہے تاہم اس پر عمل پیرائی کی ضرورت سے بے نیازی نہیں ہو جاتی۔ ایمانی امور پر یقین اور زندگی میں اصلاح و عمل کی حاجت ہمیشہ موجود رہتی ہے۔ اسی لئے امتہ مسلمہ میں مجددین و اولیاء کا سلسلہ بموجب وعدہ فرقان و سنت جاری رکھا گیا ہے۔ چنانچہ متعدد مجددین اور ہزارہا اولیاء اللہ امت میں مبعوث ہوتے چلے آئے ہیں۔ پس چودھویں صدی کا زمانہ اپنی بے ایمانی و ضلالت کے لحاظ سے تمام زمانوں پر اپنی جہالت اور غفلت میں سبقت لے گیا تو اس ضرورتِ حقہ کو پورا کرنے کے لئے بھی ایک عظیم مجدد چودھویں صدی میں مبعوث ہوا جو زمانہ کی خصوصیات اور تعلیم کے باعث مسیح موعود کہلایا۔

جماعتِ احمدیہ لاہور اگر ایک طرف ختم نبوت اور تکمیل دین کی قلبِ سلیم سے اقراری ہے تو دوسری طرف اصلاح امت کے لئے چودھویں صدی کے مجدد کی بعثت کی قائل اور اس کی طرف آنے کی دعوت دے رہی ہے۔

۳۔ وحدت و اخوتِ ملّۃ اور تکفیر سے بیزاری

دین کی تکمیل کا ایک عظیم پہلو یہ بھی ہے کہ قومیت، علاقائیت۔ رنگ و نسل کی حدود سے بالاتر بنی نوع انسان کی روحانی اخوت کا سلسلہ قائم کیا جائے۔ چنانچہ امت مسلمہ کی وحدت اسی ضرورت کو پورا کرتی ہے۔ اب جو شخص بھی کلمہ طیبہ کا اقراری اور قرآن و سنت کی متابعت کا قائل ہو وہ امتِ مسلمہ کا فرد بن جاتا ہے کسی اپنی علمی یا عملی کمزوری کے باعث اُسے امت کا فرد ہونے سے باہر نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ وہ دائرہ اخوت کے اندر مسلم ہی رہے گا۔ تکفیر کی عام مہلک مرض نے امتِ مسلمہ کے اتحاد و اخوت کو سخت نقصان پہنچایا ہے۔ پس جماعتِ احمدیہ لاہور اس بات کی قائل ہے کہ ہر کلمہ گو دائرہ اسلام کے اندر ہے اور کسی فرد یا ادارہ کو اسے اسلامی برادری سے خارج کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔ بلکہ تکفیر بازی کو ایک جرم و قابلِ تعزیر سزا قرار دیتی ہے۔

۴۔ اصلاح امتِ محمدیہ

لیکن وحدت و اخوت اسلامی کا یہ مطلب نہیں کہ ہر مسلمان اپنی اصلاح سے بے نیاز ہوگیا ہے بلکہ جہاں کلمہ شہادت کی ادائیگی اُسے اُمت کا فرد بنا دیتی ہے اسی طرح اس اقرار کا مطلب یہ بھی ہے کہ اب ہر مسلمان قرآن کریم کی ہدایت اور رسول کریم کی سنت کے مطابق اپنی عملی زندگی میں اصلاح کی جدوجہد میں لگ جائے اسلامی ہدایت پر کاربند ہو جانا اور نمونہ رسول صلعم کی پیروی میں فنا ہو جانا ہی حقیقتِ دین اور روحِ اسلام ہے۔ اسلام میں محض داخلہ لے لینا مسلمان کی انتہائی غرض و غایت نہیں بلکہ یہ تو اس کی پہلی و ابتدائی منزل ہے۔

اس طرح جہاں جماعتِ احمدیہ لاہور اس اسلامی اخوت و وحدت کی قائل ہے کہ ہر کلمہ گو اسلامی اخوت کا فرد بن جاتا ہے وہاں اس جماعت کا یہ بھی اعتقاد ہے کہ مسلمانوں کی اعتقادی غلطیوں کی اصلاح اور عملی جدوجہد میں ازدیادِ ایمان و عمل بھی جاری رہے جس کا راستہ مجدد زماں کی پیروی میں ہی ہے اب دیکھنا چاہیئے کہ یہ راستہ کس قدر توازن و اعتدال کا اور صراطِ مستقیم کی راہ ہے۔

۵۔ شخص پرستی و اندھی تقلید اور انتشار و بے نظمی اور تخریب کاری

پھر یہ امر بھی قابلِ توجہ ہے کہ متابعت قرآن و سنت رسولؐ کے علاوہ کسی دینی یا دنیاوی لیڈر کی اندھی تقلید اگر ضلالت و گمراہی کی جانب لے جاتی ہے تو یقیناً یہ انفرادیت کا جمود اور انتشار کی راہ ہے۔ لہٰذا ایک مسلمان کے لئے جہاں یہ ضرورت ہے کہ وہ اپنے پیشواؤں کو ارباباً من دون اللہ کا درجہ دے کر خلاف قرآن و سنّت ان کی بات نہ مانے وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ وہ انفرادیت و انتشار کے راستہ سے بھی اجتناب کرے تا جماعتی قوت و اتحاد سے

دینی جہاد میں ترقی ہو۔ اب اس پہلو سے بھی جماعتِ احمدیہ لاہور نے ایک اعلیٰ نمونہ قائم کر دکھلایا ہے۔ جہاں ایک طرف جائز اختلاف، جرم و سزا کا مستحق نہیں تو وہاں دوسری طرف باموجودگی اصولی اختلاف، علیحدگی بھی کوئی صحیح ایمانی مسلک نہیں پس اس جماعت کا طریق کار پیر پرستی و اندھی تقلید اور انتشار کے بین بین ایک معتدل و متوازن راستہ ہے اور جماعتِ احمدیہ کا انتظام جمہوری ہے نہ کہ آمریت کا۔

تکمیلِ دین مبین انہی پانچ راہوں پہ گامزن ہونے میں ہے

متذکرہ بالا وجوہ سے صراطِ مستقیم پہ چلنے کا جو استحقاق جماعتِ احمدیہ لاہور کے لاحق حال منطبق ہوتا ہے وہ آج کہاں اور کون سی جماعت میں موجود ہے؟ علم کا سوال ہو یا عمل کا۔ جذبات کا سوال ہو یا عقل کا۔ انفرادی علیحدگی کا طریق کار ہو یا جماعتی وابستگی کا، ہر پہلو سے جماعتِ احمدیہ لاہور کا نظریہ و عمل توازن و اعتدال پہ قائم ہے۔ فالحمدللہ علیٰ ذالک،

جماعتِ احمدیہ لاہور سے متعلق بانیٔ سلسلہ کے بعض الہامات و کشوف

جماعتِ احمدیہ کے بانی حضرت مرزا غلام احمد صاحب ہیں۔ اس وقت دو جماعتوں کے نظام بانیٔ سلسلہ کی ذات سے اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں جماعتِ احمدیہ لاہور اور جماعتِ احمدیہ ربوہ۔ آیئے ہم دیکھیں کہ بانیٔ سلسلہ کے الہامات و کشوف میں ان دو جماعتوں کے بارہ میں کیا تحریر ہے۔ جماعتِ احمدیہ لاہور کی بابت بالصراحت اس جماعت کے نام اور اس جماعت کے امیرِ اوّل کی بابت جو الہامات ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱؎ "پھر وحی ہوئی لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں۔ ان کو اطلاع دی جائے نظیف مٹی کے ہیں مٹی رہے گی وسوسہ نہیں رہے گا۔ انا اللّٰہ ذو المنن انی مع الرسول اقوم" (تذکرہ ص ۴۰۲)

۲؎ ۔ ایک دفعہ الہام ہوا "لاہور میں ہمارے پاک محب ہیں۔ وسوسہ پڑ گیا ہے مگر مٹی نظیف ہے مٹی رہے گی مگر وسوسہ نہیں رہے گا" (تذکرہ ص ۴۰۳)

۳؎ "میں تجھے بکلی کامیاب کروں گا اور تیری ساری مرادیں تجھے دوں گا میں تیرے مخلص اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے اموال و نفوس میں برکت ڈالوں گا اور ان میں کثرت بخشوں گا۔ اور وہ مسلمانوں کے اس گروہ پر تا بروز قیامت غالب رہیں گے جو حاسدوں اور معاندوں کا گروہ ہے۔ خدا انہیں نہیں بھولے گا اور فراموش نہیں کریگا اور وہ علیٰ حسب الاخلاص اپنا اپنا اجر پائیں گے" (تذکرہ ص ۱۴۱، بحوالہ اشتہار ۲۲ فروری ۱۸۸۱ء)

پہلے دو الہامات میں صراحتًا جماعتِ احمدیہ لاہور کا ذکر بالفاظ "لاہور میں ہمارے پاک ممبر اور لاہور میں ہمارے پاک محب" میں موجود ہے۔ ان میں نہ صرف الفاظ "لاہور میں ہمارے" یہ ظاہر کرتے ہیں کہ یہ جماعتِ احمدیہ لاہور کے بارہ میں ہیں بلکہ اس لئے بھی کہ یہاں جمع کا صیغہ استعمال کر کے بتلا دیا ہے کہ یہ جماعت جمہوری طریق کار پر قائم ہے نہ کہ آمرانہ نظام پر،

تیسرے الہام میں یہ امر موجود ہے کہ دو گروہ جو آپ کی جانب منسوب ہیں ان میں سے ایک گروہ قلیل ہے اور دوسرا کثیر، اور قلیل گروہ کے بارہ میں یہ خوشخبری دی گئی ہے کہ میں اسے برکت دوں گا اور ان کے نفوس و اموال میں کثرت ڈالوں گا۔ اس سے ثابت ہے کہ یہ جماعت احمدیہ لاہور ہی ہے نیز پہلے دو الہاموں میں جو یہ فرمایا کہ وہ نظیف مٹی کے ہیں تو اس سے مراد بھی اس جماعت کے عقائد و اعمال کا ذکر مقصود ہے یعنی اس جماعت کے معتقدات افراط و تفریط سے پاک صراطِ مستقیم پہ ہوں گے جس کے لئے لفظ "نظیف مٹی" استعمال کیا ہے۔ پھر یہ بھی فرمایا کہ کچھ وسوسہ اندازی بھی ان کی بابت کی جا رہی ہے لیکن اس امر کی تردید کر دی گئی ہے اور فرمایا ہے کہ اور وسوسہ باقی نہیں رہنے دیئے جائیں گے مگر "مٹی نظیف" قائم و دائم رکھی جائے گی۔

اس میں اس وسوسہ کا ازالہ کرنا مقصود ہے جو بعض دلوں میں بار بار اٹھتا ہے کہ یہ جماعت اور اس کے افراد تو قلیل ہیں۔ یہ کیسے اور کیونکر کامیاب ہوں گے تو دونوں مرتبہ پہلے الہاموں اور تیسری مرتبہ تیسرے الہام میں صراحتًا یہ خبر دیدی گئی ہے کہ وہ غالب رہیں گے اور ان کے نفوس و اموال میں کثرت و برکت دیدی جائے گی۔ واللّٰہ غالب علیٰ امرہٖ ولکن اکثر الناس لا یعلمون

ان تین الہامات میں یہ امر واضح کر دیا گیا ہے کہ جماعتِ احمدیہ لاہور کا قلیل گروہ جس کے معتقدات افراط و تفریط سے پاک اور اعمال کے لحاظ سے اشاعتِ اسلام و تعلیم فرقان کے لئے وقف ہیں ہی غالب آنیوالا گروہ ہے۔

تیسرے الہام میں جو یہ بتلایا گیا ہے کہ تیرے خالص اور دلی محبوں کا قلیل گروہ جسے آخر کار غالب آنے کا حتمی وعدہ دیا گیا ہے ان کی مخالفت کا باعث کیا شے ہے؟ یعنی جب اس قلیل گروہ کے معتقدات اور عملی جدوجہد نظیف اور پاک مٹی سے ہے تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مخالفت کیوں کی جا رہی ہے؟ اس بارہ میں واضح کر دیا گیا ہے کہ سب طرف سے مخالفت کا اصل سبب حسد و رقابت کے معاندانہ جذبات ہیں۔ پھر تاکید کی خبر دی ہے کہ اس قلیل گروہ کے تمام افراد مطمئن رہیں کہ ان تمام کو علیٰ حسب الاخلاص ان کا اجر ضرور دیا جائے گا۔ پس جب ایسی خدائی بشارتیں جماعتِ احمدیہ لاہور کے جملہ افراد کو بانیٔ سلسلہ نے دی ہیں اور جب اُن کے نظام کے ایسے عمدہ و نظیف عزائم پر قائم ہو تو ہم سب افراد سلسلہ کو نہایت سرگرمی و شدتِ عمل سے اپنے جمہوری نظام پر سرگرمی و عمل و جہاد سے مضبوطی و یکسوئی سے کاربند ہونے کی ضرورت ہے۔

جماعتِ احمدیہ لاہور کے بانی حضرت مولانا محمد علیؒ کی بابت الہامات

"مولوی محمد علی صاحبؒ کو رؤیا میں کہا آپ بھی صالح تھے اور نیک ارادہ رکھتے تھے آؤ ہمارے پاس بیٹھ جاؤ" (الہام حضرت اقدس)

۱۹۱۴ء میں جب جماعتِ احمدیہ میں اختلاف رونما ہوا تو جماعتِ احمدیہ لاہور کے قائد اور امیرِ اوّل حضرت مولانا محمد علی ہوئے۔ جماعت لاہور کے امیرِ اول کی نسبت جماعتِ احمدیہ کے بانی کو کیا الہامات و کشوف ہوئے ان کا ذکر مندرجہ ذیل سطور میں کیا جاتا ہے۔ کیونکہ جماعتوں کا کردار ان کے قائدین کے کردار کا آئینہ دار ہوتا ہے۔

اس ضمن میں سب سے نمایاں الہام حضرت بانیٔ سلسلہ کو جو اجس کا اوپر ذکر دیا گیا ہے۔ یعنی عالم رؤیا میں حضرت بانیٔ سلسلہ نے آپکو صالح کا خطاب عنایت کیا

نیز فرمایا کہ آپ کے ارادے نیک تھے اس لئے عالم آخرت میں آپ کو اپنے ساتھ بیٹھنے کی عزت افزائی فرمائی۔ یہ اعزاز اس آیت فرقانی کی تفسیر ہے جہاں فرمایا

فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین و الشہداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا۔ " عالم آخرت میں مومنین کی رفاقت ومعیت انبیاء۔ صدیقین۔ شہداء اور صالحین کے ساتھ ہوگی۔

اب جس طرح جماعت لاہور کے ممبروں کو پاک ومحب ہونے کے خطابات سے الہامات میں نوازا گیا اسی طرح اس جماعت کے امیر اول کو خدا تعالے نے صالح اور نیک نیت رکھنے والے انسان کا معزز خطاب دیا۔ یہ اس امر کے رد میں فرمایا گیا کہ اختلاف کے وقت مولانا محمد علی کی ذات پر یہ الزامات لگائے جائیں گے کہ آپ جماعت میں فتنہ پرداز اور اختلاف پیدا کرنے کے ذمہ دار ہیں تو حضرت اقدس کو یہ بتلا دیا گیا کہ ایسا کہنا غلط بات ہے۔ مولانا محمد علی صاحب نے از راہ فتنہ وفساد ایسا اختلاف پیدا نہیں کیا بلکہ اس کی ذمہ داری کسی اور پر عائد ہوتی ہے۔ پھر صرف اسی قدر بات نہیں بلکہ حضرت مولانا محمد علی صاحب نے جو کام آئندہ خدمت اسلام کا بجالانا تھا اس کے بارہ میں مندرجہ ذیل مزید کشوف ورؤیا حضرت اقدس موجود ہیں۔

۱۔ مولانا محمد علیؒ کو نشانِ صداقتِ سلسلہ احمدیہ قرار دیا۔

" ۴ مئی ۱۹۰۴ء آج دن کو مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز کی طبیعت علیل ہوگئی۔ درد سر اور بخار کے عوارض دیکھ کر مولوی صاحب کو شبہ گذرا کہ شاید طاعون کے آثار ہیں۔ جب اس بات کی خبر حضرت اقدس کو ہوئی تو اس پر آپ فوراً مولوی صاحب کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ اگر میرے دار میں ہو کر آپ کو طاعون ہو تو پھر انی احافظ کل من فی الدار کا الہام غلط اور یہ سب کاروبار عبث ٹھہرا۔ آپ نے نبض دیکھ کر آپ کو یقین دلایا کہ بخار نہیں ۔۔۔۔ اور فرمایا کہ میرا تو خدا کی وحی پر ایسا ہی ایمان ہے جیسا اس کی کتابوں پر۔" (تذکرہ ص ۴۲۵)

۲۔ مولانا محمد علی صاحبؒ کو حضرت اقدس کا قلم عطا کرنا

" رؤیا دیکھا ایک گھوڑے پر سوار ہوں ۔۔ جاتے ہوئے راستہ میں تاریکی ہوگئی تو میں واپس آگیا۔ میرے ساتھ کچھ عورتیں ہیں ۔۔۔۔ چند قدم اسکے آگے چل کر روشنی ہوگئی ۔۔۔۔ اور میں نے دیکھا مولوی عبدالکریم صاحب آرہے ہیں ۔۔۔ مولوی صاحب نے مجھے ایک چیز بطور تحفہ دی ۔۔۔ میں نے کہا میں نے تو یہ قلم نہیں منگوائی۔ مولوی صاحب نے کہا کہ مولوی محمد علی صاحب نے منگوائی ہوگی۔ میں نے کہا اچھا میں مولوی صاحب کو دیدوں گا۔ اس کے بعد بیداری ہوگئی۔"

اب اس خدائی قلم کا بطور تحفہ حضرت اقدس کو عطا کیا جانا اور پھر آپ کا یہ فرمانا کہ آپ نے تو یہ قلم نہیں منگوائی البتہ مولوی محمد علی صاحب نے منگوائی ہے تو آپ کا حضرت مولوی صاحب کو دیدینا۔ نیز حضرت اقدس کا اسکی یہ تاویل کرنا کہ خدا تعالے مولوی صاحب کے دل میں ایسی قوت پیدا کرے کہ وہ مخالفین کے رد میں اعلے درجہ کے مضامین لکھیں ایک طرف اور واقعات حقہ دوسری طرف کہ حضرت مولانا کے قلم سے ایسا ادر کلام تصنیف ہوا دوسری طرف۔ رکھا جائے تو حضرت اقدس کے رؤیا کی صداقت اور دیگر واقعات کس قدر مبرہن ہو جاتی ہے کہ دل عش عش کر اٹھتا ہے۔

چنانچہ مسٹر پکتھال نے "ریلیجن آف اسلام"، کی تصنیف پر حضرت مولانا صاحب کی خدمت میں یہ ریمارکس دیئے:

"کسی زندہ شخص نے تجدید اسلام کے بارہ میں ایسی طویل المدت قابل قدر خدمات انجام نہیں دیں جیسی مولانا محمد علی آف لاہور نے دی ہیں۔ آپ کی تصانیف اور خواجہ کمال الدین کی تحریرات نے سلسلہ احمدیہ کی شہرت وعظمت کو نمایاں کر دیا ہے۔"

اخبار "ڈان" نے آپ کی تصنیف "دی لونگ تھاٹس" پر ریویو کرتے ہوئے لکھا کہ

"آپ ایک ذہین اور زود نویس، ایک محب مشنری آف اسلام ہیں۔"

مولانا عبدالماجد صاحب دریا آبادی نے انگریزی ترجمہ وتفسیر پر ریمارکس دیئے کہ۔

"مولانا کے اس ترجمہ وتفسیر کی افضلیت وتبلیغی افادیت سے انکار کرنا گویا سورج کی روشنی سے انکار کرنا ہے اس کے باعث ہزاروں غیر مسلموں نے دین اسلام قبول کیا اور لاکھوں اسلام کے قریب آگئے۔ مولانا محمد علی آف کا مرشد بھی اس کے مداح وگرویدہ تھے۔"

شیخ محمد اکرام صاحب نے اپنی کتاب موج کوثر میں لکھا کہ:۔

انگریزی خواں طبقہ کو جو دلچسپی قرآن کریم سے پیدا ہوئی وہ مولانا محمد علی صاحب کے ترجمہ کی وجہ سے ہوئی۔ اب بہت سے تراجم انگریزی میں کئے جاتے ہیں مگر شرف اولیت مولانا محمد علی صاحب کے ترجمہ وتفسیر کو حاصل ہے۔

اخبار وکیل امرتسر نے لکھا۔

" مولانا کے ترجمہ وتفسیر کی یہ خصوصیت ہے کہ اس میں پرانے اور نئے علم دین کا نچوڑ وخلاصہ پیش کیا گیا ہے۔ نیز ناقدین اسلام کے برخلاف نئے ہتھیاروں سے جواب دیا گیا ہے۔"

اب کیا حضرت مولانا کی اسلام پر تصانیف سے اس امر پر کوئی شک وشبہ رہ گیا کہ اس زمانہ میں کیسی شاندار تصانیف احیاء وغلبہ اسلام کے بارہ میں آپ کے قلم سے تصنیف ہوئیں اور کیا کوئی شک رہ گیا کہ آپ کے دوسرے کشف کے مطابق حضرت مولانا مجدد الدین یعنی شرف وعظمت دین اسلام کا باعث ہوئے تو پھر اس جماعت کے نظام سے منسلک ہونے اور مضبوطی کے ساتھ تعاون کرنے میں کس کو پس وپیش ہو سکتی ہے جس کی معاونت وکامیابی پر خدائی وعدے ہیں۔

— * * * —

ارشادات باری تعالےٰ،

* " اور اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھامے رہو اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالو۔"

* " اور جو تمہیں السلام علیکم کہے اسے یہ مت کہو کہ تو مومن نہیں۔"

— * * * —

مکتوبِ بمبئی (ترجمہ)

بمبئی سے ہمارے بھائی جناب عبدالرزاق صاحب مدیر پیغام صلح کے نام اپنے ۲۰ جنوری ۱۹۸۴ء کے مکتوب میں فرماتے ہیں:

۹ جنوری ۱۹۸۴ء سے ۱۵ جنوری ۱۹۸۴ء تک بمبئی کے مشہور سینٹ زیویر کالج میں ہفتہ عالم اسلام منایا گیا۔ میں اس تقریب میں شامل ہو کر تمام تقاریر سنتا رہا اور اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور کا سامعین سے تعارف کراتا رہا۔ بہت سے لوگوں میں اپنا لٹریچر اور تعارف نامے تقسیم کئے۔ تقاریر کے بعد میں نے مقررین سے سوالات بھی پوچھے۔ ایک تقریر "ہندوستان میں مسلم خواتین" کے عنوان پر تھی۔ اس تقریر کے بعد میں نے پرنسپل بیگم رشیدہ قاضی سے پوچھا کہ آپ نے ہر شعبہ زندگی میں مسلم خواتین کے حقوق پر تو زور دیا ہے لیکن یہ نہیں بتایا کہ مسلمان خواتین مسجدوں میں نماز ادا کرنے کے اپنے حق کو کیوں نظر انداز کر رہی ہیں۔ اس تقریب کے انعقاد سے مجھے بڑا فائدہ ہوا۔ میں نے اس تقریب کے صدر سے درخواست کی کہ آپ ہماری کتب جن میں مختلف زبانوں میں ترجمۃ القرآن اور اسلام پر دیگر کتب شامل ہیں اپنی کتب کی نمائش میں رکھیں لیکن انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ دوسرے مسلمان آپ کی کتب کی شمولیت پر اعتراض کریں گے۔ مجھے یہ بھی بتایا گیا کہ چونکہ بمبئی کے تاج بک ڈپو نے اسلامی کتب کی نمائش کا وعدہ کیا ہے اس لئے وہ دوسروں کو اس میں حصہ لینے کی اجازت نہیں دیں گے۔ لیکن مجھے یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی کہ وہاں تاج بک ڈپو کی ایک کتاب بھی موجود نہ تھی اور ایک ہندو کتب فروش کی طرف سے چند ایک پرانی کتابیں رکھی گئی تھیں۔ میں نے انہیں انگریزی ترجمۃ القرآن اور لِوِنگ تھاٹس آف محمد صلعم (زندہ نبی کی زندہ تعلیم) پیش کیں جنہیں ہفتہ بھر نمائش میں رکھا گیا۔

۱۵ جنوری ۱۹۸۴ء کو عیسائیوں کی طرف سے مجھے ایک اجلاس میں شامل ہونے کے لئے دعوت نامہ ملا۔ میں اس میں اپنے ایک شیعہ دوست کے ہمراہ شامل ہوا۔ اس اجلاس میں ایک جرمن جوڑا۔ ایک لبنانی عیسائی۔ ایک مسلمان جس نے عیسائیت قبول کر لی تھی۔ بھونڈی کے دو اور ایک بنگالی مسلمان (یہ تینوں عیسائیوں کے زیرِ اثر تھے) اور کوئی آٹھ عیسائی شامل تھے۔ لبنانی عرب عیسائی نے سورۃ مریم کی آیت ۳۳ "والسلم علی یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیا" پڑھنے کے بعد کہا کہ اگر یہ خدا کا کلام ہے تو تب بھی اس کا یہی مطلب ہے کہ یسوع مسیح خدا ہے اور اگر یہ عیسیٰؑ کے الفاظ ہیں تو تب بھی اس کا مطلب یہی نکلتا ہے کہ عیسیٰ خدا ہے کیونکہ قرآن کے مطابق انسانوں کو اوپر نہیں اٹھایا جائے گا۔ میں نے اس کے جواب میں اسی سورۃ کی آیت ۱۵ "وسلم علیہ یوم ولد ویوم یموت ویوم یبعث حیا" پڑھنے کے بعد اس سے پوچھا کہ کیا اس آیت کے پیش نظر مسلمانوں کو حضرت یحییٰؑ کو بھی خدا ماننا چاہیئے کیونکہ دونوں آیات میں مشابہت پائی جاتی ہے۔ اس طرح صرف یسوع مسیح کو ہی کیوں خدا مانا جائے۔ اور حضرت یحییٰؑ کو یہ مقام نہ دیا جائے۔ اس کا جواب لبنانی عیسائی نے یہ دیا کہ حضرت عیسیٰؑ قرآن کے مطابق ایک کنواری کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ میں نے اسے اپنے موقف کی تائید میں قرآن کی وہ آیت پیش کرنے کو کہا جس میں یہ لکھا ہوا ہے لیکن اُسے کوئی ایسی آیت معلوم نہ تھی۔ میں نے سورۃ مریم کی آیت ۲۸ "یا اخت ھارون ... الخ" پڑھی تو اس نے یہ اعتراض کیا کہ اس کا تعلق حضرت مریم سے نہیں بلکہ ہارونؑ کی بہن سے ہے۔ جب میں نے آیت ۲۲ پڑھی جس میں ہے "فحملتہ" یعنی اس نے اسے حمل میں لیا تو ایک دوسرے عیسائی نے سوال کیا کہ اسے حمل میں لیا جس پر میں نے کہا کہ فرض کریں ایک حاملہ خاتون آپ کے سامنے کھڑی ہوں تو کیا آپ کو یہ معلوم ہو گا کہ حمل کس کا ہے یا اس سے پوچھیں گے کہ وہ کیسے حاملہ ہوئی۔ یہ تو یقینی بات ہے جس کو آپ بھی مانتے ہیں کہ مریم حاملہ تھیں اُن سے یہ پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں تھی کہ وہ کیسے حاملہ ہوئیں۔ یہ تو ایک معمولی عقل رکھنے والا انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ حمل خاوند کے ذریعے ہی ہو سکتا ہے اور کوئی شریف انسان اُس پر بدکاری کا الزام نہیں لگائے گا۔ پھر میں نے یہ ثابت کیا کہ نہ عیسیٰؑ نے کہا ہے کہ میں کنواری کے بطن سے پیدا ہوا ہوں اور نہ ہی خود حضرت مریمؑ نے یہ کہا ہے کہ یہ مجھ سے کنوارپنے کی حالت میں پیدا ہوا ہے۔

اس کے بعد عرب عیسائی نے کہا کہ قرآن سے ثابت ہوتا ہے کہ یسوع مسیح مرا نہیں بلکہ آسمان پر زندہ اٹھا لیا گیا۔

میں نے اسے سورۃ المائدہ کی آیت ۱۱۷ کے حوالے سے بتایا کہ یسوع مسیح خود اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو وفات دی۔ پھر میں نے سورۃ آل عمران کی آیت ۱۴۴ پڑھ کر بتایا کہ قرآن کریم کے رُو سے تمام انبیاءؑ فوت ہو چکے ہیں اور یسوع مسیح اس سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔ کیرالا سے آنے والا ایک عیسائی بول اٹھا کہ عبدالرزاق تو پاگل ہے اس لئے اس کی باتوں پر کسی کو کان نہیں دھرنا چاہیئے۔ یہ بات اس نے حاضرین کو سرگوشیوں میں کہی۔ میں نے اسے یہ کہتے ہوئے بھی سنا کہ قرآن میں خُدا نے نحن اور انّا یعنی "ہم" کا لفظ اپنے لئے استعمال کیا ہے جو جمع کا صیغہ ہے جس سے وہ عیسائی عقیدہ ایک میں تین اور تین میں ایک یا تثلیث کو ثابت کرنا چاہتا تھا۔ میں نے حاضرین کو خبردار کیا کہ یہ شخص غلط فہمی پیدا کرنا چاہتا ہے کیونکہ قرآن کریم میں جہاں کہیں بھی اللہ تعالیٰ نے ایسا لفظ اپنے لئے استعمال کیا ہے جس کے معنی "ہم" کئے جاتے ہیں وہ اس نے اپنی عظمت کو ظاہر کرنے کے لئے استعمال کیا ہے۔ عام انسان بھی اپنے لئے ہم کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور جب وہ اپنے کسی بزرگ کو مخاطب کرتے ہیں تو "آپ" کہتے ہیں جو جمع کا صیغہ ہے۔ یہ سن کر بہت سے لوگ باہر چلے گئے۔

جرمن نے بھی حضرت عیسیٰ کے متعلق کچھ سوال پوچھے۔ میں نے اُسے بتایا کہ

میں حضرت موسیٰ ۔ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود کو مانتا ہوں ۔ اس طرح میں یہودی بھی ہوں ۔ عیسائی اور مسلمان بھی ۔ تم صرف ایک مسیح کو مانتے ہو اور میں دو مسیحوں کو مانتا ہوں ۔ وہ یہ سن کر مخمصے میں پڑ گئے اور مجھ سے جان چھڑانے کی کوشش کرنے لگے اور کہنے لگے کہ ہمیں اب جانا چاہیئے اور باہر آ گئے ۔ میرے شیعہ ساتھی کہنے لگے کہ یہ پہلا موقعہ ہے کہ میں نے عیسائیوں کے ساتھ مناظرہ سنا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ عیسائی شکست کھا گئے ہیں ۔ تمام عیسائی میرے ساتھ بحث میں اُلجھنے سے بچنے کی کوشش کرتے رہے ۔ بنگالی مسلمان بھی ہمارے ساتھ باہر آ گیا ۔ وہ چند دن بعد تسمہ لینے ہی والا تھا ۔ بھونڈی سے آنے والے دو مسلمانوں نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ جب بھی بمبئی آئیں گے مجھ سے ضرور ملیں گے ۔ ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ اور چہروں پر مسرت کے آثار تھے ۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے آج تک کسی مسلمان کو عیسائیوں کے ساتھ اتنی کامیابی سے بحث کرتے ہوئے نہیں سنا ۔ آج پہلی بار ایک مسلمان کو عیسائیوں کے ساتھ بحث کرتے ہوئے سن کر ہمیں بے حد خوشی ہوئی ہے ۔ میرے شیعہ دوست نے بنگالی مسلمان کو لعن طعن کرتے ہوئے کہا کہ وہ مسلمان ہو کر عیسائیوں کی مجلسوں میں کیوں جاتے اور عیسائیت قبول کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں ۔ اس نے جواب دیا کہ اب حقیقت مجھ پر کھل گئی ہے اور آئندہ میں عیسائیوں سے کوئی تعلق نہیں رکھوں گا ۔ میں نے اُسے کہا کہ وہ عیسائیوں ۔ ہندوؤں اور دوسرے مذاہب کے لوگوں سے ضرور ملے ان کے خیالات اور نظریات معلوم کرے لیکن تسمہ لینے سے پہلے اسلام کے متعلق جو اس کے دل میں شکوک اور شبہات پیدا ہوں انہیں پہلے رفع کرنے کی کوشش کرے ۔ اگر تمہارے پاس ان کے سوالات کا کوئی جواب نہ ہو تو میں خدمت کے لیئے حاضر ہوں ۔ جس مسلمان نے مرتد ہو کر عیسائیت قبول کر لی تھی اس نے ہمارے میزبان کی بیوی سے کہا کہ آپ اپنے خاوند سے کہیں کہ وہ آئندہ عبدالرزاق کو اپنی مجلسوں میں مدعو نہ کیا کریں ۔

آج ۱۲ر جنوری کو مجھے "پیغام صلح" اور "لائٹ" کے پرچے ملے ہیں ۔ مجھ پر یہ خبر ایک بم کی طرح گری ہے کہ ہمارے محترم بھائی یکے بعد دیگرے ہمیں چھوڑتے جا رہے ہیں ان کی جدائی کا غم میرے لئے ناقابل برداشت ہے ۔ اس دفعہ ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب ہمیں داغِ مفارقت دے گئے ہیں ۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون ۔ میری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں داخل فرمائے اور ہمیں اور ان کے غم زدہ پسماندگان کو صبر کی ہمت اور توفیق بخشے ۔ آمین ! انجمن کے لئے یہ ایک ناقابلِ تلافی نقصان ہے اور ان کا نعم البدل ملنا بہت مشکل ہے ۔ ان کی جگہ کون لے سکتا ہے ؟ ہم سب کو اللہ تعالیٰ کے حضور بڑی عاجزی کے ساتھ یہ دُعا کرنی چاہیئے کہ وہ ہماری مشکلات میں ہماری مدد فرمائے ۔ آمین !

برائے نوازش میرے یہ جذبات جناب ڈاکٹر صاحب کے غم زدہ عزیزوں تک پہنچا دیں ۔ سب دوستوں کی خدمت میں السلام علیکم عرض کریں ۔

——— ٭٭٭ ———

٭ ارشادِ باری تعالیٰ :۔

اور نماز پڑھتے رہو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور اللہ کے آگے جھکنے والوں کے ساتھ جھکے رہو ۔

پروفیسر ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب کی وفات پر تعزیتی خطوط

(۱) احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ہند

۱۹۸۳ء میں احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور کی بہت سی قیمتی جانیں اللہ تعالیٰ کو پیاری ہو گئیں ۔ اب شروع سال ۱۹۸۴ء میں جناب ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب پی ایچ ۔ ڈی اچانک ہم کو صدمۂ عظیم دے کر رخصت ہو گئے ۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون ۔ ان عظیم اور بلند مرتبت مرحومین کی تلافی مستقبل قریب میں ہوتی نظر نہیں آتی ۔ بہر حال سوائے صبر کے چارہ نہیں ۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے اُمید رکھتے ہیں کہ رب العزت اپنے فضل و کرم سے ان قابل ترین مرحومین کا نعم البدل احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام کو عطا فرمائے تاکہ انجمن موصوف اپنے مقدس نصب العین یعنی اشاعتِ اسلام اور اشاعتِ قرآن میں کامیاب ہو ۔ آمین ! ثم آمین ! دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان جملہ مرحومین کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا کرے ۔

(چوہدری غلام مصطفےٰ صدر)

(۲) احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام انڈونیشیا

۳۱ر دسمبر کو پروفیسر ڈاکٹر نظیر الاسلام کی وفات پر ملال کا سن کر دلی افسوس اور صدمہ ہوا ۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون ۔ مرحوم سلسلہ کے لائق احترام مبلغ تھے ۔ ان کی رحلت ان کے اعزہ واقربا کے لیئے ہی ناقابلِ تلافی نقصان نہیں بلکہ سارا روحانی کنبہ جس کے ہم احمدی رکن ہیں اسے ایک قومی نقصان سمجھتا ہے اور محزون و دلفگار ہے ۔

ہماری دلی دعا ہے کہ مولیٰ کریم مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور غمزدہ خاندان کو صبرِ جمیل عطا کرے ۔ مرحوم کا جنازہ غائبانہ پڑھا گیا ۔ سال گذشتہ ہمارے لیئے آزمائش اور صبر و تحمل کا سال تھا ۔ بارگاہِ ایزدی میں ہم سب دست بدعا ہیں کہ ہم پر رحمت سے توجہ فرمائے اور ہمیں مرحومین کے نعم البدل عطا کرے ۔ تاکہ خدمتِ دین اور اشاعتِ اسلام کا مقدس مشن رواں دواں رہے ۔ انڈونیشیا کے احمدی بھائیوں اور بہنوں کی طرف سے سوگوار خاندان سے دلی ہمدردی کا اظہار کر دیں ۔

(منصور رباسوکی ۔ جنرل سیکرٹری)

مقامی جماعت احمدیہ لاہور کا نیا انتخاب

مؤرخہ ۲۷ر جنوری ۸۴ء کے اجلاس عام میں مقامی جماعت احمدیہ لاہور کی مجلس انتظامیہ کا چناؤ سال ۱۹۸۴ء کے لئے حسب ذیل کیا گیا ۔

(۱) چوہدری ریاض احمد صاحب ، صدر (۲) رشید احمد صاحب ، نائب صدر
(۳) محمد اکرم ارشد علوی صاحب جنرل سیکرٹری ۔ (۴) چوہدری خالد احمد صاحب ، محاسب

ممبران :

ڈاکٹر وحید احمد صاحب ، ڈاکٹر مبارک احمد صاحب ، میاں فضل احمد صاحب
ماسٹر محمد عبداللہ صاحب ، رشید احمد خاں صاحب ، چوہدری نذر رب صاحب
صوفی نذر محمد صاحب ، ناصر احمد صاحب ، ظہور اکبر ملہی صاحب ، شاہد جنجوعہ صاحب ،

(صدر مقامی جماعت احمدیہ ۔ لاہور)

صوفی قمرالدین صاحب کراچی،

گذارشِ احوالِ واقعی

اخبار پیغام صلح کے ذریعے میں اپنے مختصر حالاتِ زندگی اپنے احمدی بھائیوں بہنوں اور دوستوں تک پہنچانا چاہتا ہوں جو امید ہے ان کے لئے دلچسپی کا باعث ہوں گے۔

میرا تعلق قریشی خاندان سے ہے ۱۹۴۸ء میں ہندوستان سے ہجرت کرنے کے بعد لاڑکانہ سندھ میں سکونت پذیر ہوا۔ میری عمر اس وقت ۸ یا ۹ سال تھی تعلیم صرف دو جماعت ہندی تک تھی۔ اُردو بالکل نہیں جانتا تھا۔ ہجرت اور غربت کی وجہ سے چونکہ پاکستان میں بھی اپنی تعلیم جاری نہ رکھ سکا اس لئے جسم و روح کا رشتہ قائم رکھنے کے لئے سائیکل مرمت کرنے کا کام سیکھنے بیٹھ گیا۔ دین کا علم بھی صرف تقلیداً نماز ادا کرنے تک ہی محدود رہا۔ ۱۶ یا ۱۷ سال کی عمر میں فلم بینی نے فلمی ہیرو بننے کا شوق دل میں پیدا کر دیا۔ لیکن غالباً ۱۹۵۸ء میں ایک معمولی سے واقعہ نے میری زندگی کا رُخ بدل دیا۔

وہ واقعہ یہ ہے کہ میں نے محنت مزدوری کر کے ایک معمولی سی رقم پس انداز کر کے ایک الماری میں رکھ دی تھی جونہی یہ رقم نکالنے کے لئے میں نے الماری کھولی تو اچانک میری نظر الماری کے اوپر رکھے ہوئے دیمک خوردہ قرآن شریف پر پڑی۔ میں نے قرآن شریف کو کھول کر دیکھا اور میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ کاش میں اس پاک کتاب کو پڑھنا جانتا ہوتا۔ اسی خواہش کو لے کر میں ایک معلم قرآن کے پاس چلا گیا اور ان سے پوچھا کہ آپ کتنے دنوں میں مجھے قرآن شریف پڑھا دیں گے۔ انہوں نے جواب دیا کہ آپ جتنے شوق سے پڑھیں گے میں اسی قدر جلدی پڑھا دوں گا۔ ان کے بتانے پر میں یسرنا القرآن لے آیا اور پڑھنا شروع کر دیا۔ اور رات دن ایک کر کے گیارہ دن میں یسرنا القرآن ختم کرنے کے بعد قرآن شریف پڑھنا شروع کر دیا۔ اس کے بعد دینیات کی عام فہم کتابیں بھی دیکھنے لگا۔

یوں ہی وقت گذرتا رہا۔ اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم نے یاوری کی اور نماز تہجد کی توفیق بھی بخشش دی۔ مرید ہونے کے لئے کئی پیروں کے ہاں چکر لگائے لیکن جس اطمینانِ قلب کی مجھے جستجو تھی وہ نہ مل سکا۔ اسی تڑپ کے ماتحت ایک دن رات کو اٹھ کر دعا کی کہ اے اللہ یا تو مجھے کسی ایسے مرشد کے پاس پہنچا جو مجھے صحیح راستہ دکھائے اور یا علم عطا کر کہ میں راہِ ہدایت پا سکوں۔ چند ہی روز بعد ایک بزرگ صوفی حامد صاحب سے ملاقات ہوئی۔ کچھ سوال و جواب کے بعد انہوں نے مجھ سے مہدی کے نام پر بیعت لی اور بیان القرآن اور چند دوسری کتابیں خریدنے کا مشورہ دیا اور احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور کا پتہ بتایا میں نے ایک خط اس پتہ پر لاہور بھیجا لیکن شیطان نے دل میں کئی طرح سے وسوسہ اندازی شروع کر دی۔ کبھی دل میں آتا کہ یہ صوفی کوئی قادیانی ہے اور مجھے قادیانی بنانا چاہتا ہے کیونکہ جس مہدی کا نام اس نے بتایا ہے وہ تو تمام مسلمانوں کے نزدیک (نعوذ باللہ) کافر ہے لیکن فوراً ہی یہ خیال آتا کہ آخر صوفی صاحب کا اس میں اپنا ذاتی کیا مفاد ہے وہ تو صرف دین کو دنیا پر مقدم کرنے کو کہتا ہے آخر میں نے اسی ادھیڑ بُن میں یہ ارادہ کر لیا کہ کتابیں دیکھنے کے بعد ہی کوئی فیصلہ کروں گا۔

لاہور سے میرے خط کا یہ جواب آیا کہ بیان القرآن ابھی طبع نہیں ہوا۔ اس کے ساتھ دوسری چھوٹی چھوٹی کتابیں بھیج دی گئیں۔ کتابوں کے مطالعہ کے بعد مزید تحقیق و جستجو کا شوق بڑھتا رہا۔ اسی دوران میں بیان القرآن کی تین جلدوں میں سے ایک جلد مل گئی اور بعد میں ایک حمائل شریف بھی مل گئی اور بھی کئی کتابیں دیکھتا رہا۔ ۱۹۷۱ء میں بیان القرآن کی دو اور جلدیں بھی مل گئیں۔ حاصل کلام یہ کہ مارچ ۱۹۶۲ء سے جبکہ میری ملاقات صوفی بزرگ حامد صاحب سے ہوئی تھی۔ جولائی ۱۹۸۰ء تک لاڑکانہ میں مختلف فرقوں کی کتابیں زیرِ مطالعہ رہیں جن میں سے کثیر کتابیں جماعتِ احمدیہ لاہور کی تھیں غرضیکہ اس ۱۸ سال کے عرصہ میں حضرت امام غزالی۔ مثنوی مولانا روم۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔ اور دیگر بزرگوں کی کتابوں کے اردو ترجمے دیکھنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا کہ تمام سالقہ بزرگوں کی کتابوں پر حضرت مرزا غلام احمدؑ قادیانی کی کتابیں علمی اور روحانی لحاظ سے فضیلت اور فوقیت رکھتی ہیں اور حضرت امام وقت کے سرسبز کھیت کی الہامی فصل میں سے مغز حضرت مولانا محمد علی نے نکال کر اور روحانی غذا کی صورت میں نسلِ انسانی کے سامنے رکھ دیا ہے اب جو اپنی روحانی بھوک کو دور کرنا چاہے گا وہ حضرت مولانا کی طرف ہی رجوع کریگا۔ حضرت مسیح موعود کا جسم تو قادیان میں ہے لیکن آپ کی رُوح لاہور میں ہے۔ اگر کسی صاحب کو اس بارہ میں مناظرہ اور بحث کی آرزو ہو تو میرا پتہ ہرگز سے معلوم کر کے میرے ساتھ خط و کتابت کر سکتا ہے اور اگر آمنے سامنے گفتگو کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔ لاڑکانہ میں کافی لوگوں سے بحث ہوتی رہی ہے جن میں قادیانی اور غیر احمدی دونوں شامل تھے۔

آخر اپنے خاندان والوں سے تنگ آکر اپنے حصہ کی ملکیت ماں باپ اور بھائیوں کے لئے چھوڑ کر ۱۹۸۰ء میں اپنے نو بچوں سمیت خالی ہاتھ کراچی آ گیا۔ کافی عرصہ سے جلسہ سالانہ میں شرکت کی آرزو تھی جو دسمبر ۱۹۸۳ء میں ایک احمدی بھائی کی مہربانی سے پوری ہوئی۔

۱۰ دسمبر کو نیز نشستیں کراچی سے لاہور کے لئے محفوظ کرانے کے بعد گھر واپس آ رہا تھا کہ ایک دکان پر بیٹھنے کا اتفاق ہوا۔ میرے پاس "اسلامی اصول کی فلاسفی" نامی کتاب تھی۔ میں نے وہ اس دکاندار کو دی۔ وہاں ایک قادیانی صاحب بھی تشریف رکھتے تھے۔ علیک سلیک کے بعد فرمانے لگے کہ کیا آپ لاہور کے جلسہ پر پہلے بھی کبھی گئے ہیں۔ میں نے کہا کہ پہلی مرتبہ جا رہا ہوں۔ کہنے لگے کہ وہاں تو صرف دو ڈھائی آدمی ہوں گے آپ کو کیا مزا آئے گا۔ اگر جلسہ دیکھنا ہو تو ربوہ چلو۔ میں نے جواب دیا کہ اگر لاہور کے جلسہ میں ایک آدمی بھی ہوگا تو میں

پھر بھی وہیں جاؤں گا۔ میں آپ کا جلسہ دیکھ چکا ہوں۔ وہاں تو قدم قدم پر مجدد بنے بیٹھے ہیں کس کس کی بات سنوں اور مانوں گا۔ لاہور میں تو صرف ایک ہی مجدد کی روح ہے ——— جو جماعت آپ کی نظروں میں قلیل ہے۔ اللہ اپنے فرشتے بھیج کر اسے کثیر کر دے گا۔ وہ صاحب یہ سن کر خاموش ہو گئے۔

اللہ کی قدرت بھی عجیب سے عجیب تر ہے۔ بڑے آرام سے سفر طے ہوا۔ اور جلسہ میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی۔ وہاں میں نے کیا دیکھا اور کیا اثر لیا بیان سے باہر ہے۔ لیکن اپنی بہنوں اور بھائیوں کی راحت کے لئے مختصراً کچھ عرض کر دیتا ہوں۔

حضرت امیر ایدہ اللہ نے جو نمازیں پڑھائیں ان میں روح کو گداز کرنے والی ایک عجیب تاثیر اور سرور ہوتا تھا فجر کی نمازیں تو خاص کر رلاتی رہی ہیں مجھے تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ حضرت ڈاکٹر صاحب نہیں بلکہ حضرت مولانا محمد علیؒ خود امامت کرا رہے ہیں۔ ۲۴ دسمبر کو حضرت امیر کی تقریر تھی آپ نے اس تقریر میں دین اسلام کی بے چارگی اور بے بسی کا کچھ اس طرح نقشہ کھینچا کہ آپ خود بھی رونے لگے اور سامعین کو بھی رلا دیا۔ آپ نے حضرت امام وقت کا یہ شعر پڑھا۔ ؎

ایں دو فکر دین احمد مغز جان ما گداخت

کثرت اعداء ملت قلت انصار دیں

اس تقریر کو سن کر باقی لوگوں نے جو اثر لیا ہوگا وہ تو وہی جانتے ہیں لیکن میرے دونوں لڑکوں پر اس کا کافی اثر ہوا۔ بڑا لڑکا جو پہلے ذرا باغی تھا اب احمدیت قبول کر چکا ہے اور دوستوں کو خوش خبری ہو کہ وہ اپنے آپ کو دین کی خاطر وقف کرنے کے لئے تیار ہے۔ اس جلسہ سالانہ میں اللہ تعالےٰ کی قدرت کا جو ہاتھ نظر آیا۔ وہ صاحب بصیرت دیکھ چکے ہوں گے۔ میں تفصیل بیان نہیں کرنا چاہتا آخر میں حضرت مولانا محمد علیؒ کی کتاب "ہم کون ہیں" میں سے ایک اقتباس پیش کر کے ختم کرتا ہوں۔

" میرے رفیقو اور عزیز دوستو! اس بات کو نہ بھلاؤ کہ آپ کون ہیں اور کہاں کھڑے ہیں۔ کفر و اسلام کی ایک جنگ جاری ہے جس کو دنیا نہیں دیکھ سکتی مگر حضرت مسیح موعود نے اس کو دیکھا اور اس راست باز کی بدولت آپ نے بھی دیکھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کفر کے ساتھ بے شمار ساز و سامان۔ فوجیں اور سونا چاندی دریا کی طرح بہہ رہا ہے۔ ۔ ۔ ۔ آج کروڑوں مسلمان اس کفر و اسلام کی جنگ میں ایک طرف کھڑے ہیں اور مسیح موعود کی جماعت کا کثیر حصہ میدانِ جنگ کو چھوڑ کر دنیا کی طرف بھاگا جا رہا ہے اور نہایت ہی چھوٹی سی جماعت جس کو دنیا عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھتی کفر کے ان سیلابوں کے سامنے اسلام کی حمایت میں سینہ سپر کھڑی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں اپنی جماعت میں سے قدم پیچھے ہٹانے والوں غفلت کی نیند سونے والوں ادھورے دل سے ہاں میں ہاں ملانے والوں کو اور طاقت رکھتے ہوئے کمزوری دکھانے والوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ کیا انہیں اس بات کا احساس ہے کہ وہ کس کے مقابلہ میں کھڑے ہیں۔ اور کیا کر رہے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ میرے دوستو یاد رکھو کہ تمہارے ہاتھ میں اسلام کا علم ہے۔ تم اگر گر جاؤ تو حرج نہیں مگر اسلام کا جھنڈا سرنگوں نہ ہونے پائے۔ اگر تم میں سے ایک مرتا ہے تو اس جھنڈے کو سنبھالنے والا دوسرا موجود ہونا چاہیئے ۔ ۔ ۔ ۔ یاد رکھو یہ جھنڈا اگر تم بلند رکھو گے تو خدا کی نصرت تمہارے ہاتھ چومنے کو تیار رہے لیکن اگر تم نے ادھورے دل سے کام کیا اور قرآن کے جھنڈے کی وہ عزت نہ کی جو اس کا حق ہے تو تمہاری دنیا بھی تمہارے کسی کام نہ آئے گی۔ خدا نے تم کو بڑا بلند مقام دیا ہے اور تمہیں تبلیغ اسلام کی کشتی کا ناخدا بنا دیا ہے۔ اگر تم نے اس کشتی کو بچانے کے لئے پوری کوشش نہ کی تو خدا قادر ہے کہ تمہاری جگہ کوئی اور قوم لے آئے۔"

اللہ تعالےٰ ہر معرکۂ حق و باطل میں ہمیں یہ جھنڈا بلند رکھنے اور اس کشتیٔ اسلام کو ہر طوفان سے گذار کر ساحل مراد سے ہمکنار کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین!

— ✱✱✱ —

کامیابی اور عطیہ — خدائی تصرف

ایکہ گوئی گر دعا ہا را اثر بودے کجاست

سوئے من بشتاب بنمائم ترا چوں آفتاب

امریکہ سے جناب مولانا ماسٹر محمد عبد اللہ صاحب سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ کی خدمت میں لکھتے ہیں،

"میری بیٹی فریدہ رجب علی اور اس کے شوہر محمد اقبال رجب علی دونوں نے بیک وقت امریکن ڈینٹل بورڈ کا امتحان بہت اعلےٰ نمبروں پر پاس کر لیا ہے امریکہ کے شعبہ ڈینٹل سرجری میں یہ امتحان مشکل ترین خیال کیا جاتا ہے۔ یہ ایک فضل ربّی ہے جس کا مشاہدہ آپ کی دعاؤں سے ہم کر رہے ہیں۔ اس خوشی میں مبلغ پانچصد روپیہ محمد علی فری ڈسپنسری کے لئے بھجوا رہا ہوں۔"

جلسۂ سیرت النبیؐ

۱۲ فروری۔ مقامی جماعت احمدیہ خواتین لاہور کے زیر اہتمام جامع احمدیہ دارالسلام میں سیرت النبیؐ کے موضوع پر بعد نماز ظہر ایک اجلاس منعقد ہوا جس کی صدارت محترمہ رضیہ فاروقی صاحبہ نے فرمائی۔ مقررات نے حضور خاتم النبیین محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت مقدسہ کے مختلف پہلوؤں کو سامعات کے سامنے پیش کیا۔ بچیوں میں عزیزہ شاہدہ جنجوعہ کی تقریر کو بہت پسند کیا گیا اور اس کے حسن بیان کی داد دی گئی۔ جلسہ کے آخر میں سامعات کی چائے سے تواضع کی گئی۔ تفصیل موصول ہونے پر شائع کی جائے گی۔

شانِ احمدؐ

زندگی بخش جام احمدؐ ہے + کیا پیارا یہ نام احمدؐ ہے

لاکھ ہوں انبیاءؑ مگر بخدا + سب سے بڑھ کر مقام احمدؐ ہے

(از حضرت مجدد صد چہاردہم)

(بقیہ صدا سے آگے)

سے پڑھا جائے جیسا کہ خود قرآن کا ارشاد ہے : ورتل القرآن ترتیلا (مزمل)
" قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر اور خوش الحانی سے پڑھو " حدیث میں اس کی توضیح ان الفاظ میں کی گئی ہے :

حسنوا القرآن باصواتکم فان الصوت الحسن یزید القرآن حسنا (دارمی) " قرآن کو اپنی آوازوں سے حسین بناؤ۔ یہ حکم اس لئے دیا جاتا ہے کہ عمدہ آواز سے قرآن کے حسن میں اضافہ ہوتا ہے "

حدیث شریف میں تلاوت قرآن کو اچھی آواز اور عمدہ ادا کے ساتھ متصف اس لئے کیا گیا ہے کہ ایسی آواز میں کشش اور جاذبیت پائی جاتی ہے مشاہدہ اس بات پر گواہ ہے کہ انسان کا دل سریلی اور مترنم آواز سے متاثر ہو کر ہمہ تن اس طرف دھیان دینے لگتا ہے جس طرف سے آواز آرہی ہو۔

حسنوا القرآن باصواتکم سے عام طور پر آواز کی خوبصورتی اور خوش الحانی مراد لی جاتی ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ سوز وگداز، حضور وخشوع اور خشیت اللہ کا ہونا بھی ضروری ہے جیسا کہ حضورؐ کا ارشاد ہے :

" قرآن کریم کی تلاوت کرنے والوں میں سے سب سے بہتر اور عمدہ آواز اس شخص کی ہے جس کی تلاوت سے تم اندازہ لگا سکو کہ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف ہے "
(کنز العمال)

اگر قرآن پڑھنے والا شخص آواز کی خوش الحانی کے ساتھ ساتھ خدا خوفی بھی اپنے اندر پیدا کر لیتا ہے تو اس کی آواز مرتعش اور مرتفع ہو کر ایک طرف قرآن کے حسن میں اضافہ کرتی ہے اور دوسری طرف سننے والے کے دل پر اس حسن کا عکس پڑ کر وہ بھی قرآن سے مانوس ہو جانے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

خوف اور رونا، یہ دونوں عموماً ایک دوسرے کے متلازم قرار دیئے گئے ہیں اسی وجہ سے قرآن خوانی کے بارے میں فرمایا گیا ہے :

" یہ قرآن غم اور پریشانی کی حالت میں نازل ہوا ہے۔ اس لئے جب تم اسے پڑھو تو اپنے اندر رونے کی کیفیت پیدا کر لو۔ اور اگر تم ایسا نہ کر سکو تو کم از کم بتکلف رونے کی کوشش کرو " (ابوداؤد)

★ حرفِ آخر،

قرآن کریم کی فضیلت اور اس کی اہمیت جو مضمون کی اقساط میں بیان کی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ارشادات اور حضور صلعم کے کلمات کی روشنی میں جن امور کی وضاحت کی گئی ہے چاہیئے کہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہم ان پر عمل کریں اور قرآن سے تعلق پیدا کرنے کا موقع ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ ہم میں سے مرد ہوں یا عورتیں، بوڑھے ہوں یا جوان، امیر ہوں یا غریب، چھوٹے ہوں یا بڑے۔ کاروبار وسیع ہو یا محدود۔ ہر شخص پر ہر حالت میں لازم ہے کہ وہ قرآن کریم کی ہر روز بلا ناغہ تلاوت کرنا اپنے اوپر فرض قرار دے کر صحیح معنوں میں مسلمان ہونے کی کوشش کرے ؎

گر تو میخواہی مسلماں زیستن
نیست ممکن جز بقرآں زیستن،

★ ★ ★

اِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا

جب صبح کو پھولوں میں صبا آتی ہے
جب دور سے بلبل کی نوا آتی ہے
وہ گھر مبارک ہے جہاں سے اس وقت
قرآن کے پڑھنے کی صدا آتی ہے

جب قافلے صحراؤں میں رواں ہوتے ہیں
جب سائے دھندلکوں سے عیاں ہوتے ہیں
وہ گھر مبارک ہے جہاں سے اس وقت
قرآن کے پڑھنے کی صدا آتی ہے

جب آخر شب مست ہوا آتی ہے
چھن چھن کے ستاروں سے ضیا آتی ہے
وہ گھر مبارک ہے جہاں سے اس وقت
قرآن کے پڑھنے کی صدا آتی ہے

جب نور بکھرتا ہے شبستانوں میں
جب رنگ نکھرتا ہے خیابانوں میں
وہ گھر مبارک ہے جہاں سے اس وقت
قرآن کے پڑھنے کی صدا آتی ہے

جب بند کلی کھل کے مہک اٹھتی ہے
جب آرسی شبنم کی چمک اٹھتی ہے
وہ گھر مبارک ہے جہاں سے اس وقت
قرآن کے پڑھنے کی صدا آتی ہے

جس وقت کہ خوابیدہ جہاں ہوتا ہے
جب آنکھوں کا کھلنا بھی گراں ہوتا ہے
وہ گھر مبارک ہے جہاں سے اس وقت
قرآن کے پڑھنے کی صدا آتی ہے

(گمنام)

★ ★ ★ ★ ★

باہتمام الہدہ پرنٹرز اردو بازار سے چھپوا کر پبلشر ناصر احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔ (چیف ایڈیٹر: ڈاکٹر اللہ بخش)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور، مورخہ ۱۵ فروری ۱۹۸۴ء، شمارہ ۷

جلد ۷۱ | بیوم چہارشنبہ ۱۹ جمادی الاوّل سنہ ۱۴۰۴ھ مطابق ۲۲ فروری ۱۹۸۴ء | شمارہ : ۸

ارشادات حضرت مجدد صد چہاردہم

سلسلہ احمدیہ کے قیام کا مقصد

خداتعالےٰ نے مجھے بھیجا تا میں اس خطرناک حالت کی اصلاح کروں اور لوگوں کو خالص توحید کی راہ بتاؤں۔ چنانچہ میں نے سب کچھ بتا دیا اور نیز میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ تا ایمانوں کو قوی کروں اور خداتعالےٰ کا وجود لوگوں پر ثابت کرکے دکھلاؤں کیونکہ ہر ایک قوم کی ایمانی حالتیں نہایت کمزور ہوگئی ہیں۔ اور عالم آخرت صرف ایک افسانہ سمجھا جاتا ہے اور ہر ایک انسان اپنی عملی حالت سے بتا رہا ہے کہ وہ جیسا کہ یقین دنیا اور دنیا کی جاہ و مراتب پر رکھتا ہے اور جیسا کہ اس کو بھروسہ دنیوی اسباب پر ہے یہ یقین اور یہ بھروسہ ہرگز اس کو خداتعالےٰ اور عالم آخرت پر نہیں زبانوں پر بہت کچھ ہے مگر دلوں میں دنیا کی محبت کا غلبہ ہے ۔۔۔۔ ۔۔۔۔ سو میں بھیجا گیا ہوں کہ تا سچائی اور ایمان کا زمانہ پھر آوے اور دلوں میں تقوی پیدا ہو۔ سو یہی افعال میرے وجود کی علّت غائی ہیں۔ مجھے بتلایا گیا ہے کہ پھر آسمان زمین سے نزدیک ہوگا بعد اس کے کہ بہت دور ہوگیا تھا۔ سو میں ان ہی باتوں کا مجدد ہوں۔ اور یہی کام ہیں جن کے لئے میں بھیجا گیا ہوں اور منجملہ ان امور کے جو میرے مامور ہونے کی علت غائی ہیں مسلمانوں کے ایمان کو قوی کرنا ہے اور ان کو خدا اور اس کی کتاب اور اس کے رسول کی نسبت ایک تازہ یقین بخشنا اور یہ طریق ایمان کی تقویت کا دو طور سے میرے ہاتھ سے ظہور میں آیا ہے۔

اوّل :-

قرآن شریف کی تعلیم کی خوبیاں بیان کرنے اور اس کے اعجازی حقائق اور معارف اور انوار اور برکات کو ظاہر کرنے سے جن سے قرآن شریف کا منجانب اللہ ہونا ثابت ہوتا ہے چنانچہ میری کتابوں کو دیکھنے والے اس بات کی گواہی دے سکتے ہیں کہ وہ کتابیں قرآن شریف کے عجائب اسرار ونکات سے پُر ہیں۔ اور ہمیشہ یہ سلسلہ جاری ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جس قدر مسلمانوں کا علم قرآن شریف کی نسبت ترقی کریگا اسی قدر ان کا ایمان بھی ترقی پذیر ہوگا۔

دوسرا طریق :-

جو مسلمانوں کا ایمان قوی کرنے کے لئے مجھے عطا کیا گیا ہے تائیدات سماوی اور دعاؤں کا قبول ہونا اور نشانوں کا ظاہر ہونا ہے۔

(کتاب البریہ)

—— ٭٭٭ ——

مکرم ڈاکٹر نظیر الاسلام مرحوم کی وفات پر

جماعت یو۔کے کا تعزیتی اجلاس

۲۲ جنوری ۱۹۸۴ء کو جماعت احمدیہ انگلستان کا ایک ہنگامی اجلاس منعقد ہوا اس اجلاس میں محترم و مکرم ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب کی اچانک وفات پر اظہار افسوس کیا گیا ۔ اور ان کی مغفرت کے لئے غائبانہ نماز جنازہ ادا کی گئی ۔ جماعت احمدیہ کی طرف سے سیکرٹری جماعت نے محترم ڈاکٹر صاحب کی زندگی کے حالات پر روشنی ڈالی ۔ اور بتایا کہ محترم ڈاکٹر صاحب اور ان کے مرحوم والد صاحب کا تعلق جماعت قادیان سے تھا ۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم بھی قادیان میں پائی ۔ لیکن جوں ہی انہیں یہ تسلی ہو گئی کہ جماعت قادیان کے عقائد غلط ہیں اور جماعت احمدیہ لاہور کا مؤقف درست ہے تو انہوں نے جماعت قادیان سے قطع تعلق کر لیا ۔ اور جماعت لاہور میں شامل ہو گئے ۔

تعلیم مکمل کرنے کے لئے جب آپ برلن تشریف لے گئے تو وہاں آپ برلن مشن کا کام بھی کرنے لگے اور کچھ عرصہ تک امام مسجد کے فرائض بھی سرانجام دیتے رہے لیکن اپنی زندگی کا سب سے مشکل مشن انہیں حیات ناپائیدار کے آخری سالوں میں سرانجام دینا پڑا ۔ جن دنوں محترم ڈاکٹر صاحب اور چوہدری مسعود اختر صاحب یہاں تشریف لائے وہ ہمارے لئے بہت ہی مشکل دن تھے مشکلات اس قدر تھیں کہ باوجود کوشش ہم ان کی رہائش کے لئے بھی کوئی تسلی بخش انتظام نہ کر سکے ۔

ایک بوسیدہ اور سیل زدہ گھر کے ایک تاریک کمرے میں انہیں جگہ ملی ۔ اپنی عمر کے آخری حصے میں پاکستان سے ایک آرام دہ گھر چھوڑ کر ایک غیر ملک میں ان حالات میں رہنا بڑی ہمت کا کام تھا ۔ دو سال تک محترم ڈاکٹر صاحب نے ان حالات میں گذارہ کیا ۔ اور جماعت بندی کی کوشش بھی کی ۔ ایک موقعے پر میں انہیں ملنے گیا ۔ تو وہ کمبل اوڑھے موم بتی کی روشنی میں لیکچر تیار کر رہے تھے ۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ ان کے کمرے کی بجلی کاٹ دی گئی تھی ۔ ان حالات میں ممبران جماعت نے سرتوڑ کوشش کی کہ وہ احمدیہ ہاؤس چھوڑ کر کسی کے گھر چلے جائیں لیکن انہوں نے یہ گوارا نہ کیا کہ جس عمارت کو احمدیوں کے خون پسینے کی کمائی سے خریدا گیا تھا وہ اسکو خالی کر دیں ۔

سیکرٹری جماعت کے بعد محترمہ مسز جمیلہ خاں صاحبہ صدر جماعت احمدیہ نے ڈاکٹر صاحب کی تحریرات سے اقتباسات پڑھ کر سنائے ۔ محترمہ صدر صاحبہ کی درخواست پر محترم یوسف محمد ۔ فیض خاں ، مجید علی ۔ عزیز علی اور دوسرے حاضرین نے اپنے تاثرات بیان کئے ۔ ممبران نے جہاں محترم ڈاکٹر صاحب مرحوم کی خدمات کا ذکر کیا ۔ وہاں یہ بھی کہا کہ ڈاکٹر صاحب کی قربانیوں میں ان کی فیملی میں شریک ہے اس لئے کہ اگر ایک مشنری کو اپنی فیملی کا تعاون حاصل نہ ہو تو وہ سکون سے کام نہیں کر سکتا ۔

نماز جنازہ کے بعد ممبران نے مرحوم اور ان کے خاندان کے لئے دعا کی ۔ خدا مرحوم کو بلند مقام عطا فرمائے اور ان کی اہلیہ اور بچوں کو صبر جمیل عطا فرمائے ۔ آمین !

سیکرٹری جماعت یو۔کے

* * *

پروفیسر ڈاکٹر نظیر الاسلام کی وفات پر تعزیت کے خطوط

جنرل سیکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام جزائر فیجی لکھتے ہیں ۔

آپ کا ۱۰ر جنوری ۸۴ء کا مکتوب ہمارے لئے رنج و اندوہ کی خبر لایا ۔ پروفیسر ڈاکٹر نظیر الاسلام کی وفات ایک صدمہ عظیم ہے سوائے انا للہ وانا الیہ راجعون کے ہم اور کیا کہہ سکتے ہیں ۔ اللہ تعالے ان کی مغفرت فرمائے پچھلے جمعہ ان کی جنازہ غائبانہ کی نماز ادا کی گئی ۔ مولا کریم انہیں اپنے جوار رحمت اور جنت الفردوس میں جگہ دے ۔

ڈاکٹر نظیر الاسلام ایک بہت بڑے عالم دین اور مبلغ اسلام تھے ۔ مجھے ان سے لندن اور لاہور میں ملنے کے کئی مواقع ملے ۔ ان کے ایثار اور خدمت دین کے جذبے نے مجھے ہمیشہ متاثر کیا ۔ ان کی وفات ہماری جماعت کے لئے ایک ناقابل تلافی نقصان ہے گذشتہ سال (۱۹۸۳ء) ہمارے چار نہایت ہی عظیم رکن ہمیں داغ مفارقت دے گئے ۔ ہم آپ کے غم میں برابر کے شریک ہیں ۔ خداوند تعالے اپنے فضل و کرم سے جماعت کو مرحوم کا نعم البدل عطا فرمائے ۔ براہ کرم ہمارے بورڈ آف ڈائریکٹرز اور اراکین جماعت کی طرف سے مرحوم کے سوگوار خاندان اور مرکزی جماعت تک دلی افسوس اور ہمدردی کے الفاظ پہنچا دیں ۔ اللہ تعالے آپ سب کو صبر جمیل عطا فرمائے ۔

- جناب عبدالحق سہروردی اولڈ لالہ زار روڈ راولپنڈی سے بیگم صاحبہ ڈاکٹر نظیر الاسلام کے نام اپنے تعزیتی خط میں لکھتے ہیں ۔

" مجھے کسی کی زبانی دو چار دن ہی ہوئے ڈاکٹر صاحب کے انتقال پرملال کی خبر ہوئی ۔ خدا گواہ ہے کہ اس دن سے طبیعت پر کس قدر بوجھ ہے اور دل رنجیدہ ہے ان کے ساتھ گذرا ہوا وقت یاد آتا ہے تو آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں ۔ وہ ایک بے مثال انسان تھے ۔ خوددار ، محنتی ۔ خوش مزاج ۔ دوست پرور اور غریب پرور ۔ وہ اصول کے پکے اور زبان کے سچے تھے ۔ اللہ تعالے ان پر اپنی رحمتوں اور برکتوں کی بارش کرے ۔ عزیزی بشیر الاسلام اور بچیوں کو ہم دونوں کی طرف سے اظہار تعزیت کریں ۔ آمنہ دو تین دن ہی ہوئے امریکہ سے واپس لوٹی ہے ۔ یہ خبر سن کر وہ بھی بے حد ملول ہوئی ہیں ۔

- مکتوب امریکہ

ڈاکٹر نظیر الاسلام صاحب کی اچانک وفات کا سن کر افسوس ہوا ۔ خدا ان پر اپنی رحمتیں اور برکات نازل فرمائے ۔ ڈاکٹر صاحب سے میری ملاقات لندن کانفرنس کے دوران ہوئی تھی ۔ جماعت کے ایک بہت ہی مخلص ممبر اور عالم انسان تھے ۔ " خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں " جلسے کی کامیابی کی خبر سن کر بہت خوشی ہوئی ۔ یہ آپ کی کاوشوں اور اللہ تعالیٰ کی خاص مہربانی ہے ۔ خدا ہمیں آئندہ بھی اپنے نیک مقاصد میں کامیاب فرمائے ۔ اور صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق بخشے ۔ مجھے اور ہم سب گھر والوں کو دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں ۔

آپ کا مخلص

محمد احمد امریکہ

* * *

از قلم مکرم جناب نصیر احمد فاروقی صاحب لاہور

درسِ قرآن سبق ۵۸

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
قُلِ اللّٰھُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ ؗ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِیَدِکَ الْخَیْرُ ؕ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ تُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّھَارِ وَ تُوْلِجُ النَّھَارَ فِی الَّیْلِ ۫ وَ تُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَ تُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ ۫ وَ تَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ۝

(آل عمران ۳ ۔ ۲۵ ۔ ۲۶)

ترجمہ :۔ کہو اے اللہ ملک کے مالک تو جس کو چاہتا ہے ملک دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ملک لے لیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے ۔ تیرے ہاتھ میں بھلائی ہے ۔ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے ۔ تو رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور تو مردہ سے زندہ کو نکالتا ہے اور زندہ سے مردہ کو نکالتا ہے ۔ اور تو جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

میں ان آیات پر پچھلے دو درسوں میں بتا آیا ہوں کہ یورپین اقوام کو اللہ تعالےٰ نے وہ عالمگیر سلطنت دی کہ اس کی نظیر تاریخ انسانی میں نہیں ملتی کہ باقی دنیا کے تمام ملکوں پر وہ چھا گئیں اور اپنے عالمگیر غلبہ کو قائم رکھنے کے لئے انہوں نے اپنی محکوم رعایا کو اپنا ہم مذہب بنانے کے لئے پیسہ، محنت، اور سیاسی و ملکی غلبہ غرض ہر چیز کو وسیع پیمانہ پر استعمال کیا ۔ تو اس میں غور کرنے کی یہ بات ہے کہ یورپین اقوام کو سیاسی اور ملکی غلبہ پہلے ملا اور اس غلبہ کو انہوں نے بعد میں استعمال کیا اپنے مذہب کو پھیلانے کے لئے ۔ اور اسی ترتیب سے قرآن حکیم نے ۱۴۰۰ سال پہلے اس بات کا ذکر فرمایا جو کہ آج کی آیات میں ہے کہ اگر اللہ تعالےٰ حکومتیں دیتا بھی ہے تو چھین بھی لیتا ہے ۔ اور اس کے بعد عیسائیت کے عقائد پر بحث کی ہے جو اگلی آیات میں آتی ہے ۔ ۱۴۰۰ سال پہلے واقعات کی اس ترتیب کو ملحوظ رکھنا جو اس زمانہ میں آکر اسی طرح پورے ہوئے قرآن کریم کے اس عالم الغیب ذات کی طرف سے ہونے کا بیّن ثبوت ہے جس کا نام اللہ ہے ۔

چونکہ یورپین اقوام کی سلطنت ہر قسم کے مذہبوں کو ماننے والوں پر تھی اس لئے انہیں عیسائی بنانے کے لئے عیسائیت کا مقابلہ تمام مذاہب سے ہوا مگر عیسائیت کو اسلام کے سوا کسی مذہب سے خطرہ یا سخت مقابلہ نہ درپیش ہوا ۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اسلام کے سوا تمام مذاہب میں شرک پیدا ہو چکا تھا بلکہ ان کا شرک عیسائیت سے بدتر تھا ۔ اس کے برعکس اسلام کی خالص توحید سے عیسائیت کو سخت خطرہ محسوس ہوا کیونکہ باطل حق سے ہمیشہ خائف ہوتا ہے ۔ اس لئے عیسائیت نے اسلام پر جو سخت حملہ کیا ویسا حملہ نہ تو دوسرے مذاہب پر کیا اور نہ اسلام کی تاریخ میں ویسا سخت حملہ اسلام پر بطور مذہب کے کبھی ہوا تھا ۔ اس خطرہ کو حضور سرور کائنات صلعم نے ۱۴۰۰ سال پہلے اپنی باطنی آنکھ سے اور اللہ تعالےٰ سے علم غیب پاکر دیکھا تھا ۔ چنانچہ اس زمانہ کے خطرات کو فتنۂ دجال کا نام دیتے ہوئے حضور صلعم نے بے شمار پیشگوئیاں فرمائیں جو حدیث کی کتابوں میں محفوظ ہیں ۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا اسلام کی تمام تاریخ میں اس پر بطور مذہب ایسا سخت حملہ اور خطرہ درپیش نہ آیا تھا ۔ مخبر صادق صلعم کی بے شمار پیشگوئیوں میں سے چند سناتا ہوں ۔

فرمایا ما بین خلق آدم الی قیام الساعۃ امر اکبر من الدجال (مشکوٰۃ صفحہ ۴۷۲) یعنی آدم کی پیدائش سے لے کر قیامت کی گھڑی تک کوئی امر فتنۂ دجال سے بڑھ کر نہیں ہوگا ۔ عیسائیت کے اسلام پر حملہ کو حضور نے فتنۂ دجال کے نام سے پکارا جیسا کہ میں پہلے بھی کہہ آیا ہوں ۔ اور آپ نے ایک سے زیادہ موقعوں پر فرمایا یا ایھا الناس انہ لم تکن فتنۃ علی وجہ الارض منذ ذرا اللہ ذریۃ آدم اعظم من فتنۃ الدجال (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۰۹۶) یعنی اے لوگو جب سے اللہ تعالےٰ نے نسل انسانی کو پیدا کیا ہے فتنۂ دجال سے بڑھ کر کوئی فتنہ روئے زمین پر نہ ہوگا ۔

حضور صلعم نے اسے فتنہ یا آزمائش اس لئے فرمایا کہ یورپین اقوام نے اپنے سیاسی اور ملکی عالمگیر غلبہ کے علاوہ اقتصادی اور سائنٹیفک ترقیات کو بھی کام میں لاکر اپنے مذہب کو دوسروں پر مسلط کرنا تھا ۔ چنانچہ رسول اللہ صلعم کی پیشگوئیوں میں ذکر ہے کہ کس طرح یورپین اقوام ویرانوں میں سے خزانے (تیل اور دوسری معدنیات) باہر نکالیں گی اور زمین کی طاقتوں پر قدرت حاصل کریں گی ۔ ان قوموں کو دجال کا لقب دیتے ہوئے فرمایا " وہ ایک قوم پر آئے گا اور انہیں دعوت دیگا (اپنے مذہب کی طرف) تو وہ اس پر ایمان لائیں گی ۔ سو وہ آسمان کو حکم دے گا اور وہ بارش برسائے گا اور زمین کو حکم دے گا تو وہ اُگائے گی ۔ ۔ ۔ ۔ پھر ایک اور قوم پر آئے گا اور انہیں دعوت دیگا تو

وہ اس کی بات کو رد کر دیں گے تو وہ ان سے روٹھ جائے گا تو وہ قحط زدہ ہو جائیں گے اور ان کے ہاتھوں میں ان کے مالوں میں سے کچھ نہ رہیگا۔" ایک دوسری حدیث میں اسی قسم کی پیشگوئی کے بعد فرمایا "اور زمین کی نہریں اور اس کے پھل دجال کے لئے مسخر کر دیئے جائیں گے تو جو اس کی پیروی کرے گا وہ اسے کھلائے گا اور اسے کافر بنا لے گا۔ اور جو اس کی نافرمانی کریگا اس سے محروم کر دیگا۔ اور اس سے رزق کو روک دیگا۔" حضور صلعم نے ان لوگوں کا بھی ذکر کیا جو ان یورپین اقوام کی کاسہ لیسی کر کے دنیاوی فائدہ اٹھانے کی کوشش کرینگے، اور خصوصاً دجال کے وسوسہ اندازی سے ان الفاظ میں متنبہ فرمایا "جو شخص دجال کی خبر سنے تو وہ اس سے الگ رہنے کی کوشش کرے کیونکہ ایسا ہو گا کہ ایک آدمی اپنے آپ کو مومن یقین کرتا ہوا اس کے پاس آئیگا لیکن وہ اس کے دل میں اس قسم کے شبہات پیدا کر دیگا کہ وہ اس کا متبع ہو جائیگا۔" چنانچہ ایسا ہی ہوا اور انیسویں صدی میں اور بیسویں صدی کے اوائل میں لاکھوں مسلمان نوجوان اپنا ایمان اسی طرح کھو کر مادہ پرست، دنیا پرست بلکہ دہریہ تک ہو گئے اور جو لاکھوں مسلمان عیسائی ہو گئے وہ ان کے علاوہ تھے۔ اور ان میں پڑھے لکھے لوگ وکیل، بیرسٹر، نواب زادے، شرفاء بلکہ علماء تک تھے۔

انیسویں صدی عیسوی میں اسلام اور مسلمانوں پر یہ خطرناک حالت تھی کہ اللہ تعالےٰ نے چودھویں صدی کے مجدد حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو مسیح موعود بھی بنا کر بھیجا کیونکہ کسر صلیب (یعنے عیسائیت کا قلع قمع) بموجب مخبر صادق صلعم، مسیح موعود نے ہی کرنا تھا جو بموجب اماماکم منکم کی حدیث صحیح بخاری و صحیح مسلم کے حضورؐ کی امت کے ایک امام نے ہی ہونا تھا۔ اور حضرت مرزا صاحب نے رسول اللہ صلعم کی پیشگوئیوں کے مطابق کسر صلیب کا کام اس خوبی سے سرانجام دیا کہ اسے نہ صرف اس زمانہ کے روشن خیال مسلمانوں نے سراہا بلکہ خود عیسائیت کے علمبرداروں نے اپنی شکست یوں مانی کے اپنے مشنریوں کو روک دیا کہ احمدیوں سے بحث مباحثہ مت کرو۔ حضرت مرزا صاحب اور آپ کی جماعت کا پیدا کردہ لٹریچر اس بات کی تحریری شہادت ہے کہ کسر صلیب کا کام کس خوبی سے سر ہوا۔ حضرت مسیح موعود نے اس زمانہ میں کہ عیسائیت اپنے پورے عروج پر تھی یہ بھی پیشگوئی فرمائی کہ چودھویں صدی ہجری ختم ہونے سے قبل عیسائیت بطور مذہب ختم ہو جائیگی چنانچہ پچھلے چند سالوں میں یورپ اور امریکہ کے روشن خیال عیسائی سکالروں مذہب عیسائیت کو کالج میں پڑھانے والوں اور چرچ (کلیسا) کے بڑے بڑے عہدہ داروں نے یہ برملا کہنا شروع کر دیا بلکہ کتابیں لکھیں کہ نہ تو حضرت عیسےٰ خدا تھے یا خدا کا بیٹا تھے نہ ان کو کوئی ایسا دعوٰی تھا اور تثلیث کا عقیدہ بعد میں گھڑا گیا اور غلط عقیدہ ہے۔ بلکہ اب تو بعض نے حضرت مسیح موعود کے اس اعلان کی بھی تصدیق کر دی ہے کہ حضرت عیسیٰ صلیب پر فوت نہ ہوئے تھے بلکہ زندہ بچ کر کشمیر میں آئے اور وہاں (بقول رسول اللہ صلعم ۱۲۰ سال کی عمر پا کر) فوت ہوئے اور سرینگر کے محلہ خان یار میں یوز آسف نبی کی قبر انہی کی قبر ہے۔ مگر یہ تو بعد کی باتیں ہیں۔ آج سے سو سال قبل تو یورپین اقوام اور ان کا مذہب اپنے پورے عروج پر تھے اور چونکہ یورپین اقوام اپنے دنیاوی عروج اور غلبہ کو لوگوں کو اپنے مذہب میں شامل کرنے کے لئے استعمال کر رہی تھیں جیسا کہ میں پچھلے درس میں تحریری اور تاریخی گواہ سے ثابت کر آیا ہوں اس لئے ان کے اس دنیاوی غلبہ کو توڑے بغیر اس فتنہ کا تدارک نہیں ہو سکتا تھا۔ ان کا غلبہ اور فوجی طاقت ایسی زبردست تھی کہ جیسا کہ رسول اللہ صلعم نے پیشگوئی فرمائی تھی لا یدان لاحد لقتالھم یعنے کسی کو ان سے جنگ کرنے کی طاقت نہ ہو گی مگر رسول اللہ صلعم نے یہ عجیب پیشگوئی بھی فرمائی تھی کہ مسیح موعود ان قوموں کو اپنی دعا سے ہلاک کر دیگا۔ اسی بات کو رسول اللہ صلعم نے دوسرے موقعہ پر یوں بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مسیح موعود کی طرف وحی کریگا انی قد اخرجت عباداً لا یستطیع قتلھم الا انا (کنز العمال جلد ۷، ص ۳۰۲) یعنے میں نے اپنے کچھ بندے پیدا کئے ہیں جن کے قتل کی میرے سوا کسی کو طاقت نہ ہو گی۔ چونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کا یہ فرمان تھا کہ یورپین اقوام کا دنیاوی غلبہ اور سلطنت ختم ہو گی مسیح موعود کی دعا سے اس لئے قرآن حکیم کی وہ آیات جو آج کے درس کے شروع میں میں نے پڑھی تھیں انہیں شروع کیا لفظ قُل سے یعنے کہہ۔ اور آگے جو دعا آتی ہے اس کا مضمون ہی یہ ہے کہ اللہ ملک کا مالک تو تو ہی ہے تو جسے چاہے ملک دے اور جس سے چاہے واپس لے لے تو نے ان یورپی اقوام کو ساری دنیا پر غلبہ دیا تو ہی اسے توڑ سکتا ہے۔ تو چونکہ یہ اقوام اپنے عالمگیر غلبہ کا غلط استعمال کر رہی ہیں لوگوں کا دین اور ایمان بگاڑنے کیلئے اس لئے تو ان سے یہ غلبہ لے لے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود نے اس عظیم الشان اور تاریخی دُعا کے لئے ایک الگ حجرہ بنوایا۔ اور اس میں سال ہا سال دعا کی جو قبول ہوئی اور آپ کو بتایا گیا کہ عالمگیر جنگیں آن کر ان یورپین اقوام کے غلبہ کو توڑ دیں گی اور مسلمان ملک اور دوسری غلام قومیں آزاد ہو جائیں گی میں نے ان تمام امور پر تفصیل سے روشنی پہلے ڈالی ہے جس نے وہ تفصیل دیکھنی ہو وہ اردو کے اخبار پیغام صلح کے پرچے مورخہ ۱۷- ۲۴ مئی ۱۹۷۸ء ۲۱ مئی ۱۹۸۰ء اور ۲۰- ۲۷ اگست ۱۹۸۰ء اور انگریزی اخبار لائٹ کے پرچے مورخہ ۲۴ مئی ۱۹۷۸ء دیکھ لیں۔

تو آج کے درس کی باقی آیات بھی اس زمانہ کے حالات پر بخوبی چسپاں ہوتی ہیں کہ جہاں یورپین اقوام کے دنیاوی غلبہ کے غلط استعمال سے جو فتنہ عظیم پیدا ہوا تھا اس کے دور کرنے کے لئے ان سے دنیاوی حکومت جو ان کو دوسری قوموں پر تھی واپس لے لینے کے لئے دعا ہے وہاں مسلمان اور دوسری محکوم قوموں کی آزادی کے لئے بھی دُعا ہے کہ اے اللہ ملک کا مالک تو تو ہی ہے جسے چاہے دے اور جس سے چاہے واپس لے لے اور جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلیل کرے تیرے ہاتھ میں سب بھلائی ہے اور تو ہر بات پر قادر ہے۔ آگے دعا آتی ہے کہ جس طرح عالم ظاہر میں تو رات کو دن میں بدل دیتا ہے اور دن کو رات میں تو مسلمان قوم اور دوسری محکوم قومیں جن پر اس**

** زمانہ میں رات چھائی ہوئی تھی تو چاہے تو ان کی رات کو دن میں بدل دے۔ اسی طرح تو مردہ کو زندہ اور زندہ کو مردہ کرتا ہے تو ان مردہ قوموں میں زندگی ڈال اور جن قوموں کے سیاسی عروج نے دوسروں کو مردہ بنا رکھا ہے ان کو خود سیاسی طور پر مردہ کر ڈال" اور تو جسے چاہے بے حساب رزق دیتا ہے" سو مسلمان قومیں جو زیادہ تر ریگستانوں میں تھیں اللہ تعالیٰ نے امام وقت کی دُعا پر ان ریگستانوں میں سے تیل کے ذخیرے نکال دیئے یہاں تک کہ آج وہ امیر ترین قومیں ہیں اور دنیا کی کون سی نعمت ہے جو ان ملکوں اور قوموں کو آج نصیب نہیں۔ فالحمد للہ رب العالمین۔ (باقی آئندہ)

جناب ملک ظفر اللہ خاں صاحب راولپنڈی۔

حضرت اقدس کے ارشادات کی روشنی میں

بعثتِ مجددین ۔ خلفائے محمدی

نبی اور مجدد کے کام کی مطابقت؟

انبیاء کے اس دنیا میں آنے کی سب سے بڑی غرض اور ان کی تعلیم اور تبلیغ کا عظیم الشان مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ خداتعالیٰ کو شناخت کریں۔ پس اس وقت بھی خدا نے ایک سلسلہ قائم کیا ہے اور مجھے اس نے مبعوث فرمایا ہے تو میرے آنے کی غرض بھی وہی مشترک غرض ہے جو سب انبیاء کی تھی یعنی میں دنیا کو بتانا چاہتا ہوں کہ خداتعالیٰ کیا ہے بلکہ اس خدا کو دکھانا چاہتا ہوں نیز گناہ سے بچنے کی راہ کی طرف راہبری کرتا ہوں۔ یہی کام ہے جس کے لئے خدا نے مجھے مامور کیا ہے تاکہ میں دنیا کو دکھلا دوں کہ کس طرح پر انسان اللہ تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے۔

بیا مدم کہ رہِ صدق را درخشانم

بدلستان برم آں را کہ پارسا باشد

انسان کے لئے سب سے اول اس بات کا دیکھنا ضروری ہے کہ نجات ہے کیا چیز؟ نجات کی اصل غرض تو صرف اسقدر ہے کہ انسان گناہوں سے بچ جائے۔ اور جو فاسقانہ خیالات اس کے دل کو سیاہ کرتے ہیں ان کا سلسلہ بند ہو کر سچی پاکیزگی حاصل ہو

اِنسان گناہوں سے کیونکر بچ سکتا ہے۔؟

یہ سوال درحقیقت ہر ایک انسان کے دل میں اٹھتا ہے جبکہ وہ دیکھتا ہے کہ کس طرح پر نفس انسانی بے قابو ہو جاتا ہے اور مختلف قسم کے خیالاتِ فاسدہ آ آکر اسے گھیر لیتے ہیں۔ ان خیالاتِ بد سے بچنے کے لئے ہر قوم و مذہب نے کوئی نہ کوئی تدبیر بنا رکھی ہے۔ ہم گناہ کا علاج جو دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں سوائے اسکے کوئی دوسرا علاج نہیں ہے اور وہ یہی ہے کہ لوگوں کو خداتعالیٰ کی معرفت حاصل ہو تمام سعادت مندیوں کا مدار خداشناسی پر ہے اور نفسانی جذبات اور شیطانی محرکات سے روکنے والی صرف ایک ہی چیز ہے جو خداتعالیٰ کی معرفتِ کاملہ کہلاتی ہے جس سے پتہ لگ جاتا ہے کہ خدا ہے اور وہ بڑا قادر ہے وہ ذوالعذاب الشدید ہے۔ یہی ایک نسخہ ہے جو انسان کی متمردانہ زندگی پر ایک بھسم کر دینے والی بجلی گرا دیتا ہے پس جب تک انسان آمنت باللہ کی حدود سے نکل کر معرفت اللہ کی منزل میں قدم نہیں رکھتا تب تک اس کا گناہوں سے بچنا محال ہے۔ پس جب تک انسان میں خدا کی معرفت اور گناہوں کے زہر کا یقین پیدا نہ ہو کوئی اور طریق گناہ کی زندگی پر موت وارد نہیں کر سکتا۔ اب اس جگہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب گناہوں سے بچنے کے لئے سچی معرفت اور چمکتے ہوئے یقین کی ضرورت ہے جو خداتعالیٰ کی عظمت اور گناہ کے خطرناک زہر سے آگاہ کرے تو ایسا یقین کیونکر پیدا ہو؟ تو ایسے یقین کے خواہشمند کیلئے ضروری ہے کہ وہ کونوا مع الصّٰدقین سے حصہ لے۔ صادق سے صرف یہی مراد نہیں کہ انسان زبان سے جھوٹ نہ بولے۔ یہ بات تو بہت سے دیگر مذاہب مثلاً ہندوؤں اور دہریوں میں بھی پائی جاتی ہے بلکہ صادق سے مراد وہ شخص ہے جس کی ہر بات صداقت اور راستی ہونے کے علاوہ اس کے تمام حرکات و سکنات و اقوال سب صدق سے بھرے ہوئے ہوں۔ گویا یوں کہو کہ اس کا وجود ہی صدق ہو گیا ہو اور اسکے اس صدق پر بہت سے تائیدی نشان اور آسمانی خوارق گواہ ہوں۔

چونکہ صحبت کا اثر ضرور ہوتا ہے اس لئے جو شخص ایسے آدمی کے پاس جو اپنے حرکات و سکنات و اقوال و افعال میں خدائی نمونہ اپنے اندر رکھتا ہے صحتِ نیت اور پاک ارادے اور مستقیم جستجو سے ایک مدت تک رہے گا تو یقین کامل ہے کہ اگر وہ دہریہ بھی ہو گا تو آخر خداتعالیٰ کے وجود پر ایمان لے آئے گا۔ کیونکہ صادق کا وجود خدانما وجود ہوتا ہے۔ انسان اصل میں اُنس ان کا مجموعہ ہے یعنی دو محبتوں کا۔ ایک اُنس وہ خداتعالیٰ سے کرتا ہے اور دوسرا اُنس بنی نوع انسان سے چونکہ انسانوں کو تو اپنے قریب پاتا ہے اور دیکھتا ہے اور اپنی نوع ہونے کیوجہ سے اُن سے فوراً متاثر ہو جاتا ہے۔ اس لئے ایک کامل انسان کی صحبت اور صادق کی معیت اسے وہ نور عطا کرتی ہے جس سے وہ خداتعالیٰ کو دیکھ لیتا ہے اور گناہوں سے بچ جاتا ہے۔ انسان کے دراصل دو وجود ہوتے ہیں ایک وجود تو وہ ہے جو ماں کے پیٹ میں تیار ہوتا ہے اور جسے ہم اور تم دیکھتے ہیں۔ جسے لے کر وہ رحمِ مادر سے باہر آتا ہے۔ اور یہ وجود بلا کسی فرق کے سب انسانوں کو ملتا ہے لیکن اس کے علاوہ ایک اور وجود بھی انسان کو دیا جاتا ہے دوسرا وجود جو صادق کی صحبت میں تیار ہوتا ہے یہ وجود بظاہر ایسا نہیں ہوتا کہ ہم اسے چھوکر یا ٹٹول کر دیکھ لیں مگر وہ ایسا وجود ہوتا ہے کہ اس کے پیدا ہونے پر اس مادی وجود پر ہر ایک قسم کی موت وارد ہو جاتی ہے اور وہ خیالات و حرکات و افعال جو اس سے پہلے صادر ہوتے تھے یا دل میں گزرتے تھے یہ اُن سے بالکل الگ ہو جاتا ہے اور شبہات سے جو اس کے دل کو تاریک کئے رہتے تھے ان سے اسے نجات مل جاتی ہے اور یہ وجود ہی حقیقی نجات ہوتا ہے جو سچی پاکیزگی کے بعد ملتا ہے کیونکہ جب تک شبہات سے نجات نہیں اُسے تاریکی سے نجات نہیں اور اسے سچی پاکیزگی میسر نہیں اور وہ خدا کو دیکھ نہیں سکتا اور اس کی عظمت و ہیبت کا اس کے دل پر اثر نہیں ہو سکتا اور سچ تو یہ ہے کہ وہ خداتعالیٰ کو دیکھ نہیں سکتا اور اس کی عظمت و ہیبت کا اس کے دل پر اثر نہیں ہو سکتا۔ اور جو شخص اس دنیا میں خداتعالیٰ کے دیکھنے سے بے نصیب ہے وہ قیامت کو بھی محروم ہی ہو گا جیسا کہ خداتعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے من کان فی ھٰذہٖ اعمٰی فھو فی الاٰخرۃ اعمٰی اس سے مراد یہ تو نہیں ہو سکتی کہ جو اس دنیا میں اندھے ہیں وہ قیامت کو بھی اندھے ہی ہوں گے بلکہ اس کا مفہوم یہی ہے کہ خداتعالیٰ کو ڈھونڈنے والوں کے دل نشانات سے ایسے سوز کئے جاتے ہیں کہ وہ خداتعالیٰ کو دیکھ لیتے ہیں اور اس کی عظمت و جبروت کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ دنیا کی ساری عظمتیں اور بزرگیاں ان کی

نگاہ میں ہیچ ہو جاتی ہیں۔

مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں:۔

اب جبکہ یہ حال ہے کہ دل کی پاکیزگی کا حاصل کرنا ضروری ہے اور یہ حاصل نہیں ہو سکتی جب تک منہاج نبوت پر آئے ہوئے پاک انسان کی صحبت میں نہ بیٹھے اس کی صحبت کی توفیق نہیں مل سکتی جب تک اولاً انسان یہ یقین نہ کرے کہ وہ ایک مرنے والی ہستی ہے یہی ایک بات ہے جو اسکو صادق کی صحبت کی توفیق عطا کرتی ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب اللہ تعالےٰ کسی بندہ کے لئے نیکی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک واعظ پیدا کرتا ہے اور سب سے بڑھ کر واعظ یہ ہے کہ وہ کونوا مع الصادقین کی حقیقت کو سمجھ لے۔

از بندگان نفس رہ بے آں ایگان مپرس
ہر جا کہ گرد خاست سوارے دراں بجو

آں کس کہ ہست از پئے آں یار بیقرار
رو صحبتش گزیں و قرارے دراں بجو

مولانا روم نے ایک حدیث شریف منظوم فرمائی ہے۔

گفت پیغمبر کہ حق فرمودہ است + من نگنجم ہیچ در بالا و پست
در دل مومن بگنجم اے عجیب + گر مرا خواہی دراں دلہا طلب

پھر ایک جگہ فرماتے ہیں:۔

یک زمانہ صحبت با اولیا + بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا
گر تو سنگ خارا و مرمر شوی + چوں بصاحب دل رسی گوہر شوی

ڈاکٹر اقبال نے یوں کہا ہے۔

دم عارف نسیم صبح دم ہے + اسی سے ریشہ معنی میں نم ہے
اگر کوئی شعیب آئے میسر + شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

حضرت اقدس فرماتے ہیں:۔

رسم و عادت کی غلامی سے انسان اسی وقت نکل سکتا ہے جبکہ عرصۂ دراز تک صادقوں کی صحبت میں رہے اور اُن کے نقش قدم پر چلے۔

فلسفہ دُعا

خدا تعالےٰ نے فیض رسانی کی چار صفات اپنی ذات میں رکھی ہیں اور رحیمیت کو جو انسان کی دعا کو چاہتی ہے خاص انسان کے لئے منفرد فرمایا ہے۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ خدا تعالےٰ میں ایک قسم کا وہ فیض ہے جو دعا کرنے سے وابستہ ہے۔ اور بغیر دُعا کے کسی طرح نہیں مِل سکتا۔

ظاہر ہے کہ امر مقدم اور ایک مجازی مرحلہ جو ہمیں طے کرنا چاہیئے وہ خدا شناسی ہے۔ اور اگر ہماری خدا شناسی ہی ناقص اور مشتبہ اور دھندلی ہو تو ہمارا ایمان ہرگز منور اور چمکیلا نہیں ہو سکتا۔ اور یہ خدا شناسی جب تک صفت رحیمیت کی صفت کے ذریعہ ہمارا چشم دید واقعہ نہ بن جائے تب تک ہم کسی طرح سے اپنے رب کریم کی حقیقی معرفت کے چشمہ سے آب زلال نہیں پی سکتے۔

دُنیا میں خدا کا دیدار یہی ہے کہ خدا باتیں کرے۔ انسان ہر وقت ایک سیلاب میں پڑا ہوا ہے اور دُعا ہی ایک ایسی شے ہے جو کہ اس کو اس سے نجات دلا سکتی ہے اور یہ فخر اسلام کو ہی ہے کہ وہ دعا کی تعلیم دیتا ہے۔ اگر قرآن کو غور سے پڑھو گے تو تمہیں معلوم ہو گا کہ اس میں بار بار دعا کی طرف رغبت دلائی گئی ہے اور تاکید کی ہے۔ ایک جگہ لکھا ہے۔ واذا سالك عبادی عنی فانی قریب۔ پھر آگے اس کا ثبوت اس طرح دیا ہے۔

اجیب دعوۃ الداع اذا دعان

جب میرے بندے میری نسبت سوال کرتے ہیں تو میں ان کے قریب ہوتا ہوں اور مجھ کو پکارتے ہیں تو جواب دیتا ہوں۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ کوئی انسان نہ تو واقعی طور پر گناہ سے نجات پا سکتا ہے اور نہ سچے طور پر خدا سے محبت کر سکتا ہے اور نہ جیسا کہ حق ہے اس سے ڈر سکتا ہے جب تک کہ اسی کے فضل اور کرم سے اس کی معرفت حاصل نہ ہو اور اس سے طاقت نہ ملے۔ اور یہ بات نہایت ظاہر ہے کہ ہر ایک خوف اور محبت معرفت سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ دنیا کی تمام چیزیں جن سے انسان دل لگاتا ہے اور ان سے محبت کرتا ہے یا ان سے ڈرتا ہے اور دور بھاگتا ہے یہ سب حالات انسان کے دل کے اندر معرفت کے بعد ہی پیدا ہوتے ہیں۔ ہاں یہ سچ ہے کہ معرفت حاصل نہیں ہو سکتی جب تک خدا کا فضل نہ ہو اور نہ مفید ہو سکتی ہے جب تک خُدا کا فضل نہ ہو اور فضل کے ذریعہ سے معرفت آتی ہے۔ تب معرفت کے ذریعہ سے حق بینی اور حق جوئی کا ایک دروازہ کھلتا ہے اور پھر بار بار دور فضل سے ہی وہ دروازہ کھلا رہتا ہے۔ اور بند نہیں ہوتا۔ غرض معرفت فضل کے ذریعہ سے ہی حاصل ہوتی ہے اور پھر فضل کے ذریعہ سے ہی باقی رہتی ہے۔ فضل معرفت کو نہایت مصفےٰ اور روشن کر دیتا ہے۔ اور حجابوں کو درمیان سے اُٹھا دیتا ہے اور نفس امارہ کے گرد و غبار کو دور کر دیتا ہے اور روح کو قوت اور زندگی بخشتا ہے اور نفسِ امارہ کو امارگی کے زنداں سے نکالتا ہے اور بدخواہشوں کی پلیدی سے پاک کرتا ہے۔ اور نفسانی جذبات کے تند سیلاب سے باہر لاتا ہے تب انسان میں ایک تبدیلی پیدا ہوتی ہے اور وہ اپنی گندی زندگی سے طبعًا بیزار ہو جاتا ہے کہ بعد اس کے پہلی حرکت جو فضل کے ذریعہ سے رُوح میں پیدا ہوتی ہے وہ دُعا ہے۔ یہ خیال مت کرو کہ ہم بھی ہر روز دعا کرتے ہیں اور تمام نماز دعا ہی ہے جو ہم پڑھتے ہیں کیونکہ وہ دُعا جو معرفت اور فضل کے ذریعہ پیدا ہوتی ہے وہ اور رنگ اور کیفیت رکھتی ہے وہ فنا کرنیوالی چیز ہے۔ وہ گداز کرنے والی آگ ہے وہ رحمت کو کھینچنے والی ایک مقناطیسی کشش ہے وہ موت ہے پر آخر کو زندہ کرتی ہے وہ ایک تند سیل ہے پر آخر کو کشتی بن جاتی ہے۔ ہر ایک بگڑی ہوئی بات اس سے بن جاتی ہے اور ہر ایک زہر آخر اس سے تریاق ہو جاتا ہے۔ مبارک وہ قیدی جو دعا کرتے ہیں تھکتے نہیں کیونکہ آخر رہائی پائیں گے۔ مبارک وہ اندھے جو دعاؤں میں سست نہیں ہوتے کیونکہ ایک دن دیکھنے لگیں گے مبارک وہ جو قبروں میں پڑے ہوئے دعاؤں کے ساتھ خدا کی مدد چاہتے ہیں کیونکہ ایک دن قبروں سے باہر نکالے جائیں گے۔

مبارک تم جبکہ تم دعا کرنے میں کبھی ماندہ نہیں ہوتے اور تمہاری رُوح دُعا کے لئے پگھلتی اور آنکھ آنسو بہاتی اور تمہارے سینہ میں ایک آگ پیدا کر دیتی

ہے اور تمہیں تنہائی کا ذوق اٹھانے کے لئے اندھیری کوٹھڑیوں اور سنسان جنگلوں میں لے جاتی ہے اور تمہیں بے تاب اور دیوانہ اور از خود رفتہ بنا دیتی ہے کیونکہ آخر تم پر فضل کیا جاویگا۔ وہ خدا جس کی طرف ہم بلاتے ہیں نہایت کریم و رحیم۔ حیاوالا صادق وفادار، عاجزوں پر رحم کرنیوالا۔ پس تم بھی وفادار بن جاؤ اور پورے صدق اور وفا سے دعا کرو کہ وہ تم پر رحم فرمائے گا۔ دنیا کے شور و غوغا سے الگ ہو جاؤ۔ اور نفسانی جھگڑوں کو دین کا رنگ مت دو۔ خدا کے لئے ہار اختیار کر لو اور شکست کو قبول کر لو۔ تا بڑی بڑی فتحوں کے تم وارث بن جاؤ۔

ہماری جماعت کو لازم ہے کہ نیکی میں ترقی کرے ایمانی قوت کو بڑھانے کے لئے دعا کو ہاتھ سے نہ دے۔ کوئی مشکل ایسی نہیں جو کہ اس کے ذریعہ حل نہ ہو اور کوئی بیماری ایسی نہیں جو دعا سے نہ جائے۔ پس بڑا ہی خوش قسمت وہ انسان ہے جو کہ دعا پر بھروسہ کرتا ہے اور تمہارا کوئی کاروبار دعا کے سوا نہ ہو اگر سے چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے دعا کی عادت ڈالو اور اس سے غافل ہرگز نہ ہو ہمارا تو سارا دار و مدار ہی دعا پر ہے۔ دعا ہی ایک ہتھیار ہے جس سے مومن ہر کام میں فتح پا سکتا ہے اللہ تعالیٰ نے مومن کو دعا کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ بلکہ وہ دعا کا منتظر رہتا ہے۔

عمدہ دعا یہ ہے کہ خدا کی رضامندی اور گناہوں سے نجات حاصل ہو کیونکہ گناہوں سے دل سخت ہو جاتا ہے اور انسان دنیا کا کیڑا بن جاتا ہے ہماری دعا یہ ہونی چاہیئے کہ خدا تعالیٰ ہم سے گناہوں کو جو دل کو سخت کر دیتے ہیں دور کر دے اور اپنی رضامندی کی راہ دکھلائے۔ سانپ کے زہر کی طرح انسان میں زہر ہے اس کا تریاق دعا ہے جس کے ذریعہ سے آسمان سے چشمہ جاری ہوتا ہے۔ جو دعا سے غافل ہے وہ مارا گیا۔ ایک دن اور ایک رات جس کی دعا سے خالی ہے وہ شیطان سے قریب ہوا۔ ہر روز دیکھنا چاہیئے کہ جو حق دعاؤں کا تھا وہ ادا کیا ہے کہ نہیں یاد رکھو کہ کوئی پاک نہیں ہو سکتا جب تک کہ خدا پاک نہ کرے۔ جب تک کہ اتنی دعا نہ کرے کہ مر جاوے تب تک سچی تقوٰی حاصل نہیں ہوتی اس لئے دعا سے فضل طلب کرنا چاہیئے۔ چاہیئے کہ اپنی نماز کو دعا سے مثل کھانے اور سرد پانی سے لذیذ اور مزیدار کر لو۔ ایسا نہ ہو کہ اس پر ویل ہو۔ نماز خدا کا حق ہے اسے خوب ادا کرو اور خدا کے دشمن سے مداہنہ کی زندگی نہ برتو۔ وفا اور صدق کا خیال رکھو اگر سارا گھر غارت ہوتا ہو تو ہونے دو مگر نماز کو ترک مت کرو نماز کا مزہ دنیا کے ہر مزے پر غالب ہے۔ لذاتِ جسمانی کے لئے ہزاروں خرچ ہوتے ہیں اور پھر اس کا نتیجہ بیماریاں ہوتی ہیں اور یہ مفت کا بہشت ہے جو اسے ملتا ہے۔ قرآن شریف میں دو جنتوں کا ذکر ہے ایک ان میں سے دنیا کی جنت ہے اور وہ نماز کی لذت ہے۔

انسان کی ضرورتوں اور خواہشوں کی تو کوئی حد نہیں اور بعض لوگ ان ہی کے لئے دعا کرتے ہیں۔ اور ان کو خدا راضی کرنے اور گناہ سے بچنے کی دعا کا موقعہ ہی نہیں پیش آتا۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ دنیا کے لئے جو دعا کی جاتی ہے وہ جہنم ہے دعا صرف خدا کو راضی کرنے اور گناہوں سے بچنے کی ہونی چاہیئے۔ میرا تو عقیدہ یہ ہے کہ جو کچھ ہے دعا ہی ہے۔ اس پیرانہ سالی میں گوناگوں تجارب سے یہی حاصل ہوا ہے کہ سوائے خدا کے کوئی شے نہیں۔ نہ سفید کو سیاہ کر سکتے ہیں۔ نہ پرانے کو نیا پس لازم ہے کہ توکل کو ہاتھ سے نہ دے۔

اگرچہ انسان کو بشریت کے تقاضات سے اضطراب ہوتا ہے مگر وہ خاصۂ بشریت ہے اور سب انبیاء بھی اس میں شریک ہیں جیسے کہ جنگ بدر میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اضطراب ہوا تھا مگر عام لوگوں میں اور انبیاؤں میں یہ فرق ہے کہ عام لوگوں کی طرح انبیاؤں کے اضطراب میں یاس کبھی نہیں ہوتی ان کو اس امر پر پورا یقین ہوتا ہے کہ خدا ضائع کبھی نہ کریگا۔ میرا یہ خیال ہے کہ اگر مجھے جلتی آگ میں بھی ڈالا جاوے تو بھی یہی خیال ہوتا ہے کہ ضائع نہ ہوں گا۔ اضطراب تو ہوگا کہ آگ ہے اس سے انسان جل جاتا ہے مگر امید ہوتی ہے کہ ابھی آواز آوے گی یا نار کونی برداً و سلاماً علیٰ ابراھیم لیکن دوسرے لوگوں کے اضطراب میں یاس ہوتا ہے۔ خدا پر ان کو توقع نہیں ہوتی اور یہ کفر ہے جیسے بشریت سے جو خوف خدا اور اضطراب پیش کرتی ہے۔ ایمان اسے دفع اور ذب کرتا ہے۔

ایمان کا ثمرہ عرفان ہوتا ہے۔ عرفان سے مراد مکاشفاتِ صحیحہ اور وحی الٰہی ہے کہ مصفا اور خالص کلامِ الٰہی انسان پر نازل ہو کوئی آمیزش شیطانی اس میں نہیں ہوتی۔ اس میں وہ نور ملا ہوتا ہے کہ انبیاء کے وحی اور مکالمہ میں ہوتا ہے جب وحی الٰہی بکثرت ہو تو یہ ایک نعمت الٰہی ہے اس کا نام کسب نہیں ہوتا بلکہ موہبت ہے لیکن ایمان ایک کسبی شے ہے جب ہی بار بار تاکید ہوتی ہے کہ یہ عمل کرو وہ عمل کرو یہ ایک مجاہدہ ہوتا ہے اس کے بعد موہبت ہوتی ہے یعنی اول ایمانی حالت میں انسان خدمت کرتا ہے اس کے بعد موہبت الٰہی سے اسے فیض ملتا ہے اس لئے انسان کو اپنے اعمال اور عبادات میں کشوف وغیرہ کی غرض نہ رکھنی چاہیئے انسان کا کام عمل کرنا ہے اس کے اوپر خود ہی جزا مرتب ہوتی ہے۔

پس اگر ایک شخص تمام عمر کشوف وغیرہ کا مرتبہ نہ پاوے تو کوئی حرج نہیں ہے لیکن اگر خدا کی محبت کو محسوس نہ کرے تو بے شک حرج ہے جیسے عاشق جب تک معشوق کو ایک نظر نہ دیکھے تو اس کی جان جاتی ہے نہ کھانا سوجھتا ہے اور نہ پینے کو جی چاہتا ہے اس کی ایک نظر پر زندگی کا مدار ہوتا ہے۔

پس یہ تعلق محبت ایک چیز ہے جو کہ میں چاہتا ہوں کہ یہ ہماری جماعت میں زیادہ ہو جب تک انسان محسوس نہ کرے کہ وہ محبت جس کا نام عشق ہے اس نے اسے بیقرار کر دیا ہے تب تک اس نے کچھ نہیں پایا۔ ہزار کشوف وغیرہ ہوں کچھ شے نہیں ہیں ہم تو ایک دمڑی کو نہیں خریدتے کیا عمدہ کہا ہے۔

آنکس کہ ترا شناخت جاں را چہ کند
فرزند و عیال و خانماں را چہ کند

شکریہ تعزیت

میرے قابلِ احترام شوہر جناب ڈاکٹر نظیر الاسلام مرحوم و مغفور کی وفات پر اندرون اور بیرون ملک سے کثیر تعداد میں ہمدردی کے خطوط اور تعزیت کے پیغامات مجھے ملے ہیں جن سے میرا غم کچھ ہلکا ہوا ہے چونکہ فرداً فرداً سب کو جواب دینا میرے لئے مشکل ہے اس لئے بذریعہ پیغام صلح میں ان تمام ہمدردوں کی اظہارِ ہمدردی کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔

بیگم ڈاکٹر نظیر الاسلام ماڈل ٹاؤن لاہور

"دُنیا کی سب سے بڑی دُعا"

جلسہ خوانین سیرت النبیؐ منعقدہ جامع دارالسلام (۱۲ فروری) میں محترمہ رضیہ فاروقی صاحبہ کی تقریر

ان اللہ وملٰئکتہٗ یصلّون علی النّبیؐ یا ایھاالذین اٰمنوا صلّوا علیہ وسلّموا تسلیمًا ○

ترجمہ :۔ اللہ اور اس کے فرشتے نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو اس پر درود بھیجو اور سلام بھیجو۔"

اَللّٰھم صلّے علیٰ محمدٍ وعلیٰ اٰلِ محمدٍ کما صلّیت علیٰ ابراھیم وعلیٰ اٰلِ ابراھیم انّک حمیدٌ مجید

اَللّٰھم بارک علیٰ محمدٍ وعلیٰ اٰلِ محمدٍ کما بارکت علیٰ ابراھیم وعلیٰ اٰلِ ابراھیم انّک حمیدٌ مجید

میں نے جو یہ آیتِ کریمہ پڑھی ہے اسکو پڑھ کر یا سن کر یہ خیال ضرور آتا ہے کہ وہ کیسا اور کتنا عظیم انسان تھا جس پر نہ صرف اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں بلکہ تمام ان لوگوں کو جو ایمان لائے اس پر درود و سلام بھیجنے کا حکم ہوتا ہے۔

اس پر غور کرنے کے لئے میں نے اپنی آج کی تقریر کا عنوان چُنا ہے "دنیا کی سب سے بڑی دُعا"۔ جب موسم سرما کی اندھیری اور یخ بستہ راتوں میں اپنے نرم اور گرم بستروں میں گہری نیند میں ڈوبے ہوئے ہیں رات کے پچھلے پہر کے سناٹے میں سحر کے نمودار ہوتے ہی جاڑے کی ٹھٹھری ہوئی دھندلی فضا میں تیرتی مؤذن کی لرزتی ہوئی صدائے اللہ اکبر سنائی دیتی ہے تو آپ نے کبھی غور کیا کہ اس کرۂ دنیا پر یہ صدائے وحدت کہ "اللہ سب سے بڑا ہے"۔ "اللہ سب سے بڑا ہے"، اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں" سب سے پہلے کب اور کس طرح بلند ہوئی؟

جس طرح سحر کی روشنی سے پہلے ایک سکوت فضا پر چھا جاتا ہے اور رات کا اندھیرا زیادہ گہرا اور تاریک ہو جاتا ہے اسی طرح آج سے ۱۴۰۰ سال پہلے اس کرۂ ارض پر کفر و ضلالت اور شرک کی تاریکی اس قدر شدت سے چھائی اور چھائی کہ مشرق سے مغرب شمال سے جنوب دنیا کے چاروں کھونٹ میں کہیں کسی ایسی قوم یا انسان کا وجود نہ رہا جو صرف ایک خُدا کو مانتی جانتی یا مانتا اور جانتا ہو۔ نسلِ انسانی کی اس انتہائی گمراہی اور بھول پر کائناتِ عالم دم بخود ساکت و جامد تھی اور گردشِ زمانہ خوف زدہ اور منتظر تھی کہ نہ معلوم اپنے خالق و مالک اور اس کی وحدانیت کو بھول جانے والی اس خود سر مخلوق کا کیا حشر ہوگا۔ کہ اچانک ایک لق و دق ریگستان کی مضطرب سنگلاخ چٹانوں میں بنی ہوئی ایک غار سے ایک فانی انسان کی مضطرب آہ و نالہ اور درد و التجا سے بھری ہوئی دُعا پتھروں کے سینے کو چیرتی ہوئی بلند ہوئی اور عرشِ معلی کے کناروں تک پہنچ گئی۔ یہ دعا کسی بہت بڑے جاہ و جلال۔ سپاہ و مال رکھنے والے شہنشاہ یا بادشاہ کی درخواست یا تمنا نہ تھی۔ یہ ایک کیا تن تنہا بے یار و مددگار یتیم و اسیر غریب انسان کی رُوح کی تڑپ تھی جس کا دل بنی نوع انسان کی شرک و گناہ اور ضلالت و جہالت میں ڈوبی ہوئی حالت دیکھ کر خون ہو گیا اس کی آہ و زاری اپنے لئے کوئی حکومت۔ طاقت، دولت، عشرت مانگنے کے لئے نہیں تھی وہ تو مخلوقِ خدا کی ہدایت کے لئے اور اسکو راہِ راست پر لا کر ایک خدا کا بندہ بنانے کے لئے رونا تھا۔ ایک دن نہیں دو دن نہیں برس ہا برس تک وہ دردمند بندۂ اللہ اس غار میں محوِ دعا رہا۔

آخر اس کا برسوں کا یہ رونا رنگ لایا۔ بارگاہِ ربّی سے اس کے نالوں کا جواب آیا۔ نہ صرف اس کی دُعا قبول ہوئی بلکہ حکم خداوندی ہوا کہ بہت اچھا تم کو ہی ہم اپنی تمام مخلوق کی اصلاح اور ہدایت کے لئے کھڑا کرتے ہیں۔" اور صرف اس ملک اسوقت کی موجودہ قوم اور اس دور کی نسلِ انسانی کے لئے نہیں بلکہ تمام دنیا میں خدا کی وحدانیت کو پھیلانے اور انسان کو راہِ ہدایت دکھانے کا کٹھن کام رہتی دنیا تک اس کے سپرد ہوا۔ اس طرح دنیا کی یہ سب سے بڑی ایک فانی انسان کی دُعا قبول ہو گئی اور ہمارے حضور محمد رسول اللہ صلعم دنیا کے سب سے عظیم الشان اور آخری نبیؐ کامل کا ظہور ہوا۔ اور اس دُعا کے صدقے اس دنیا اور کل نسلِ انسانی پر سے ایک خدا کو بھول جانے کی سزا اور عذاب ٹل گیا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ جس انسان کے کمزور کندھوں پر یہ عظیم الشان اصلاح کا کام ڈالا گیا وہ کس فطرت اور کن صفات کا مالک تھا؟

اس نبیؐ کی سیرت و صفات اس کے عمل اور کام سے خود بخود آشکارا ہوتی چلی گئیں۔ جب پتھر دل اور پتھر کے بُت پوجنے والوں کے سامنے اس نے ایک خدا کا نام لیا اور اپنے پرائے سب دشمن جانی بن کر اس پر ٹوٹ پڑے تو اس نے دشمنی کا جواب دوستی سے دیا۔ گالیوں کے بدلے دعائیں دیں۔ مار کھا کر پیار کیا۔ آپؐ کی زندگی کا ایک واقعہ ہی اس کا روشن ثبوت ہے کہ جب آپ طائف کی بستی میں تبلیغ اسلام کے لئے تشریف لے گئے تو وہاں کے ظالم لوگوں نے بجائے آپ کی بات سننے کے آپ پر پتھر برسانے شروع کر دیئے اور آپؐ ان کی بوچھاڑ سے زخمی اور لہولہان ہو گئے۔ آپ کی جُوتیاں خون سے بھر گئیں۔ اگر زخموں سے نڈھال ہو کر آپ کہیں بیٹھتے تھے تو وہ شقی آپ کو اٹھا دیتے تھے۔ اس وقت غیرتِ خداوندی جوش میں آگئی اور بارگاہِ ربی سے ایک فرشتے نے حاضر ہو کر آپؐ سے عرض کی کہ حکم ہو تو طائف کے اس پہاڑ کو اٹھا کر ان لوگوں کے سروں پر یہ سنگِ گران کو کچل دیا جائے۔ سچ پوچھو تو اس وقت وہ لوگ تھے ہی اسی سزا کے مستحق۔ لیکن آپ نے دنیا کی سب سے بڑی ہدایت کی دُعا مخلوقِ خدا کو بچانے کے لئے مانگی تھی اسکو تباہ کرنے کے لئے نہ چاہتی تھی۔ چنانچہ اس دکھی حالت میں بھی آپ نے فرمایا کہ نہیں! ان لوگوں کی نسلوں سے مسلمان پیدا ہونگے جو ایک خدا کا نام لیں گے اور اُسے پھیلائیں گے۔

یہ تھا آپؐ کا جذبۂ عفو و درگذر جو نسلِ انسانی کو بچا گیا۔ یہ تو آپ کی رُوئیداد

زندگی کا ایک ابتدائی واقعہ ہے۔ اگر آپ کی داستانِ حیات کا آخری باب کھولیں تو فتح مکہ کا نظارہ نظر آتا ہے کہ آپ مظفر و منصور فاتح بن کر اپنے دس ہزار جان نثار توحید پرستوں کے جلو میں مکہ معظمہ کے دروازے سے پر تشریف فرما ہیں۔ سامنے ہارا ہوا دشمن ذلیل و شرمسار حضور میں حاضر ہے اس گھڑی ان کے توڑے ہوئے ان گنت ظلم و ستم ان کو یاد نہیں دلائے گئے۔ بدترین برائی اور دشمنی کے بدلے کا ذکر نہیں ہوا فرمایا تو یہ کہ لا تثریب علیکم الیوم۔ آج کے دن تم پر کوئی گرفت نہیں۔ سبحان اللہ! مظلوم چھوڑ یہاں تو ظالم بھی بچ گئے۔ اور کیوں نہ بخشے جاتے حضور نے تو خلقِ خدا کی بخشش و نجات کے لئے غارِ حرا میں آہ و زاری کی تھی۔ سزا کے لئے تو کبھی کچھ نہ مانگا تھا۔ جب ظالم بھی اس طرح سرخرو ہو کر چھوٹ گئے تو مظلوموں کا بلند درجہ دیکھ کر تو حیرت ہوتی ہے آپ کی دردمندی۔ غریب نوازی۔ دکھیوں کی دست گیری نے ٹوٹے ہوئے۔ مار کھاتے خاک و خون میں تڑپتے انسانوں اور غلاموں کو اٹھایا۔ سہارا دیا اور اس اعلیٰ مقام پر پہنچایا کہ وہ عاجز بندے آقاؤں۔ تاجداروں اور بادشاہوں کے شاہ اور ان سے سوا ہو گئے۔ حضرت بلالؓ ایک غلام تھے جب آپ نے قبول حق کیا تو ان کا ظالم آقا ان کو ریگستان کی چلچلاتی دھوپ اور تپش میں جلتی ریت پر لٹا کر ان کی چھاتی پر آگ کی طرح دہکتے پتھر رکھ دیتا تھا شدت درد اور تکلیف سے آپ بیہوش ہو جاتے تھے تب بھی اُن کے مُنہ سے احد۔ احد نکلتا تھا کہ خُدا ایک ہے۔ خدا ایک ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان کو اس ظالم آقا سے خرید کر آزاد کر دیا۔ اور آپ کی رسائی بارگاہِ رسالتؐ میں ہو گئی اور اس سیاہ فام حبشی کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ اس کی شیریں اور دلکش آواز میں دنیا کی سب سے پہلی اذان بلند ہوئی کہ اللہ اکبر، اللہ اکبر۔ اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے۔ لا الٰہ الا اللہ۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور جب ہمارے حضورؐ کو معراج شریف میں جنت دکھائی گئی تو آپ نے فرمایا کہ "اے بلال میں جنت میں تیری جوتی کی چاپ اپنے سے آگے آگے سنتا تھا"۔ یوں وہ عاجز ظلم و ستم کا شکار غلام رشکِ ملائک بن گیا۔ یہ تھا اس خیر البشر کا لامحدود سایہ جو امیر غریب آقا اور غلام۔ ظالم اور مظلوم سب کو اپنے دامن میں سمیٹ گیا۔ تبھی تو حق نے فرمایا کہ وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین " اور ہم نے تجھے رحمت بنا کر عالموں کی طرف بھیجا ہے"۔ اور اسی طرح آہستہ آہستہ غریب ستم رسیدہ انسان ایک ایک کر کے ایک خدا پر ایمان لا کر اور ہدایت کی نعمت سے مالا مال ہو کر آپ کے چاروں طرف جمع ہو گئے۔ شروع میں یہ ایک کمزور اور چھوٹی سی جماعت تھی لیکن اس کی مضبوطی اس کی توحید پرستی میں پنہاں تھی۔ ساری دنیا پر شرک کی چھائی ہوئی کالی گھٹا میں یہ توحید کے نور کی ایک پھوٹتی ہوئی شعاع تھی جسے بڑھتے بڑھتے تمام دنیا کو پُرنور کرنا تھا۔ چنانچہ جنگِ بدر میں جب مسلمان اور کافر یا حق و باطل ایک دوسرے کے مقابل ہوئے تو ہمارے نبی کریمؐ میدانِ جنگ میں ایک چھوٹی سی جھونپڑی میں فرشِ خاک پر سر بسجدہ رو رو کر بارگاہِ الٰہی میں عرض کرتے تھے کہ اے میرے رب اگر یہ چھوٹی سی جماعت آج مٹ گئی۔ ختم ہو گئی تو اتنی بڑی دنیا میں تیرا نام لینے والا کوئی نہ رہے گا صفحۂ دہر پر پھر تجھے جاننے والا کوئی نہ ہو گا۔ جب آپ کی بے قراری اور آہ و زاری بہت بڑھ گئی تو حضرت ابوبکرؓ سے ضبط نہ ہو سکا اور آپ نے آگے بڑھ کر عرض کی کہ بس کیجئے یا رسول اللہؐ اللہ آپ کو اور آپ کی جماعت کو کبھی ضائع نہیں کریگا اور یہ بات سو فیصد سے بھی بڑھ کر سچ ثابت ہوئی۔ ایک خدا کا نام اور اس کا پیغام نہ صرف اپنی زندگی میں تمام ملک عرب میں پھیلا بلکہ اس کی گونج دنیا کے دور دراز ملکوں میں سنائی دینے لگی۔ آپ کی صفات آپکی خوبیاں آپ کی نیک سیرت کی جھلک آپکے رفیقوں اور جان نثاروں میں سرایت کر گئیں ان میں آپ کا عکس نظر آنے لگا اور وہ دھن کے پکے لوگ آپکے بعد ایک خدا کا نام اور اس کا پیغام لے کر دور دراز دنیا کے کونوں میں نکل گئے۔ اس کا جادو میں اپنی اوائل عمر میں دیکھا جب دوسری جنگِ عظیم کے دوران میں وطن سے ہزاروں میل دور سرکاری کام پر مصر میں تھی اور اہرامِ مصر کے چوطرف میلوں میں پھیلے ہوئے ریگستانی صحرا میں شام کو میں اپنے ہوٹل کی بالکنی میں کھڑی ہوتی تھی تو شام کے اترتے ہوئے دھندلکے اور اداسی میں مجھے میری تنہائی دوری اور مجبوری کا احساس گھیر لیتا تھا۔ ڈوبتے ہوئے سورج کے ساتھ مجھے اپنا دل اور اپنی روح بھی ڈوبتے ہوئے محسوس ہوتے تھے ایسے میں دور ایک خاکی رنگ کی مسجد سے موذن کی کانپتی ہوئی صدائے اللہ اکبر مجھ تک پہنچتی تھی اور میرے دل کو ایک لافانی ڈھارس اور مضبوط سہارے کا بے پناہ احساس ہوتا تھا۔ زندگی اور اُمید کی لہر میرے جسم و جان میں لوٹ آتی تھی اور مجھ پر یہ حقیقت واضح ہو کر دل پر نقش ہو گئی کہ اللہ کا نام اور اس کی وحدت ہی عالمِ کائنات اور اس گھومتی ہوئی دُنیا کی وہ درمیانی کیل ہے جس کے چاروں طرف یہ سب اپنے اپنے محور پر گھومتے ہیں۔ خدائے واحد کا یہ نام جو عظیم الشان نسلِ انسانی کا محسن اس دنیا میں ہمیشہ رہنے کو لایا اور چھوڑ گیا۔ اس پر کیوں نہ اللہ اور اسکے فرشتے اور اللہ کے مومن بندے درود و سلام بھیجیں۔ اور چودہ سو سال پہلے کی یہ وہی اذان ہے جو آج آپ کو اپنے نرم و گرم بستروں میں۔ گرمی۔ جاڑے۔ بہار و خزاں سب موسموں میں خدا کی وحدت کا اعلان کرتی بندوں کو اس کی عبادت کی طرف بُلاتی سنائی دیتی ہے شاید یہ بات آپکی دلچسپی کا باعث ہو کہ یہاں سے ہزارہا میل دور خطِ استوا کے جنوب مشرقی کنارے پر جزائر فیجی میں دنیا کی سب سے پہلی اذان ہوتی ہے لیکن ابھی اس خدا کے نام کو دنیا میں پھیلانے کی انتہا نہیں ہوئی۔ آج کے زمانے میں اپنے حضور سے ورثہ میں پا کر اب اس اہم کام کی ذمہ داری ہم پر ہے۔ ہمیں سوچنا چاہیئے کہ ہم میں حضورؐ کی صفات اور خوبیاں موجود ہیں یا نہیں۔ عفو و درگذر کرنا۔ برائی کے بدلے بھلائی کرنا۔ معاف کر دینا۔ گالیاں سن کر دعا دینا۔ کسی کے طعن و تشنیع دینے پر نہ صرف صبر کر کے خاموش رہنا بلکہ اس کی ہدایت کے لئے دعا کرنا ہمیں آتا ہے یا نہیں۔ دکھیوں کا دکھ دیکھ کر ہمارا دل دکھتا ہے یا نہیں؟ اور ہم ان کے دکھوں کا مداوا کرتے ہیں یا نہیں؟

اگر ہم نے اپنا تجزیۂ نفس کر کے اپنی برائیاں دور کرتے اور اپنے حضور کی خوبیاں اپنانے کی کوشش نہ کی تو حضورؐ کی مانگی ہوئی دنیا کی سب سے بڑی دُعا تو قبول ہو کر ہمیشہ کے لئے خدا کا نام پھیلانے والے فدائی پیدا کرتی رہے گی لیکن یہ سعادت ہم سے چھن کر دوسرے مستحق خوش قسمتوں کے حصے میں چلی جائے گی۔

دعا کریں کہ اللہ ہمیں اپنے حضور کے نقشِ قدم پر چلائے اور ہمیں اس نعمت سے محروم نہ فرمائے آمین!

— * * * —

جالنیوس کے قلم سے :-

زکوٰۃ، صدقات تزکیۂ اموال کا ذریعہ

"نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو" (القرآن)

* دین اسلام نے انسان کے بدن اور رُوح کی طہارت اور پاکیزگی کے لئے مختلف رنگوں میں عبادات کا حکم دیا ہے۔ ہر عبادت میں روح کی صفائی اور پاکیزگی کو بنیادی مقام حاصل ہے اور رضائے الٰہی یہی معلوم ہوتی ہے کہ جیسے بھی ہوسکے انسان اس دنیا میں دنیاوی غلاظتوں سے بچتے ہوئے اپنی روح کو پاک و صاف رکھ سکے تاکہ جب وہ خدا کے حضور جوابدہی کے لئے حاضر ہو تو اس کی مصفیٰ اور پاک روح کو نفسِ مطمئنّہ کا مقام حاصل ہوچکا ہو جس کے لئے رضائے الٰہی کی نوید سنائی گئی ہے۔

اسلام نے روح کے ساتھ ساتھ بدن کو پاک و صاف رکھنے کے لئے دن رات میں پنجوقتہ نماز کا حکم فرمایا ہے۔ اموال کو ہر قسم کے نجس سے پاک رکھنے کے لئے زکوٰۃ کے احکامات دیئے گئے ہیں۔ اور مال اور بدن دونوں کی مشقتیں برداشت کرتے ہوئے ان کی طہارت کے لئے بیت اللہ کے حج کا حکم فرمایا ہے اور ان تمام عبادات میں انسان کی نیت کو بنیاد قرار دیا ہے۔ اور فرمایا ہے :- "یقیناً اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے اور اس کے مطابق اجر ملے گا۔"

* اسلامی عبادات کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ ان کا مقصد و مدعا محض تزکیۂ نفس اور طہارت روح و بدن ہے۔

ذکرالٰہی۔ تحمید۔ تسبیح۔ ادعیہ۔ قرآن پاک کی تلاوت کو زبان کی پاکیزگی کے لئے ارشاد فرمایا گیا کہ جب ایک مومن ان امور کا پابند ہوگا تو جھوٹ، لغو فضولیات اور آوارہ قسم کے خیالات سے از خود مجتنب ہوگا۔ نماز اور روزہ کو جسم کی پاکیزگی کے لئے رکھا گیا۔ اندرونی اور بیرونی دونوں طرح سے انسان بدنی طور پر پاک رہتا ہے۔ ان کے ہوتے ہوئے انسان ارتکاب گناہ سے دُور رہتا ہے اور اطمینانِ قلب کی دولت اسے نصیب ہوتی ہے جیسا کہ خود خداتعالیٰ کا ارشاد ہے :-

"یاد رکھو کہ ذکرالٰہی سے ہی اطمینانِ قلب نصیب ہوتا ہے۔"

* نماز پنجوقتہ کے متعلق خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مثال دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ :-

"ذرا غور کرو کہ جس شخص کے دروازے کے سامنے دریا بہتا ہو اور وہ روزانہ اس میں پانچ مرتبہ غسل کرے تو کیا اس کے جسم پر گندگی رہ سکتی ہے۔ ایسے ہی نماز ایک قسم کا روح کا پنجوقتہ غسل ہے۔"

* آج کے دور کا انسان قلب کے اطمینان کے لئے کس قدر پریشان ہے جو اسے کہیں بھی اور کسی طور پر بھی نہیں مل رہا۔ انسان نے دریاؤں سمندروں جنگلوں۔ آسمانوں کی خاک چھان کر دیکھ لیا مگر اسے دل کا سکون کہیں نہ ملا۔ یہ صرف اور صرف ذکرالٰہی اور خدا کے نام کو بلند کرنے والوں کو ہی نصیب ہوسکتا ہے ورنہ محال ہے۔

اسلام نے ان لوگوں کے لئے جو یحبون المال حبًا جمًا اور یکنزون الذھب والفضۃ کے مصداق ہیں انفاق فی سبیل اللہ اور ادائے زکوٰۃ کا سبق دیکر بتلایا ہے کہ اس حکم پر عمل کر کے دیکھو۔ اپنے اموال میں خدا کا حصہ نکال کر کس قدر اطمینانِ قلب نصیب ہوتا ہے۔

* ارشادِ خداوندی : ووجدک عائلاً فاغنیٰ میں یہ یاد دلایا ہے کہ یہ مال جس میں کچھ حصہ خرچ کرنے کے لئے ہم کہتے ہیں اسی خدا نے دیا ہے جو تم سے مانگ رہا ہے اس نے تم کو نیچے سے اٹھا کر اوپر کیا ہے اور وہ اپنے دیئے ہوئے اموال میں سے اپنے لئے نہیں تم میں سے ہی بعض لوگوں کے لئے خرچ کرنے کے لئے کہتا ہے۔

زکوٰۃ کے معنے لغت میں جہاں پاکیزگی اور طہارت کے ہیں وہاں زیادتی کے بھی ہیں۔ اور زکوٰۃ دینے والوں کو اموال میں زیادتی کا وعدہ بھی دیا گیا ہے۔ وہ فرماتا ہے :-

"وصول کر وان کے اموال میں سے صدقات تاکہ وہ ان کو پاک کریں اور اس طریق پر ان کا تزکیہ ہو (تزکیہ سے مراد جہاں یہ ہے کہ ان کے اموال ہر قسم کے گند سے پاک ہوجاویں وہاں یہ بھی معنے ہیں کہ ان کے اموال میں زیادتی ہوجائے۔")

(سُورۃ توبہ : ۱۰۳)

* زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے قرآن پاک میں بکثرت حکم آتا ہے اور اکثر و بیشتر یہ حکم نماز کے قائم کرنے کے ساتھ آیا ہے۔ جس سے اس کی فرضیت اور اہمیت اور بھی عیاں ہو جاتی ہے۔ سر بار فرمایا گیا ہے :

"اور نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور جھک جاؤ جھکنے والوں کے ساتھ۔"

(البقرۃ - ۴۳)

* اسلام کی بنیاد جن امور خمسہ پر رکھی گئی ہے ان میں بھی زکوٰۃ کی فرضیت کا ذکر ہے۔ حضورؐ نے فرمایا ہے :-

"اسلام کی بنیاد پانچ امور پر رکھی گئی ہے۔"

۱۔ کلمہ شہادت لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار

۲۔ نماز کا قیام

۳۔ رمضان کے روزے۔

(۴) بشرطِ استطاعت خانہ کعبہ کا حج

(۵) بصورتِ نصاب زکوٰۃ کی ادائیگی۔

* اسلام نے نیکی کی راہوں پر چل کر منزلِ مقصود کو حاصل کرنے والوں کو یاد دلایا ہے کہ تم اگر واقعی اپنی منزل کو پانے کے خواہشمند ہو تو اس راہ میں تم کو اپنی محبوب چیزوں کو قربان کرنا ہوگا۔ فرمایا ہے :-

"تم ہرگز نیکی کو نہیں پا سکتے حتیٰ کہ تم ان چیزوں میں سے خدا کی راہ میں خرچ کرو جن کو تم بہت محبوب رکھتے ہو۔"

(آلِ عمران ۹۳)

* حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضرت ابو ذر غفاریؓ نے فرمایا:

"حضور صلعم جوارِ کعبہ میں تشریف فرما تھے کہ آپؐ نے فرمایا کہ رب کعبہ کی قسم ہے وہ لوگ بہت ہی گھاٹے میں ہیں۔ صحابہؓ نے عرض کی کون یا رسول اللہ؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ جن کے پاس کثرت سے اموال ہیں اور وہ ان میں سے خدا کا حصہ ادا نہ کرتے ہوں۔"

* اس مقام پر قرآن کریم سے دو وعیدوں کا ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اگر اصحاب نصاب زکوٰۃ کی ادائیگی نہ کریں گے تو ان کا معاملہ خدا کے ہاں کیا ہوگا۔

(۱) مسلمانوں کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

"ان سے کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے عزیز و اقارب اور وہ اموال جن کو تم اپنے اوپر خرچ کرتے ہو اور وہ تجارت جس میں نقصان ہو جانے سے خوف رہتا ہے اور تمہارے وہ مکانات جن سے تم کو پیار ہے اگر یہ سب چیزیں تم کو زیادہ محبوب ہیں خدا سے، اس کے رسولؐ سے اور اس کے راستہ میں جہاد کرنے سے تو پھر انتظار کرو یہاں تک کہ خدا کا حکم آجائے اور اللہ تعالیٰ عہد کر کے توڑنے والوں کو ہدایت نہیں فرماتا۔"

(سورۃ توبہ : ۲۴)

(۲) عام مسلمانوں کو عموماً اور علماء کو خصوصاً مخاطب کر کے فرمایا ہے :-

"اے مومنو! بہت سے پادری اور راہب لوگوں کے مالوں کو غلط رنگ سے کھاتے ہیں اور ان کو خدا کی راہ تک آنے سے روکتے ہیں اور وہ لوگ جو سونے اور چاندی کے ذخیرے کرتے ہیں اور خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو انہیں دردناک عذاب کی نوید سنا دے۔ اس روز یہی سونا چاندی جہنم کی آگ میں گرم کیا جائیگا اور اس سے ان کی پیشانیاں۔ ان کی پیٹھیں اور ان کے پہلوؤں کو داغا جائیگا اور کہا جائے گا کہ یہ ہے جو تم اپنی جانوں کے لئے ذخیرہ کر کے رکھتے تھے۔ پس آج ذائقہ چکھ لو اس کا جو تم ذخیرہ کرتے تھے۔"

(سورۃ توبہ، ۳۵)

* ابتدائے اسلام میں کثرتِ مال سے مراد زیادہ تر جانوروں کے ریوڑ لئے جاتے تھے اور اس زمانہ میں بھیڑ بکریاں۔ اونٹ اور جانوروں کے ریوڑ رکھنے والے مالدار کہلاتے تھے۔ اگر آج کے دور کا مقابلہ اس دور سے کیا جائے تو اس دور کی ذمہ داری بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ آج کے دور میں بنکوں میں لاکھوں اور کروڑوں کی دولت، سونے چاندی کے زیورات کا روبار، کارخانے انڈسٹریز فیکٹریاں حصص اور نقد دولت کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ اگر اس دور میں حضور علیہ السلام اصحابِ ثروت کے لئے پریشان تھے تو آج کے دولت مندوں کو اپنے ایمان کی فکر زیادہ کرنا چاہیئے۔

* بعض لوگ زکوٰۃ کو ایک قسم کا ٹیکس خیال کرتے ہیں۔ جو اسلام نے دولت پر لگا رکھا ہے۔ یہ دراصل زکوٰۃ کی حقیقت سے عدم واقفیت کا نتیجہ ہے۔ زکوٰۃ کسی قسم کا کوئی ٹیکس نہیں ہے۔ یہ درحقیقت انفاق فی سبیل اللہ کی ایک راہ ہے اور خدا کے عطا کردہ اموال میں مخلوقِ خدا کے لئے ہو جو "عیال اللہ" کہلاتے ہیں ایک حصہ ہے۔ جو اصحابِ ثروت سے لے کر حاجت مندوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ :-

"مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تم میں سے امیروں سے لے کر تم ہی میں سے حاجت مندوں کو واپس کر دوں۔"

* قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ اموال زکوٰۃ کو خرچ کرنے کے مقامات کا خود تعین فرما رہا ہے۔ کہ زکوٰۃ کی وصولی کے بعد اس کو مندرجہ ذیل آٹھ قسم کے افراد میں تقسیم کیا جائے۔ اس کے علاوہ زکوٰۃ کا اور کوئی مصرف بیان نہیں ہوا ہے۔ اور نہ ہی کوئی اس کے علاوہ خرچ کرنے کا مجاز ہے :-

اللہ تعالیٰ ان مقامات ثمانیہ کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے :

"یقیناً صدقات (زکوٰۃ کا مال)

۱:- حاجت مندوں کے لئے ہے۔

۲- مساکین کے لئے ہے۔

۳- حصولِ زکوٰۃ کے لئے کام کرنے والوں کے لئے ہے۔

۴- مؤلفۃ قلوب کے لئے ہے۔

۵- غلاموں کو آزاد کرانے کے لئے ہے۔

۶- تاوان دینے والوں کی ادائیگی کرنے کے لئے ہے۔

۷- جہاد فی سبیل اللہ میں خرچ کرنے کے لئے ہے۔

۸- اور مسافروں کی امداد کے لئے ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور فرض قرار دیا گیا ہے اور اللہ علیم و حکیم ہے۔" (سورۃ توبہ ۔ ۶۰)

* قرآن پاک کے بغور مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ زکوٰۃ کی واجبیت کے لئے گو نصاب کو لازم قرار دیا گیا ہے مگر صدقات اور انفاق فی سبیل اللہ کے لئے کوئی حد اور کوئی نصاب مقرر نہیں ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی تعلیم جس قدر اسلام نے دی ہے کسی اور مذہب نے نہیں دی اور بار بار یہ حکم دیا گیا ہے کہ جو مال و دولت، جو طاقتیں اور جو ذرائع اور اوقات تم کو

عطا کئے گئے ہیں ۔ ان میں سے خدا کا حصہ ضرور نکالو ۔ اموال میں سے ، اولاد میں سے اوقات میں سے ، جانوں میں سے ، جانوروں میں سے ۔ دولت اور ثروت کے تمام ذرائع میں سے ان لوگوں کے لئے حصہ نکالو ۔ لیتے رہو جو تمہارے معاشرہ میں مالی اعتبار سے تم سے کم حیثیت کے ہیں ۔ اور تمہارے ہی معاشرہ کے ایک حصہ کو عزت کی زندگی اور عزت کی روٹی ، لباس اور سایہ میسر آ سکے ۔

زکوٰۃ کی ادائیگی کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مزید فضلوں کا وعدہ بھی دیا گیا ہے ۔ ارشاد خداوندی ہے :-

" اور جو خدا کی راہ میں دیتا ہے اور تقویٰ اختیار کرتا ہے اور احسن طور پر نیکیاں بجا لاتا ہے اس کے لئے ہم تمام مشکلات کو آسان کر دیتے ہیں ۔ اور جو شخص لاپرواہی اور بخل کی راہ پر چلتا ہے اور نیکی کی راہ کی تکذیب کرتا ہے تو اس کے لئے تنگی کی راہیں پیدا ہوتی ہیں ۔"

(اللیل ۷ – ۸)

* نظام زکوٰۃ پر عمل پیرا ہونے سے اصحاب ثروت اور اصحاب حاجت میں روابط بڑھتے ہیں ۔ محبت ، اُلفت ۔ اتفاق ۔ یگانگت اور عزت و احترام کے جذبات پیدا ہوتے ہیں ۔ خدا تعالیٰ کے احکامات پر عمل پیرا ہونے کے نتیجہ میں جو فضا پیدا ہوتی ہے اس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے :-

" اور اپنے اُوپر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو کہ تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے ۔ پھر اس نے تمہارے دلوں میں ایک دوسرے کے لئے محبت اور الفت پیدا فرما دی اور تم اس کے فضل سے بھائی بھائی بن گئے اور تم آگ کے دہانے پر کھڑے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو اس سے بچا لیا ۔"

(آل عمران ۱۰۳)

* اگر انسان یہ سمجھے کہ جو مرتبہ یا مقام اسے حاصل ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کی امانت ہے جس کو اسے بخوبی ادا کرنا ہے اور یہ مال و دولت اور خزانے اس کے عطا کردہ اس کے پاس امانت کے طور پر ہیں ۔ انسان اس دنیا میں خالی ہاتھ آتا اور خالی ہاتھ جاتا ہے ۔ کیا ہی اچھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ مال اسی کے بتلائے ہوئے راستوں پر اس کی رضا کے لئے خرچ کرے ۔ اور خدا کے حضور حاضر ہونے سے پیشتر دنیا اور بدن کی لذات کو چھوڑتے ہوئے روح اور نفس کے لئے فکر کرے کہ اخروی زندگی کو کامیاب اور خوشگوار بنانے کا راز اسی میں پوشیدہ ہے ۔ وباللہ التوفیق ۔

***

کامیابی اور عطیہ :- عزیز ہارون یوسف خان خلف الرشید جناب خان محمد یوسف خان صاحب لاہور نے امتحان میں کامیابی کی خوشی میں مبلغ ۱۰۰ روپیہ بمد اشاعت اسلام مرحمت فرمایا ہے ۔ اللہ تعالیٰ عزیز موصوف کی اس کامیابی کو مزید کامیابیوں کا پیش خیمہ بنائے آمین ! اور اسے اپنے والد نامدار کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے ۔

***

ام بی اے کے

اخبار احمدیہ !

* حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خیریت سے ہیں ۔ آپ ہفتہ عشرہ کے لئے کراچی تشریف لے گئے ہیں ۔ واپسی پر ملتان جماعت کے اصرار پر غالباً ملتان بھی ٹھہریں گے ۔ احباب سلسلہ حضور کی بخیریت واپسی اور خدمت دین کے کاموں میں ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت کے طلب گار رہیں ۔

آپ کے عطیات کا بہترین مصرف
محمد علی میموریل فری ڈسپنسری

دارالسلام ۵ عثمان بلاک ، نیو گارڈن ٹاؤن لاہور ۱۶

حسب معمول دکھی انسانیت کی خدمت میں مصروف ہے جہاں ایک تجربہ کار ہمدرد خلیق اور کوالیفائڈ ڈاکٹر روزانہ مریضوں کو (ماسوائے جمعہ) دیکھتے ہیں ۔
دارالسلام کے علاوہ قرب و جوار کے مریض بھی فائدہ اٹھا رہے ہیں ۔
دکھی انسانیت کی یہ خدمت اور علاج معالجہ کی سہولت مفت مہیا کرنا آپ کے عطیات کی بدولت ہی ہے ۔ لہٰذا آپ اپنے عطیات بھجوانا نہ بھولیئے ۔

عطیات بھجوانے کا پتہ

(چوہدری) ریاض احمد صدر مقامی جماعت احمدیہ
دارالسلام ۵ عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور ۱۶

قارئین کرام سے اپیل

اخبار پیغام صلح جو پچھلے اکہتر برس سے آپکی خدمت کرتا چلا آرہا ہے ۔ یہ آپ کی انجمن کا خصوصی ترجمان اور نقیب آج مالی مشکلات سے دوچار ہے تو کیا اور خالصتہً دینی اخبار ہونے کی وجہ سے اس کا تمام تر انحصار چندہ خریداری پر ہے روز افزوں گرانی کا اثر اس پر بھی پڑ رہا ہے ۔ کاغذ ، کتابت طباعت اور خرچہ ڈاک کے اخراجات کئی گنا بڑھ چکے ہیں اور ہمارے دیرینہ کرم فرما چندہ خریداری کیطرف توجہ نہیں دیتے آپ سے گذارش ہے کہ اپنے اس دیرینہ خادم کی ضروریات کا خیال رکھتے ہوئے (۱) اپنا چندہ خریداری معہ بقایا جلد از جلد بھجوا دیں (۲) نئے خریدار فراہم کریں (۳) صاحب حیثیت احباب عطیات بھجوائیں (۴) مسائل حاضرہ کے حل کرنے کے بارہ میں اپنے افکار مرتب کر کے اشاعت کیلئے بھجوائیں ۔ (۵) اس اخبار کو بہتر اور مفید تر بنانے کے لئے اپنی تجاویز ہمیں بھجوائیں ۔ (ادارہ)

باہتمام المدہ پرنٹرز اردو بازار سے چھپوا کر پبلشر ناصر احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور ۷ سے شائع کیا ۔ (چیف ایڈیٹر ڈاکٹر اللہ بخش)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور مورخہ ۲۲ فروری ۱۹۸۴ء ، جلد ۷۱ شمارہ

جلد: ۷۱ | یوم چہار شنبہ ۲۶ جمادی الاول ۱۴۰۴ھ مطابق ۲۹ فروری ۱۹۸۴ء | شمارہ: ۹

ارشادات حضرت مجدد صد چہاردہم

میں دو ہی مسئلے لے کر آیا ہوں، خدا کی توحید۔ باہمی اتحاد

جماعت کے باہمی اتحاد و اتفاق اور آپس میں محبت کے ساتھ رہنے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا:۔

"جماعت کے باہم اتفاق و محبت پر میں پہلے بہت دفعہ کہہ چکا ہوں۔ کہ تم باہم اتفاق رکھو اور اجتماع کرو۔ خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو بھی تعلیم دی تھی کہ تم وجود واحد رکھو۔ ورنہ ہوا نکل جائے گی۔ نماز میں ایک دوسرے کے ساتھ جڑ کر کھڑے ہونے کا حکم اسی لئے ہے کہ باہم اتحاد ہو۔ برقی طاقت کی طرح ایک کی خیر دوسرے میں سرایت کرے گی۔

اگر اختلاف ہو اور اتحاد نہ ہو تو پھر بے نصیب رہو گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آپس میں محبت کرو اور ایک دوسرے کے لئے غائبانہ دعا کرو اگر ایک شخص غائبانہ دعا کرے تو فرشتہ کہتا ہے تیرے لئے بھی ایسا ہی ہو کیسی اعلیٰ درجہ کی بات ہے اگر انسان کی دعا منظور نہ ہو تو فرشتہ کی تو منظور ہوتی ہے۔

میں نصیحت کرتا ہوں اور کہنا چاہتا ہوں کہ آپس میں اختلاف نہ ہو۔ میں دو ہی مسئلے لے کر آیا ہوں اول خدا کی توحید اختیار کرو دوسرے آپس میں محبت و ہمدردی ظاہر کرو وہ نمونہ دکھاؤ کہ غیروں کیلئے کرامت ہو۔ یہی دلیل تھی جو صحابہ میں پیدا ہوئی تھی

كنتم اعداءً فألّف بين قلوبكم فاصبحتم بنعمته اخوانا

یاد رکھو جب تک تم میں ہر ایک ایسا نہ ہو کہ جو اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی اپنے بھائی کے لئے پسند کرے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔

(الحکم)

فرمایا:۔

"تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائیگا پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے۔۔۔ مگر وہ سب لوگ جو اخیر تک صبر کریں گے اور ان پر مصائب کے زلزلے آئینگے اور حوادث کی آندھیاں چلیں گی اور قومیں ہنسی ٹھٹھا کریں گی اور دنیا ان کے ساتھ سخت کراہت کے ساتھ پیش آئے گی وہ آخر فتحیاب ہونگے اور برکتوں کے دروازے ان پر کھولے جائینگے"

(الوصیت صفحہ ۹)

خواتینِ احمدیہ لاہور کے جلسہ سیرت النبیؐ میں عزیزہ شاہدہ جنجوعہ کی تقریر

تعارف: تنظیم خواتین احمدیہ لاہور کے زیرِ اہتمام جامع احمدیہ دارالسلام میں ۱۲ فروری کو یوم سیرت النبیؐ منایا گیا جس میں حضور صلعم کی حیاتِ طیبہ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی۔ اس سلسلہ میں محترمہ رضیہ فاروقی صاحبہ کی تقریر ۲۲ فروری کے شمارہ میں چھپ چکی ہے یہ دوسری تقریر ہمیں عزیزہ شاہدہ جنجوعہ کی موصول ہوئی ہے۔ جو مکرم راجہ محمد افضل صاحب نائب امام مسجد احمدیہ دارالسلام کی سب سے چھوٹی صاحبزادی ہیں۔ بی اے کی طالبہ ہیں اور جماعت کے کاموں میں (شعبہ نسواں) میں بھر پور حصہ لیتی ہیں مستورات کے ہر جلسہ میں ان سب بہنوں کا حصہ ضرور ہوتا ہے۔ تلاوت، نظم اور تقریر میں انہیں ملکہ حاصل ہے۔ جس قوم کی بچیاں بھی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور اس جذبہ، شان اور اخلاص سے نذرانۂ عقیدت پیش کریں ایسی جماعت کو غیر مسلم کہلانے پر مجبور کرنا سب سے بڑی زیادتی نہیں تو اور کیا ہے۔ (ادارہ)

قابلِ احترام صاحبِ صدر اور معزز بہنو! —— السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

فخرِ آدم محسن انسانیت سرورِ کونین محمد صلعم کے محامد اور مناقب چودہ سو سال سے بیان کئے جا رہے ہیں اور رہتی دنیا تک بیان ہوتے رہیں گے۔ ساری زمین اگر کاغذ بن جائے اور سارے سمندر سیاہی کی صورت اختیار کر لیں تب بھی خاتم النبیینؐ فخرِ انبیاء صلعم کے خصائل احاطۂ تحریر میں نہیں لائے جا سکیں گے کیونکہ آسمان ہدایت کے افق پر حضورؐ کا مقام بڑا بلند ہے یہاں تک کہ اس آفتاب نبوت کی تناء و توصیف خدا نے خود فرمائی اور اس پر درود بھیجنے کا حکم دیا۔ تو پھر اس کی حیات پاک کی عظمت کا اندازہ انسان کیا کر سکتا ہے۔ انسانی سعادت کا مدار دو چیزوں پر ہے۔ صلاح اور اصلاح، یعنی خود صالح بننا اور دوسروں کو بنانا۔ خود کمال پیدا کر کے دوسروں کو باکمال بنانا۔ سو حضور صلعم نے اس راہ میں مجاہدہ کر کے اپنی ذات کو اس مقام عروج پر پہنچا دیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو بطور اسوہ حسنہ کے پیش فرمایا انسان کی نجات کو حضورؐ کی پیروی سے وابستہ اور مشروط کیا حضورؐ کی قوت قدسی نے چند ہی برس میں عرب جیسی پسماندہ اور اجڈ قوم کو اس مقام پر پہنچایا کہ ان کے سینے روشنی اور نور سے بھر گئے اور انہوں نے مختصر سے عرصہ میں دنیا کی کایا پلٹ دی۔ ۳۶۰ بتوں کی پوجا کرنے والوں کو خدائے واحد کا پرستار بنا کر اتنا طاقتور بنا دیا کہ اپنے وقت کی متمدن اور مضبوط ترین روم و ایران کی حکومتوں کو انہوں نے اپنے پاؤں تلے روند ڈالا۔ ہر طرف دین اسلام کا شہرہ ہو گیا۔ اور یدخلون فی دین اللہ افواجا کا نظارہ ساری دنیا نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ قیصر روم نے مسلمانوں کے ہاتھوں مسلسل شکستوں سے دل برداشتہ ہو کر اپنے مشیروں کا اجلاس طلب کیا اور پوچھا کہ عرب ہم سے سامان حرب اور تعداد میں کم ہونے کے باوجود ہم پر کیوں غالب آ رہے ہیں؟ اس کے جواب میں ایک بوڑھے مشیر نے جو کہا۔ وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ اور ایک دشمن کی طرف سے مسلمانوں کو اخلاقی برتری کی سند ہے۔ اس نے کہا "مسلمانوں کے اخلاق ہمارے اخلاق سے اچھے ہیں۔ رات کو عبادت کرتے ہیں دن کو روزے رکھتے ہیں کسی پر ظلم نہیں کرتے۔ سب ایک دوسرے کو اپنے برابر سمجھتے ہیں۔ اپنے عہد کو پورا کرتے ہیں۔ ان کے ہر کام میں ہمت و استقلال ہے۔"

یہ شہادت بتاتی ہے کہ مسلمان صرف اپنے اخلاق کی وجہ سے غالب آئے۔ اور یہ مادی طاقت پر اخلاق کی فتح تھی انہوں نے دنیا کو بتا دیا کہ غلبہ کا انحصار نہ کثرتِ تعداد پر ہے اور نہ کثرتِ سامان پر۔ بلکہ دل کی اس قوت پر ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان سے پیدا ہوتی ہے۔ وہ خدا کی ہستی پر ایک زندہ دلیل ہے۔ اور انہوں نے دنیا کو یہ سبق سکھایا کہ خدا پر ایمان لانے سے انسان میں کیسی قوت پیدا ہو سکتی ہے۔

حضرت خاتم النبیینؐ کا سب سے بڑا معجزہ یہی تو ہے کہ دنیا کے اس عظیم ترین انسان نے چند ہی برس میں باہم سدا لڑنے والی قوم اور قبیلوں کو ایک کر دیا۔ اور ان کے دل باہمی محبت سے ایسے بھر دیئے کہ وہ ایک دوسرے پر جانیں فدا کرنے والے بن گئے۔ سپاہی افسروں پر اور افسر سپاہیوں پر اپنے آپ کو فدا کر دینے تھے۔ یہی وہ جذبہ تھا کہ مائیں اپنے بیٹوں کو بیویاں اپنے خاوندوں کو تاکید کر کے جہاد میں بھیجتی تھیں کہ پیٹھ پر زخم نہ کھانا یعنی پیٹھ نہ دکھانا یہ مسلمان عورتوں کا ایمان تھا۔

محبت رسولؐ کے نتیجہ میں خدا کے ساتھ تعلق انسان کی حالت کو اتنا بدل دیتا اور اس میں اتنی طاقت پیدا کر دیتا ہے جس کا دنیا مقابلہ نہیں کر سکتی اور اگر آج بھی ہم میں پہلے مسلمانوں کا سا جذبہ ایمان ابھر آئے تو آج بھی مسلمان وہی کارنامے دکھا سکتے ہیں جن سے ہماری تاریخ کے صفحات روشن ہیں۔ میں اپنی تقریر ان چند اشعار پر ختم کرتی ہوں۔

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی
عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی
نئی اک لگن سب کے دل میں لگا دی
اک آواز میں سوئی بستی جگا دی
پڑا ہر طرف غل جو پیغامِ حق سے
کہ گونج اٹھے دشت و جبل نامِ حق سے

—— * * * * ——

نعت

اُمّی و در علم و حکمت بے نظیر + زیں چہ باشد حجّتے روشن ترے

وہ اُمّی ہے مگر علم و حکمت میں بے نظیر ہے اس سے زیادہ اسکی صداقت پر اور کیا دلیل ہوگی

ہر کہ بے او زد قدم در بحرِ دیں — کرد در اوّل قدم گم معبرے

وہ جس نے اسکے بغیر دین کو حاصل کرنا چاہا اس نے پہلے ہی قدم میں گھاٹ کو کھو دیا۔

(حضرت اقدس)

از قلم: مکرم جناب نصیر احمد فاروقی صاحب لاہور،

درسِ قرآن، سبق ۵۹

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ج
وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ فَلَیْسَ مِنَ اللّٰہِ فِیْ شَیْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا
مِنْھُمْ تُقٰىةً ط وَیُحَذِّرُکُمُ اللّٰہُ نَفْسَہٗ ط وَاِلَی اللّٰہِ الْمَصِیْرُ ۝
قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِیْ صُدُوْرِکُمْ اَوْ تُبْدُوْہُ یَعْلَمْہُ اللّٰہُ ط وَ
یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ط وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝
یَوْمَ تَجِدُ کُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَیْرٍ مُّحْضَرًا ج صلے وَّمَا
عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ج تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَیْنَھَا وَبَیْنَہٗٓ اَمَدًا
بَعِیْدًا ط وَیُحَذِّرُکُمُ اللّٰہُ نَفْسَہٗ ط وَاللّٰہُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ ۝ ع

(سورۃ آلِ عمران ۳۔ ۲۷ تا ۲۹)

ترجمہ:۔ مومن بندوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائیں۔ اور جو ایسا کرے تو اس کا اللہ کے ساتھ کچھ بھی تعلق نہیں، سوائے اس کے کہ تم اُن سے اپنا بچاؤ کر لو جو بچاؤ کرنے کا حق ہے۔ اور اللہ تم کو اپنی سزا سے ڈراتا ہے اور اللہ کی طرف ہی انجام کار پہنچنا ہے۔ کہو اگر تم چھپاؤ جو کچھ تمہارے سینوں میں ہے یا اُسے ظاہر کرو تو اللہ اسے بہرحال جانتا ہے۔ اور وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ دن ضرور آئے گا جب ہر شخص جو کچھ اس نے نیکی کی ہے اُسے موجود پائے گا اور جو کچھ اُس نے بدی کی ہے وہ آرزو کریگا کہ کاش اس کی بدلیں اور اس کے درمیان لمبا فاصلہ ہوتا۔ اور اللہ تم کو اپنی سزا سے ڈراتا ہے، اور اللہ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔

جیسا کہ میں پچھلے دو درسوں میں بتا آیا ہوں آج کے سبق سے پہلی آیات میں پیشگوئی ہے کہ اللہ تعالےٰ مسلمانوں کو سلطنت دلائے گا۔ آج کا سبق مسلمانوں کو متنبہ کرتا ہے کہ حکومت ملنے پر پہلی بات وہ کیا مدنظر رکھیں۔ فرمایا کہ "مومن مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں"۔ چونکہ یہاں سلطنتوں اور حکومتوں کا ذکر چل رہا ہے اس لئے کیا اس کے معنے یہ ہیں کہ کافروں سے دوستانہ تعلقات ہو سکتے ہی نہیں؟ یہ معنی ہرگز نہیں ہو سکتے کیونکہ خود رسول اللہ صلعم نے یہودیوں سے، مشرکینِ عرب سے اور عیسائیوں سے وقتاً فوقتاً معاہدات کئے جن میں آپس میں صلح صفائی سے رہنے، ایک دوسرے پر حملہ نہ کرنے، بلکہ کسی اور کے حملہ پر ایک دوسرے کی مدد کو جانے کے معاہدات تھے۔ قرآن پاک کے اپنے الفاظ صاف بتاتے ہیں کیا چیز منع ہے۔ وہ یہ ہے کہ مومنوں کو "چھوڑ کر" کافروں کو دوست نہ بنائیں۔ اول تو اس میں مسلمانوں کو خبردار کیا ہے کہ کافر لوگ تمہاری طرح سیدھے سادے مومن کہ اللہ سے ڈر کر جو تمہاری زبان پر ہے وہی تمہارے دل میں ہے، یا معاہدہ کے پکے، وہ اکثر نہیں ہوں گے بلکہ تاریخ بتاتی ہے کہ کافروں نے مسلمانوں کو اکثر نقصان پہنچانے بلکہ تباہ کرنے کی کوششیں یا ریشہ دوانیاں کیں۔ اس کی وجہ اسلام کی خالص توحید تھی کہ باقی سب مذہب شرک میں مبتلا تھے اور باطل ہمیشہ حق سے ڈرتا ہے کہ وہ اسے تباہ نہ کر دے۔ اس لئے مشرک (جو کہ تمام کافر لوگ ہیں) ہمیشہ مسلمانوں کو تباہ کرنے کے درپے رہے ہیں کہ مسلمان مٹ جائیں گے تو اسلام ان کے ساتھ مٹ جائے گا۔ اس لئے پہلی بات تو یہ ہے کہ مومنوں کو حتی الامکان ایک دوسرے سے دوستی اور مدد کے معاہدات کرنے چاہئیں

مگر بہرحال دنیا میں غیر مسلم سلطنتیں اور حکومتیں ہیں۔ رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں بھی ان کی اکثریت تھی اور آج بھی ہے۔ اُن سے ہر قسم کے معاہدات مثلاً تجارتی۔ مالی، سیاسی اور فوجی کرنے پڑتے ہیں۔ تو اُن میں صرف ایک بات کا لحاظ رکھنے کی یہاں تاکید ہے۔ اور وہ یہ کہ کسی غیر مسلم حکومت سے کوئی ایسا معاہدہ مت کرو جو کسی مسلم حکومت کے خلاف ہو۔ اس کا خیال نہ رکھنے کیوجہ سے مسلمانوں نے ہمیشہ نقصان اٹھایا بلکہ بعض وقت اپنا ملک یا اپنی آزادی کھو دی جیسا کہ آج اسرائیل کیوجہ سے ہوا۔ پہلی جنگ عظیم کے دوران انگریزوں نے عربوں سے جو اُس وقت ایک مسلمان سلطنت یعنے ترکی کا حصہ تھے مشہور عالم لارنس آف عریبیا کے ذریعہ ہر قسم کے وعدے کئے اور یوں عربوں کو ترکوں کے خلاف بغاوت کرنے اور جنگ کرنے پر آمادہ کیا۔ بعد میں اُن وعدوں میں سے کم پورے ہوئے اور انگریزوں نے یہودیوں کو لا کر عربوں کے سینوں پر بٹھا دیا۔ فلسطینیوں بیچاروں کو لکھوکھا کی تعداد میں گھربار، زمینیں، جائیدادیں۔ تجارتیں اور دھندے چھوڑ کر سخت تکلیف کی حالت میں بے گھر اور بے خانماں ہو کر دوسرے ملکوں میں سخت تنگیوں میں رہنا پڑ رہا ہے۔ اور ابھی خدا جانے اسرائیل کا فتنہ کیا کیا رنگ لائیگا۔ مگر پھر بھی مسلمانوں نے ابھی سبق نہیں سیکھا۔ میں کئی مثالیں بالکل حال کے زمانہ کی دے سکتا ہوں مگر واقفِ حال لوگ ان کو بخوبی جانتے ہیں۔

قرآن مجید بھی عجیب پُرحکمت کتاب ہے۔ چند سیدھے سادے الفاظ میں حکمت کے سمندر بند ہیں۔ مثلاً یہیں یہ پانچ لفظ ہیں الا ان تتّقوا منھم تقٰىة یعنے سوائے اس کے کہ تم اُن سے اپنا پورا بچاؤ کر لو۔ یہاں لفظ "اُن" یعنے منھم کی ضمیر کافروں اور مومنوں دونوں پر لگ سکتی ہے اور دونوں طرح ٹھیک بیٹھتا ہے، اور مندرجہ ذیل مختلف معانی نکلتے ہیں جو سب کے سب صحیح ہیں:۔

۱۔ کافروں سے دوستی تو کیا تم ان سے اپنا پورا بچاؤ کر لیا کرو۔ اس کی وجہ میں پہلے بتا آیا ہوں۔

۲۔ اپنے حقوق کی اور اگر کسی اور مسلمان ملک کا تعلق ہو تو اس کے حقوق کی پوری نگہداشت کر کے بے شک کافروں سے دوستانہ معاہدات کر لو۔

۳۔ اگر بالفرض کسی کافر ملک سے تم نے شکست کھائی ہو اور تم مغلوب حالت میں ہو تو پھر اپنے بچاؤ کی خاطر بے شک ایسا معاہدہ کر لو جو مجبوری سے ہو۔

۴۔ اگر بالفرض کسی مسلمان ملک سے ہی تمہیں خطرہ ہو تو پھر اس سے بچاؤ کی خاطر بے شک غیر مسلم ملک سے ہی اپنے دشمن کے خلاف معاہدہ کر لو اگرچہ وہ مسلمان ہے۔ ایسے حالات پیش آ سکتے ہیں اور آتے ہیں۔

مگر اگر ان خاص حالات کے علاوہ تم کسی غیر مسلم سے معاہدہ کرو گے جو کسی اور مسلم ملک کے خلاف ہو تو اللہ تعالےٰ نے سخت تہدید کی ہے ویحذرکم اللہ نفسہ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی سزا سے ڈراتا ہے۔ اس معاملہ میں غیر مسلم قوموں سے یا خطرات سے مت ڈرو بلکہ اللہ سے ڈرو جس کی سزا تمہیں اسی دنیا میں پکڑ سکتی ہے۔ دوسری جگہ بھی اس گناہِ عظیم جس سے مسلمان بھائیوں کا نقصان یا خون ہوتا ہو سخت ڈرایا ہے ان الفاظ میں یایّھا الّذین اٰمنوا لا تتخذوا الکٰفرین اولیاء من دون المؤمنین ط اتریدون ان تجعلوا للّٰہ علیکم سلطٰنًا مبینًا ۵ (النساء ۔ آیت ۱۴۴) یعنے "اے لوگو جو ایمان لائے ہو مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو ولی نہ بناؤ۔ کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ (کی سزا) کے لئے اپنے خلاف کھلی دلیل دیدو۔" آج کے سبق میں یہ بھی فرمایا والی اللہ المصیر تمہیں آلاخر اللہ ہی کی جناب میں آنا ہے۔ اگر وہ تمہیں اس دنیا میں سزا نہ بھی دے تو آخرت میں ضرور دیگا۔

اگلی آیت یوں ہے "کہو تم چھپاؤ جو کچھ تمہارے سینوں میں ہے یا اُسے ظاہر کرو تو اللہ اُسے بہر حال جانتا ہے۔" بین الاقوامی تعلقات میں خفیہ سمجھوتے اکثر ہوتے ہیں جنھیں دونوں فریق اپنی، اپنی قوم تک سے چھپاتے ہیں۔ پھر اکثر سمجھوتے محض حکمت عملی یا چالبازی یا دفع الوقتی کے لئے کوئی ایک فریق کر لیتا ہے اور جب موقعہ ہو تو توڑ دیتا ہے ہٹلر کا شہور تھا کہ جس ہمسایہ قوم سے وہ معاہدہ کرتا تھا اسکو محض غفلت میں ڈالنے کے لئے کرتا تھا اور جلد ہی اس ملک پر حملہ کر کے ہڑپ کر جاتا تھا۔ اور حکومت اور سیاست میں سوائے کسی متقی مومن کے باقی جھوٹ اور دھوکہ بازی عام ہوتی ہے چاہے وہ جھوٹے وعدے عوام سے کیئے جائیں یا سیاست دان آپس میں کریں۔ متحدہ جرمنی کے مشہور چانسلر بسمارک BISMARCK نے اسی لئے کہا تھا - DONT BELIEVE ATHING UNTIL IT IS -FFICTALLY DEALED یعنے کسی بات پر یقین نہ کرو جب تک کہ سرکاری طور پر اس کا انکار نہ کیا جائے۔ تو چونکہ جھوٹ، مکر و فریب، وعدہ خلافی بین الاقوامی معاملات میں عام ہے اسی لئے قرآن نے مسلمانوں کو تنبیہہ کی کہ تم ایسا نہ کرنا کیونکہ اللہ تعالیٰ سینہ کے رازوں کو جانتا ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ فرمایا کہ وہ آسمانوں اور زمین کے رازوں کو جانتا ہے۔ آسمانوں سے مراد اگلی یعنے مرنے کے بعد کی زندگیاں ہیں۔ وہ تو سب راز میں ہے۔ اگلی زندگیوں میں انسان کے لئے کیا بہتر ہے وہ صرف اللہ تعالےٰ جانتا ہے۔ اس لئے اس کی بات مانو گے تو اگرچہ اس زمینی زندگی میں کچھ نقصان بھی اٹھانے پڑیں تو بھی آخرت کی ہمیشہ کی زندگیوں میں فائدے اٹھاؤ گے۔ پھر اس زمین میں جو کل ہونے والا ہے وہ بھی صرف اللہ تعالےٰ جانتا ہے اس لئے اس کے علم سے فائدہ اٹھاؤ اور وہ جو فرماتا ہے اس پر عمل کرو۔ میں نے اپنی ساری عمر کی پبلک زندگی میں جس میں میرا واسطہ سیاست دانوں اور لیڈروں سے پڑا دیکھا کہ وہ بڑی بڑی حکمت عملیاں اور جوڑ توڑ کرتے ہیں اپنے فائدہ کے لئے اور باوجود اس کے کہ وہ حاکم وقت ہونے کی وجہ سے بظاہر ہر طاقت اور قدرت رکھتے تھے، مگر واقعات نے ان کے منصوبے توڑ کر خاک کر دیئے۔ اس لئے اس آیت کو یوں ختم فرمایا واللّٰہ علٰی کل شیءٍ قدیر صرف اللہ ہی ہے جو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ انسانوں کی زبردست سے زبردست طاقتیں اور چالیں وہ دم بھر میں توڑ کر رکھ دیتا ہے۔ اور بہر حال موت جلد یا بدیر آن کر سب کچھ ختم کر دیتی ہے۔

اسی لئے اگلی آیت کے الفاظ دل ہلا دینے والے ہیں یوم تجد کل نفسٍ مّا عملت من خیرٍ محضرًا ج صلے وما عملت من سوٓءٍ ج تودّ لو انّ بینھا وبینہٗ امدًا بعیدًا ط ویحذرکم اللہ نفسہٗ واللہ رءوفٌ بالعباد " وہ دن ضرور آئے گا جب ہر شخص جو اس نے نیکی کی ہے اُسے موجود پائے گا اور جو کچھ اس نے بدی کی ہے (اُسے بھی) وہ آرزو کرے گا کہ کاش اس کے اور اس کی بدیوں کے درمیان دور کا فاصلہ ہو۔ اور اللہ تم کو اپنی سزا سے ڈراتا ہے اور اللہ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔"

اس آیت میں بھی عجیب حکمتیں ہیں۔ میں نے اپنی پبلک زندگی میں اکثر دیکھا ہے کہ کوئی صدر یا وزیرِ اعظم یا حاکم لوگوں کی بھلائیاں کرتا رہا مگر لوگوں نے اس کی قدر نہ کی اور اس کو برا بھلا کہا بلکہ گالیاں تک دیں اور حکومت سے علیحدہ کر دیا تو ایسے حاکم دل شکستہ ہو جاتے ہیں۔ انہیں فرمایا کہ غم نہ کرو اگر دنیا نے تمہاری قدر نہ کی تو تمہاری نیکیاں ضائع نہیں گئیں بلکہ تم آخرت کی ہمیشہ کی زندگیوں میں ان کا اجر پاؤ گے۔ اس دنیا کی واہ، واہ تو چند روز میں ختم ہو جاتی ہے مگر اگر حاکم نیکی اور بھلائی کے کام لوگوں کے لئے بے شمار کر سکتے ہیں تو وہ ظلم اور زیادتیاں بھی بے شمار اور سنگین کر سکتے ہیں۔ جب وہ آخرت میں اس کی سزاؤں کو دیکھیں گے تو حسرت سے آرزو کریں گے کہ ان بدیوں اور ان کے اپنے درمیان دور کا فاصلہ ہوتا۔ میں نے یہ حسرت بھری آرزوئیں اس دنیا میں بھی دیکھی ہیں جب لوگوں کو سزا آلیتی ہے۔ اسی لئے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی سزا سے ڈراتا ہے تو وہ اس لئے کہ وہ تم پر مہربان ہے وہ نہیں چاہتا کہ تم سزا پاؤ۔

فالحمد للّٰہ رب العالمین

⁂

جناب پروفیسر حبیب الرحمٰن صاحب
ماڈل ٹاؤن لاہور

اِھدِنَا الصِّرَاطَ المُستَقِیمَ

انسانی زندگی میں اگر حرکت نہ ہو تو وہ مدھم پڑ جاتی ہے سُستی اور غفلت اس پر چھا جاتی ہے۔ ترقی کے ہر میدان میں جمُود کی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ میدانِ عمل میں سُست رفتاری کے باعث طبائع پر کائی جم جاتی ہے۔ قوائے انسانی پر اس ساکن اور بے حرکت زندگی سے شکست خوردگی کا پہلو ایسا نمایاں ہو جاتا ہے کہ دیگر اقوام اس خطے پر قبضہ جمانے کے لیے اُٹھ کھڑی ہوتی ہیں۔ بے حرکت زندگی موت کا پیش خیمہ ہے۔ انسانی دل و دماغ پر میل کچیل کی موٹی موٹی تہہ جم جاتی ہے۔ افراد ناکارہ ہو کر غلامی کے پنجہ میں پھنس جاتے ہیں۔ اپنی آزادی کھو بیٹھتے ہیں۔ غم و اندوہ غربت و مفلسی، مایُوسی اور جذبۂ کمتری اُن کی رُوح کا حصہ بن جاتے ہیں۔ الغرض ایسے ساکن اور غیر متحرک ماحول کے مکینوں سے فتح و کامرانی منجمد ہو کر بحرِ ظلمات کی تاریکیوں میں گمُ ہو جاتی ہیں۔

بعینہٖ یہی رُوحانی زندگی کا حال ہے۔ متحرک زندگی کے حامل ترقی کی بلندیوں پر پہنچ کر شاندار شہُرت کے مالک بن جاتے ہیں۔ کامیابی اُن کا طرّۂ امتیاز ثابت ہوتی ہے۔ نیز مصافِ زندگی میں ایسے افراد و اقوام کے کارنامے دنیاوی لحاظ سے مایۂ ناز بن کر انھیں کوہ و بیابان سے سیلِ تُندرو کی طرح پار کر دیتے ہیں۔ ہر کوہِ غم سے نبٹ کر وہ اپنے لیے اور قوم کے لیے مسرت آمیز فضا پیدا کر لیتے ہیں۔ دُنیاوی لذتوں سے محظوظ ہو کر وہ اپنی روزمرہ کی زندگی میں شاداں و فرحاں رہتے ہیں۔ اپنے قواؤں کو حرکت میں لاتے ہوئے ایجادات اور سائنس کے ذریعہ شہُرت و ناموری کی چوٹی پر پہنچ جاتے ہیں۔ ایسے صاحبِ بصیرت اپنی متحرک حکمت اور اپنے علم کے بَل بوتے پر نکتہ عرُوج تک پہنچ جاتے ہیں۔ قومیں اُن پر فخر کرتی ہیں۔ اُن پر اپنی نیک تمناؤں کے پھُول نچھاور کرتی ہیں۔ اگر ایسے پیرو نیک کاموں اور بندگانِ خدا کی خدمت کے جذبات سے سرشار ہو کر کوئی اعلیٰ وار فعٰ قربانی بجا لاتے ہیں، تو ان کی شہرت غیر فانی بن جاتی ہے۔ قوم ان کے مرنے کے بعد ان کے مزاروں پر شاندار عمارات کھڑی کر دیتی ہے۔ اُن کی یاد میں ہر لحظہ گیت گائے جاتے ہیں۔ نہ مٹنے والی خدمات دہرا دہرا کر آئندہ آنے والی نسلوں میں اک ہیجان پیدا کیا جاتا ہے۔ تاکہ وہ اپنے قواؤں کو حرکت میں لا کر بے مثل کارناموں کی بدولت شہرت حاصل کریں۔

یاد رہے کہ انسانی دماغ کے دو حصے ہیں۔ ایک حصہ دُنیاوی امُور کی دلچسپیوں اور آرائشوں میں مصرُوف ہو کر خداوند تعالیٰ کے احکام سے پہلو تہی کرتا چلا جاتا ہے ایسے اصحاب شیطانی راستے کو اختیار کر لیتے ہیں۔ اور شیطان انکی رہبری کرتا ہے۔ انسانی دماغ کا دوسرا حصہ رُوحانی نوُر کی ترقی اور نشو و نما کے لیے مخصوص ہے۔ یہ لوگ جو باری تعالیٰ کے احکام کو پابندی سے ہر آن بجا لا کر اپنی رُوحانی زندگی کو بڑھاتے اور سنوارتے چلے جاتے ہیں۔ وہ ملکوتی راستہ پر تیزی سے گامزن رہتے ہیں۔ ان کی رہبری ملائکہ کرتے ہیں۔ یہ زندگی متحرک زندگی کہلاتی ہے۔

وہ لوگ جو دُنیا و ما فیہا میں اپنے قواؤں کو مسلسل لگا دیتے ہیں۔ وہ شیطانی ہتھکنڈوں میں محو ہو کر لغویات میں پھنس جاتے ہیں۔ وہ اپنے دامن بدی سے تر کر کے دُنیاوی لذات سے لت پت ہو جاتے ہیں۔ وہ باغوں میں سے گزُرتے ہیں اور طرح طرح کی نعمتوں سے اپنے شکم پُر کرتے ہیں۔ وہ حُسن و عشق کی محفلوں میں پڑ کر اپنا قیمتی سرمایۂ حیات صرف کرتے ہیں۔ وہ سینماؤں، تھیٹروں، ناچ گھروں، میلوں اور اسی طرح کی فاحش، لہو و لعب اور بے حقیقت مشغلوں میں دلچسپی لیتے رہتے ہیں۔ مکاّری عیاری اور پاکھنڈ بازیوں سے مال و زر کے انبار لگا لیتے ہیں۔ مال و زر کی ہوس اُن سینوں میں چٹکیاں لیتی رہتی ہے۔ ناجائز ذرائع سے اپنا بنک بیلنس بڑھانے میں ہر وقت کوشاں رہتے ہیں۔ دلوں میں بد خیالات کارفرما ہیں، لیکن زبانوں سے معصوُمانہ انداز کی گفتگو کرتے ہیں۔ کبھی شائستہ طرزِ عمل اختیار کرتے ہیں۔ اور کبھی ناشائستہ عادات کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ ایسے لوگ عیش و عشرت کی زندگی میں ایسے مگن ہو جاتے ہیں۔ کہ شیطان چند لمحات کے لیے اپنی شیطانت بھُول جاتا ہے اور کو اُمپس پر کھڑا تالیاں بجاتا اور ڈھول بجاتا ہُوا، خوشیاں مناتا ہے۔ پھر انہی لوگوں کو رقص و سرُود کی محفلوں میں لے جا کر اس کی وجہ سے احکم الحاکمین خدائے تعالیٰ سے دُور دور سے چلے جاتے ہیں۔ اُن کے دماغ کا رُوحانی حصہ بالکل تاریک ہو جاتا ہے۔ اس پر مہُریں لگ جاتی ہیں۔ اُن کی آنکھیں صراطِ مستقیم دیکھنے کے لیے اندھی ہو جاتی ہیں۔

ایک جماعت مذہبی پیشواؤں کی ہے۔ ان کی زندگی قابلِ قدر ضرور ہے۔ کیونکہ یہ فہم و فراست کے مالک ہیں، علمِ دین میں دسترس رکھتے ہیں۔ صوم و صلوٰۃ کے پابند ہیں۔ نیک ہیں، لیکن ان کی زندگی غیر متحرک ہے راہ مستقیم پر نہیں چلتے یہ راہ متحرک ہے۔ اس راہ پر تیز گامی سے قدم اٹھانے پڑتے ہیں۔ یہ حضرات اپنے اعتقادات پر ایسے جم کر زندگی بسر کرتے ہیں کہ اَنعَمتَ عَلَیہِم سے محرُوم ہو جاتے ہیں۔ ایسے علمائے کرام اپنے علم و حکمت اور نیک زندگی کے حصُول پر نازاں رہتے ہیں، لیکن رُوحانیت کی راہ پر چلنے سے گریز کرتے ہیں۔ یہ راہ سنگلاخ زمینوں کوہ و بیابانوں، ریگستانوں، اور تُندرو ندی نالوں سے پُر ہے، لیکن کہیں کہیں نخلستان بھی موجوُد ہیں۔ جہاں لگاتار سفر کرتے کرتے مجدّدین اولیاءِ کرام حضرات کی صحبت میسّر آتی ہے۔ ان کی رُوحانیت سے متاثر ہو کر تمام ضعیف اور بودے اور غلط اعتقادات دل سے نکل جاتے ہیں۔ ایسے مجددین ہر صدی میں خدائے لم یزل کی طرف سے نازل ہوتے ہیں۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو ان اولیاءِ کی صحبت سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ وہ اپنی رُوحانی زندگی میں ہر لمحہ گوناگوں ترقی کرتے چلے جاتے ہیں۔ یہ رُوحانی زندگی متحرک ہے، کیونکہ صراطِ مستقیم پر چلتے چلتے ہم ایسے اولیاءِ کرام سے ملاقات کرنے کا شرف حاصل کرتے ہیں۔ جو ہمارے قلب و

رُوح کو مفلوج کر کے غلط اور ناقص اعتقادات ہمیشہ کے لیے مٹا دیتے ہیں۔ نیز ہمارے دل و دماغ کو رُوحانی نور سے نوازتے ہیں۔ تاکہ صحیح قرآنی تعلیم اور احکامِ خداوندی پر عمل پیرا ہوکر ہم رُوحانیت کو چمکاتے چلے جائیں۔

جو علمائے کرام اپنی نیک نیتی سے اپنے اعتقادات پر تادمِ حیات قائم رہتے ہیں۔ وہ اپنی رُوحانیت کو دمکا نہیں سکتے۔ کیونکہ وہ خدائے عالم الغیب کے مبعوث کردہ مجدّدین کی صحبت یا تعلیم سے مستفیض نہیں ہوتے۔ لہٰذا وہ اپنے ضعیف اعتقادات کو بدل نہیں سکتے۔ تو ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ وہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ پر چل کر صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ سے فیض یاب ہو سکتے ہیں۔ ایسے علمائے کرام صالح ہونے کے باوجود اپنی غیر متحرک زندگی کی وجہ سے ایسا پاکیزہ ایمان حاصل نہیں کر سکتے، جو مجدّدین کی صحبت یا تعلیم سے رُوحانی برکات کا حامل ہُوا کرتا ہے۔ رُوحانیت کے فیوض ساکن نہیں۔ متحرک ہیں۔ ہر لمحہ علیم الحکیم خدا کی تسبیح خواہ دن ہو یا رات۔ پنجگانہ نمازوں کی تفریح کے ساتھ ادائیگی، راتوں کے اندھیرے میں عبادتِ الٰہی نیز خلقِ خدا کی خدمت خالص۔۔۔ کو رُوحانیت کے مقامِ ارتقاء سے بھی آگے بلند کر دیتے ہیں۔ یہ سلسلہ تادمِ حیات قائم رہتا ہے۔ ایسے مؤمنین الزام تراشیوں، جھوٹ، غیبت، فریب، ہوا و ہوس، کینہ و حسد اور عداوت جیسے گناہوں سے بالکل مبرّا ہوتے ہیں۔ وہ ہر بدی سے نفرت کرتے ہیں، کسی مسلمان کو جو نماز پڑھتا ہے۔ زکوٰۃ دیتا ہے۔ خداوند کریم کو اپنا حقیقی معبود سمجھتا ہے۔ کافر کہنے سے خوفزدہ ہوتے ہیں۔ اور کانپ اُٹھتے ہیں۔ نیکی بجا لانے اور خوفِ خدا سے اُن کے دل پُر ہوتے ہیں۔ وہ اپنے عیبوں کا قدم قدم پر محاسبہ کرتے رہتے ہیں۔ آستانۂ خداوندی پر گر کر روتے ہیں۔ یہاں تک کہ قربِ الٰہی سے مستفید ہو کر مالکِ ارض و سما سے اُن کی دوستی پیدا ہو جاتی ہے۔ لہٰذا خدائے تعالیٰ کے برگزیدہ بندگان اور محبوبوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ رُوحانیت کے ایسے درجات صرف مجدّدین اور اولیائے کرام کی طفیل ہی انسان کو حاصل ہوتے ہیں۔ کیونکہ انسان دُنیا میں رہ کر خواہ کتنی ہی احتیاط سے کام لے اس کا دماغ اُسے دھوکہ دے جاتا ہے۔ حسد و کینہ، عناد کے جراثیم سے ضرور ملوث ہو جاتا ہے۔ شاعر نے کیا خوب شکایت کی ہے ؎

درمیانِ قعرِ دریا تختہ بندم کردۂ — باز می گوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

مجدد کے خاص الخاص مریدین اپنی کشتیٔ حیات میں سفر کرتے ہُوئے اور راہِ مستقیم کی جانب بڑھتے ہُوئے کبھی اپنے دامن کو تر نہیں ہونے دیتے۔ ہاں بعض مؤمنین میں کمزوریاں کبھی کبھار پیدا ہو جاتی ہیں۔ وہ اپنے صغیرہ و کبیرہ گناہوں کی معافی کے لیے رات کی تاریکیوں میں رو رو کر اپنا مصلّٰی تر کر دیتے ہیں۔ شیطان کی دسترس سے بچنے کے لیے مؤمنین بڑی کوشش اور استقامت سے اپنی زندگی بسر کرتے ہیں۔ لیکن بعض موقعوں پر یہ مردُود انہیں بھی چرکا لگانے سے نہیں چُوکتا۔

ایک گروہ تعلیم یافتہ حضرات کا بھی ہے۔ وہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنی روزی کی تلاش میں ہمہ تن مصروف رہتے ہیں۔

بعض وکیل، بعض ڈاکٹر، بعض انجنیئر، بعض پروفیسر اساتذہ کئی مختلف ملازمت اختیار کر لیتے ہیں۔ بعض مختلف عہدوں پر فائز ہو جاتے ہیں۔ بعض مجسٹریٹ ڈپٹی کمشنر، انکم ٹیکس آفیسر، پولیس آفیسر وغیرہ وغیرہ جیسے بڑے عہدے اُن کی قسمت کا حصّہ بن جاتے ہیں۔ اکثر ان تعلیم یافتہ حضرات میں سے سیاست دان بن کر شہرت حاصل کرتے ہیں۔ حیف ہے تو اس بات پر کہ ان سب تعلیم یافتہ اصحاب میں سے محض پندرہ فی صد یا اس سے بھی کم افراد صوم و صلوٰۃ کے صحیح طور پر پابند ہوتے ہیں۔ لہٰذا ان سب تعلیم یافتہ صاحبان کے دماغ کا دنیوی حصّہ تو نشو و نما پا کر چمک اُٹھتا ہے۔ لیکن روحانی حصّہ دماغ بے نور رہ کر تاریکی کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ یہی حال فوج کے سپاہی اور افسران کا ہے۔ سب مسلمان کہلاتے ہیں۔ لیکن الوہیت اور رُوحانیت کی چمک سے محروم رہ جاتے ہیں۔

میں ان سب تعلیم یافتہ اصحاب اور علمائے کرام سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہُوں کہ کیا آپ نے دینی امور میں ریسرچ اور تحقیق و تجسّس سے کام لیا؟ ایک صدی گزر گئی۔ لیکن آپ نے اس مجدد اور مسیح کو جسے خداوند تعالےٰ نے بھیجا تھا پہچان کر اپنے ضعیف اور ناقص اعتقادات کو دُور کرنے کی کبھی کوشش کی۔ آپ انہی غلط اعتقادوں پر ڈٹ کر ساکن اور غیر متحرک زندگی بسر کر رہے ہیں۔ یاد رہے کہ جزا و سزا کا دن بہت بھیانک۔ بہت رُوح فرسا ہوگا۔ قرآن کریم میں قیامت کے متعلق یہ الفاظ ہمارے اندر لرزہ کیوں نہیں پیدا کرتے۔

"اَلْقَارِعَةُ مَا الْقَارِعَةُ وَمَا اَدْرَاكَ مَا الْقَارِعَةُ۔"

یعنی سخت مصیبت کیا ہی بڑی سخت مصیبت ہے
اور تجھے کیا خبر کیسی بڑی سخت مصیبت ہے"

آپ مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کو کیا جواب دیں گے۔ آپ اس مالکِ حقیقی کے آستانۂ مبارک پر گر کر رات کی تاریکیوں میں اس سے دریافت کیوں نہیں فرماتے۔ کہ آیا حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام سچے مامور من اللہ تھے؟ کیا آپ صادق مجدّد اور مسیح تھے یا نہیں؟ بس مسئلہ حل ہو جائے گا۔ پھر آپ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (ان لوگوں کا راستہ جن پر آپ نے انعام کیا ہے) کے مصداق ہو جائیں گے۔

دُعا ہے کہ احکم الحاکمین باری تعالےٰ ہم سب کو پکا مؤمن اور بندگانِ خدا کا صالح۔ متقی اور پرہیزگار پیرو بنا کر ہمیں زندگی کے ہر شعبہ میں فتح و نصرت۔ عزّت و حرمت۔ دبدبہ اور وقار عطا فرمائے

آمین ثمّ آمین

درخواستِ دُعائے صحت

ہمارے محترم بزرگ میاں عبدالرحمٰن صاحب ایس۔ڈی۔او ۱۱ اور ان کی اہلیہ صاحبہ ایک عرصہ سے بیمار ہیں۔ احباب جماعت ان کی صحت کے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ انہیں صحت کاملہ عطا فرمائے۔

☆ ☆ ☆

حضرت مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ

دنیا کی مشکلات کا حل

اشتراکیت میں نہیں، بلکہ اسلام میں ہے، دولت کے متعلق اسلام اور محمد رسول اللہ صلعم کا نظریہ

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

موجودہ مشکلات سے نجات رسول اللہ صلعم کی پیروی میں

اس وقت اس قدر مصائب اور مشکلات مسلمانوں کے سامنے ہیں کہ سوائے اس کے کہ کسی یقینی بات کے پیچھے جس پر عمل کرنے سے ان کی نجات یقینی ہو، کوئی مخلصی کی راہ نظر نہیں آتی، مشکلات ایک طرف ہیں اور خیالات کی پریشانی اور مختلف آرائے دوسری طرف۔ کوئی ایک رستہ تجویز کرتا ہے اور کوئی دوسرا، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ تمہارے لیے رسول اللہ صلعم کی پیروی ہیں آپؐ کے نقش قدم پر چلنے میں، آپ کو اپنے لیے نمونہ بنانے میں بڑا خوبیوں سے بھرا ہوا رستہ ہے۔ یہ تو قرآن کے الفاظ ہیں۔ اور فی الحقیقت اگر سوچا جائے اور تاریخی نقطۂ نظر سے بھی دیکھا جائے تو یہ صاف نظر آتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی تمام مشکلات سے نکالنے اور کامیابی تک پہنچانے کی یقینی اور قطعی راہ ہے۔ یہ وہ چیز ہے جس کو دُنیا دیکھ چکی ہے کن مشکلات میں دُنیا تھی۔ جب آپ مبعوث ہوئے۔ کس طرح اس وقت بھی اور آپؐ کے بعد بھی آپؐ کے نقش قدم پر چلنے سے دنیا نے مشکلات سے نجات حاصل کر لی۔ فی الحقیقت ان لوگوں میں جنھوں نے آپ کو قبول کیا۔ بڑی زبردست ایمانی قوت بڑی زبردست فراست تھی کہ انھوں نے بغیر کچھ دیکھنے کے کہ کس طرح آپ کامیابی کی منزل پر پہنچا ئیں گے۔ آپؐ کی پیروی کی۔ اس پیروی سے جو فوائد دُنیا کو حاصل ہُوئے۔ ان کی نظیر نہیں ملتی۔ آج تیرہ سو برس کے بعد ہم نے دیکھ لیا تاریخی رنگ میں دیکھ لیا کہ سوائے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسا کوئی ہادی و راہنما نہیں ہُوا۔ جس کی پیروی دُنیا کے لیے دُکھوں اور مشکلات سے نکلنے کا موجب ہوئی ہو مسلمانوں کے پاس ایسے ہادی کے ہوتے ہُوئے اس پر ایمان رکھتے ہُوئے آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق انھیں ملتی۔ یہی ان کی ناکامی کا موجب ہے، آپ دیکھیں گے کہ اس وقت ان کے خیالات میں کس قدر تشتت اور پراگندگی ہے۔ بہت سے لوگ جنھوں نے قرآن کریم اور رسول اللہ صلعم کی سیرت کو نہیں پڑھا۔ اِدھر اُدھر ٹھوکریں کھاتے پھر رہے ہیں۔

مشکلات کا حل اشتراکیت میں نہیں اسلام میں ہے۔

ایک بڑی آفت اس وقت اشتراکیت کے رنگ میں پیدا ہوئی ہے غربت اور افلاس کی وجہ سے یا دولت مندوں کے مظالم اور ان کی طرف سے غرباء کی حق تلفیوں کو دیکھ کر لوگوں کا خیال اس طرف جاتا ہے کہ شاید دُنیا ان دُکھوں سے نکل سکتی ہے اگر دولت کی مساوی تقسیم ہو جائے۔ اس لیے اشتراکیت انھیں ایک دل خوش کن چیز نظر آتی ہے کہ کم از کم اس کے ذریعہ سے سب کو روٹی کپڑا تو ایک جیسا ملے گا۔ مسلمانوں نے اگر رسول اللہ صلعم کے حالات کو غور سے مطالعہ کیا ہوتا، تو کبھی یہ خیالات ان کے دلوں میں پیدا نہ ہوتے اس لیے کہ ان کے سامنے ایک کامل راہنما کی تصویر ہوتی جس کی وجہ سے ان کے دل کبھی دوسری طرف کھینچے نہ جاتے۔

یہ اشتراکیت کی بیماری ہمارے پنجاب میں بھی پیدا ہوئی ہے۔ اور بالکل سچی بات ہے کہ ان لوگوں کے اندر پیدا ہوئی ہے، جنھوں نے قرآن اور سیرتِ نبویؐ کو مطالعہ نہیں کیا۔ صرف ایک چیز دولت کی مساوی تقسیم کو انھوں نے سامنے رکھا ہے۔ اور سمجھتے ہیں کہ اس سے تمام مشکلات کا حل ہو جائے گا۔ حالانکہ دُنیا میں کہیں بھی ایسا نہیں ہوتا کہ سب کو ایک جیسا ملا ہو، خود رُوس میں جہاں سے اشتراکیت پیدا ہوئی فرق مراتب موجود ہے اور ہر ایک کو اس کے مرتبہ یا خاص کام کے لحاظ سے دیا جاتا ہے۔

رسول اللہ صلعم نے اصلاح کی بُنیاد مساوی تقسیم دولت پر نہیں، بلکہ خُدا کی ہستی پر رکھی۔

تو ان حالات میں کیا مشکلات کا حل اشتراکیت کر دے گی۔ کیا محض دولت کی مساوی تقسیم تمام مشکلات کو دُور کر دے گی، غور کر کے دیکھئے تو مشکلات کا حل دولت کی مساوی تقسیم میں نہیں، بلکہ دُنیا کے اندر امن قائم ہونے میں ہے۔ وہ کہاں ہے۔ محمد رسول اللہ صلعم نے اس سے بہت بلند تر کام کیا۔ جو دولت کی مساوی تقسیم سے ہو سکتا ہے، جو کام آپ نے کیا وہ اشتراکیت ہرگز نہیں کر سکتی، آپ نے اصلاح کی بُنیاد مادی چیزوں پر نہیں رکھی، بلکہ خدا کی ہستی پر رکھی ہے۔ خدا کی ہستی پر ایمان ہو، خدا کا خوف دل میں ہو، تو بادشاہت کے تخت پر بیٹھ کر لوگوں کے ساتھ عدل و انصاف کر سکتا اور مخلوقِ خدا کو آرام دے سکتا ہے۔

ابتدائے اسلام کی بادشاہتیں:

دیکھئے وہ بادشاہ تھے جو ابتدائے اسلام میں ہُوئے۔ اگرچہ وہ بادشاہ نہیں کہلائے اسلام کا میں بڑا کمال سمجھتا ہوں کہ اس نے بادشاہت کا لفظ اڑا دیا۔

وہ حکمران ضرور تھے۔ دولت بھی ان کے پاس تھی، لیکن خدا کا خوف دلوں میں تھا۔ حضرت عمرؓ نے حکمران ہو کر غریبوں اور بیکسوں کے ساتھ جو نیک سلوک روا رکھا، اس کی نظیر کسی بادشاہت میں نہیں ملتی۔ یہ بادشاہ جو بعد میں ہوئے۔ یہ اسلام کی بادشاہت نہ تھی، بلکہ ذاتی حکمرانیاں تھیں۔ ان بادشاہتوں میں بڑے بڑے ظلم انسانوں پر ہوتے رہیں۔

نبی کریم صلعم کی بعثت سے پہلے کی انسانی ہمدردی اور بعثت کے بعد انقلاب ۔

تو میں نے کہا اسلام نے جو کمال کیا وہ یہ ہے کہ دُنیا کو آرام پہنچانے کی اس کے مصائب کو دُور کرنے کی بُنیاد خدا کی ہستی پر رکھی۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے پہلے بھی غرباء کے ساتھ ہمدردی کرتے۔ غلاموں کی آزادی میں کوشاں رہتے۔ بیواؤں اور یتیموں کی امداد کرتے تھے۔ لیکن جب وہ وقت آیا جس کو بعثت کہتے ہیں تو ان میں ایک نیا رنگ پیدا ہو گیا۔ وہ بعثت کیا تھی۔ صرف مادی امور تک ہمدردی کو محدود نہ رکھنا، بلکہ خدا کی ہستی پر ایمان پیدا کرنے کا نام تھا۔ بعثت وہ انقلاب ہے جو جسمانی ہمدردی سے بڑھ کر خدا پر یقین و ایمان پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔ خُدا پر ایمان نہ ہو تو انسان کے اندر ہمدردی کے جذبات پُورے طور پر پیدا نہیں ہوتے، بلکہ جس طرح درندے دوسروں کو کھاتے ہیں۔ اسی طرح انسان انسانوں کو کھاتے ہیں۔

قرآن اور سیرت نبویؐ سے اشتراکیت ثابت کرنیکی کوشش

میرے ایک دوست نے اشتراکیت پر گفتگو کرتے ہُوئے کہا کہ آخر قرآن میں جو ہے۔ للہ ما فی السمٰوات وما فی الارض آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ سب خدا کا ہے تو افراد کو قبضہ و تصرف کا کیا حق ہے۔ یہ اب ایک اور رنگ اشتراکیت کا جواز ثابت کرنے کے لیے اختیار کیا گیا ہے۔ اب قرآن سے لوگ اشتراکیت نکالنا چاہتے ہیں۔ دوسری بات انھوں نے یہ کہی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اپنے پاس کچھ نہ رکھا، وہ تو جو کچھ ہوتا دوسروں پر صرف کر دیتے تھے۔

انفرادی ملکیّت اور قرآن کریم :

میں نے انھیں کہا کہ اگر اس کا یہ مطلب ہے کہ کوئی انسان کسی چیز کا مالک نہیں تو اس دنیا میں کوئی نظام قائم نہیں رہ سکتا۔ اسلام کی تعلیم ٹھوس عملی تعلیم ہے وہ تو حضرت مسیح کی طرح یوں بھی نہیں کہتا کہ اگر کوئی تجھ سے کوٹ مانگے تو تُو اس کو کُرتہ بھی اُتار دے۔ اگر کوئی تجھے ایک میل بیگار لے جانا چاہے تو تُو دو میل چلا جا، وغیرہ، اسلام اس قسم کی ناقابل عمل تعلیم نہیں دیتا، ٹھیک ہے کہ للہ ما فی السمٰوات وما فی الارض کہا ہے لیکن پھر بھی خدا نے حکم دیا ہے کہ کوئی چیز جس کے پاس ہے۔ اس کی رضامندی کے بغیر نہ لی جائے۔ لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا تکون تجارۃ عن تراضکم منکم۔ جو مال کسی کے پاس ہے وہ اسی کا ہے، اس کی رضامندی کے بغیر نہیں لیا جا سکتا۔ وہ چاہے مفت دے دے چاہے بدل کر دے دے، کوئی دنیا کا نظام ذاتی ملکیت کے بغیر نہیں چل سکتا۔ اور خود خدا نے فرمایا ہے۔ وھم لھا مالکون۔ وہ ان چیزوں کے مالک ہیں، تو معلوم ہوا کہ یہ بالکل غلط ہے کہ اونرشپ کوئی نہ ہو۔ اگر اونرشپ نہ ہو تو جو چیز جس کا دل چاہے۔ اُٹھا لے جائے گا اور دنیا میں ابتری مچ جائے گی۔

زمین کی ملکیّت اور اسلام :

رہا زمین کی ملکیت کا سوال تو یہ ملکیّت بھی رسول اللہ صلعم کے سامنے تھی۔ اور آپ نے اس کو قائم رکھا یہ ضرور فرمایا کہ جس کے پاس زمین زیادہ ہے وہ اسے بٹائی پر بھی دے سکتا ہے۔ اگر وہ اسے اپنے غریب بھائی کو مفت دے دے تو وہ اس کے لیے ثواب کا موجب ہے۔

زمین اور انڈسٹریوں کا حصّہ غرباء کو دینا اچھّا کام ہے :

تو اس لیے اگر بہت زیادہ زمینوں کے مالکوں سے حکومت کچھ حصّے لے کر غربا کو دے دے، تو اس میں ہرج بھی نہیں، غربا کی خبر گیری اور چیز ہے اور لوگوں کی ملکیت کے اُصول کو توڑنا اور چیز ہے۔ اسی طرح اگر بڑی بڑی انڈسٹریاں حکومت اپنے ہاتھ میں لے کر انھیں غرباء کی امداد کا ذریعہ بنائے تو یہ کام اچھا ہے۔

اسلام میں اشتراکیّت کے صحیح اُصول :

اشتراکیت کے صحیح اصول اسلام میں موجُود ہیں کس طرح زکوٰۃ کا اُصول باندھا، ورثہ کا اصول باندھا، ورثہ میں ترک کے لفظ سے یہ بتایا کہ ہر شخص کی کچھ ملکیت ہوتی ہے۔ جس کو وہ دوسروں کے لیے چھوڑتا ہے۔ پھر سود کی ممانعت کا اُصول باندھا اس طرح دولت کی مساوی تقسیم بھی کر دی۔ جہاں تک مساوات ہو سکتی ہے اور ملکیت کا اصُول بھی قائم رکھا جس دن یہ کام ہو گا کہ ملکیت نہ ہو اس دن دُنیا میں کوئی نظام نہ رہے گا۔

رسُول اللہ صلعم کا صدقہ وخیرات اور ملکیّت کا اُصُول :

دوسری بات جو کہی جاتی ہے کہ رسول اللہ صلعم اپنے پاس کچھ نہ رکھتے تھے۔ اس میں شبہ نہیں کہ آپ نے اپنے پاس کچھ نہ رکھا، جو کچھ آپ کے پاس ہوتا۔ وہ دوسروں پر خرچ کر دیتے جب کوئی سائل آپ کے پاس آ جاتا تھا۔ آپ کبھی اسے لا نہیں کہتے تھے۔ یہ آپ سے لینے کی چیزیں ہیں۔ مگر اس سے بھی ملکیت کا اصول باطل نہیں ہوتا۔ آپ دے دیتے تھے۔ مگر آپ کا دینا ہی ظاہر کرتا ہے کہ ملکیت کا اصول قائم تھا۔ یہ آپ کا اختیار تھا جتنا چاہیں دے دیں جس کو چاہیں دے دیں۔ اسلام حکومت کے ذریعہ نہیں لیتا بلکہ انسان کی ذہنیت کو مال کے متعلق تبدیل کر کے لیتا ہے۔ اگر آپ اس بلند مقام پر تھے کہ آپ ہر چیز دیتے چلے جاتے تھے تو دوسروں کو بھی یہی تعلیم دی۔ ان کی ملکیّت کو زائل کر کے نہیں بلکہ ان کی ذہنیت کو تبدیل کر کے یہ اچھا کام ہے۔ ورثہ کا اصُول زکوٰۃ کا اُصول بتاتا ہے کہ مال کے ہونے کو بُرا نہیں قرار دیا۔

دولت کے متعلق اسلام اور محمدؐ رسول اللہ صلعم کا نظریہ

لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ محمد رسول اللہ صلعم نے اپنے گھر میں کچھ نہیں رکھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دولت کا نظریہ کچھ اور ہونا چاہیئے وہ جمع کرنے کے لیے نہیں خرچ کرنے کے لیے ہے۔ ہاں خرچ کرنے کے لیے جمع کرنا چاہیئے۔

ہمارے ہادی صلعم نے اپنے پاس کچھ نہیں رکھا۔ اس لیے ہمارا نظریہ یہ ہونا چاہیئے کہ یہ خدا کی عطا ہے۔ اور ہم بطور امین کے ہیں۔ وفی اموالہم حق للسائل والمحروم۔ غرباء کا ہمارے اموال میں حق ہے۔ قریبیوں کا حق ہے۔ مسکینوں کا حق ہے۔ اسلام نے ملکیت تو ضرور رکھی ہے۔ لیکن ۔۔۔ کو محدود کر دیا ہے، اسی لیے فرمایا الذین یکنزون الذہب والفضۃ ولا ینفقونہا فی سبیل اللہ فبشرہم بعذاب الیم۔ جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے چلے جاتے ہیں۔ اور اسے خدا کے رستہ میں خرچ نہیں کرتے۔ ان کو عذاب الیم کی خبر دے دو۔ معلوم ہوا دولت کی ملکیت کو اسلام نے محدود کر دیا ہے۔ اسلام نے دولت کا وہ نظریہ نہیں رکھا جو عام دُنیا کا ہے، اس میں دُنیا کی نجات ہے جس دن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل تصویر دُنیا کے سامنے آئے گی، دُنیا حیران رہ جائے گی۔ یہ مسیحؑ کی تعلیم نہ تھی۔ جس پر کوئی عمل کرنے والا نہ ہو۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں نے آپ کی تعلیم کی ایک ایک بات کو عملی جامہ پہنایا۔ دولت کماؤ، لیکن جب دینے کا وقت آئے تو دل میں ذرا جھجک پیدا نہ ہو، دولت کے کمانے میں اسلام نے روک نہیں پیدا کی۔ لیکن نظریہ یہی رکھا کہ ضرورت کے موقع پر خرچ کرنے سے دریغ نہ کیا جائے۔

عمّال حکومت کی مال سے محبت اور ہمدردیٔ انسانی کا فقدان

میں نے کہا کہ حکومت کے عاملوں کی آنکھ میں الا ماشاء اللہ انسانوں کو مرتے ہوئے دیکھ کر ایک آنسو بھی نہیں آیا۔ کوئی ہمدردی کا جذبہ پیدا نہیں ہوا۔ یہ کیا ہے؟ فی الحقیقت خدا کا خوف دلوں میں نہیں رہا۔ مال کی محبت میں اس قدر اندھے ہو چکے ہیں کہ اپنی اپنی ہی فکر ہے۔ جو کچھ ہو گھر میں آ جائے۔ دوسرے خواہ مریں یا جیئیں۔ کوئی پرواہ نہیں۔ یہ مال کی محبت ہی تباہی کا موجب ہے۔

زائد مال کو ہمدردیٔ انسانی پر خرچ کرو:

اللہ تعالیٰ نے بے شک حکم دیا ہے کہ مال کماؤ، لیکن یہی فرمایا ہے کہ اسراف مت کرو، بے شک اپنا پیٹ بھرنے کے لیے خرچ کرو، لیکن اسراف نہ کرو۔ یہ ہوس نہ ہو کہ اتنے زیادہ کھانے دسترخوان پر ہوں، ایسے قیمتی اور اعلیٰ کپڑے زیب تن ہوں، کپڑا تن ڈھانپنے کے لیے بکار ہے۔ جیسا مل جائے پہن لو۔ کھانا بھوک مٹانے کے لیے ضروری ہے۔ جس چیز سے بھوک مٹ سکتی ہے کھا لے اور باقی مخلوقِ خدا کی ہمدردی میں خرچ کر دے۔ یہ لوگوں کے اندر ہوس لگ گئی ہے کہ اپنے آپ پر بہت خرچ کیا جائے۔ یہ بیماریاں ہیں، نمونہ جو اُن کے سامنے رکھا وہ یہ ہے کہ تمہارا پیشوا وہ ہے جس نے اپنے گھر میں کچھ نہیں رکھا۔

نوجوان اپنا نظریہ مال کے متعلق بدلیں:

اس لیے ہم کو بھی اپنا نظریہ مال کے متعلق بدل دینا چاہیئے۔ نوجوانوں کو بالخصوص اپنا نظریہ بدل دینا چاہیئے۔ بڑی عمر کے لوگ جو چالیس چالیس پچاس ساٹھ سال کی عمر کو پہنچ چکے ہیں۔ ان کا نظریہ تو پختہ ہو چکا ہے، لیکن نوجوان اپنا نظریہ آسانی سے بدل سکتے ہیں۔ ہمارے نوجوانوں کو صرف اپنی روٹی اور لباس ہی کا خیال نہ ہو، بلکہ دوسروں کی بھی ضروریات اور اسلام کی بھی ضروریات کا خیال ہو۔

دُنیا کی نجات محمد رسُول اللہ صلعم سے وابستہ ہے:

اور میں تو آپ سے عرض کروں گا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو آپ نے بھی نہیں پڑھا آپ بھی اس کو پڑھیں اور پھر پڑھیں۔ کسی دوست نے اگلے دن جلسہ میں کہا تھا کہ دس شرائط بیعت اور کشتی نوح کا ایک حصہ ہر روز پڑھیں، لیکن میں کہتا ہوں کہ ہمارے بڑوں اور چھوٹوں، نوجوانوں اور بچوں اور عورتوں کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو ہر روز پڑھنا چاہیئے۔ اس کا کوئی نہ کوئی حصہ روزانہ سب کے لیے مطالعہ میں آتے رہنا چاہیئے۔ قرآن کا کوئی حصہ ضرور ہر روز پڑھو۔ اور خوب یاد رکھو کہ دُنیا کا آخری نبی، آخری نجات دہندہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور دنیا کی نجات کبھی نہیں ہو گی جب تک کہ محمد رسول اللہ صلعم کے قدموں پر نہ گرے گی۔

تقویٰ کیا ہے؟

ہر قسم کی بدی سے اپنے آپکو بچانا

خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ پہلا مرحلہ یہ ہے کہ انسان تقویٰ اختیار کرے۔ میں اس وقت بُرے کاموں کی تفصیل بیان نہیں کر سکتا۔ قرآن شریف میں اول سے آخر تک اوامر و نواہی اور احکام الٰہی کی تفصیل موجود ہے اور کئی سو شاخیں مختلف قسم کے احکام کی بیان کی ہیں۔

خلاصۃً یہ کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کو ہرگز منظور نہیں کہ زمین پر فساد کریں۔ اللہ تعالیٰ دنیا پر وحدت پھیلانا چاہتا ہے۔ لیکن جو شخص اپنے بھائی کو رنج پہنچاتا ہے ظلم اور خیانت کرتا ہے۔ وہ وحدت کا دشمن ہے جب تک یہ بد خیال دل سے دُور نہ ہوں کبھی ممکن نہیں کہ سچی وحدت پھیلے۔ اس لئے اس مرحلے کو سب سے اول رکھا تقویٰ کیا ہے؟ ہر قسم کی بدی سے اپنے آپ کو بچانا۔ پس خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ابرار کے لئے پہلا انعام شربت کافوری ہے۔ اس شربت کے پینے سے دل بُرے کاموں سے ٹھنڈے ہو جاتے ہیں اس کے بعد ان کے دلوں میں برائیوں اور بدیوں کے لئے تحریک اور جوش پیدا نہیں ہوتا۔"

ملفوظات جلد ہشتم صفحہ ۳۷۴-۳۷۵

از مکرم ڈاکٹر اللہ بخش صاحب لندن

مغرب میں جمہوریت کیوں کامیاب ہے؟

گذشتہ سال برطانیہ میں پانچ سالہ حکومتی انتخابات ہوئے ہیں۔ خیال یہ تھا کہ لیبر پارٹی کامیاب ہوگی، کیونکہ ملک کی اقتصادی حالت اور بے روزگار افراد کی کثرت سے بے چینی پائی جاتی تھی، لیکن تعجب ہوا جب "قدامت پسند" پارٹی بھاری اکثریت سے کامیاب ہو گئی۔ مگر مشرقی حالات انتخابات جاننے والوں کے لیے عبرت کا موجب بھی ہوئی کہ مزدور پارٹی کے ہار جانے سے مزدور طبقہ میں کوئی ہل چل یا ہنگامہ آرائی و شورش کا قطعاً کوئی نشان ظاہر نہ ہوا۔ اس کی وجوہات کیا ہیں؟ مشرقی ممالک میں بھی جمہوری نظام حکومت پر بڑا زور اس لیے دیا جاتا ہے کہ یہ طریقِ کار بہت کامیاب طور پر انجام پذیر ہے، لیکن یہ نہیں غور کیا جاتا کہ وہ کون سے حالات ہیں جن میں مغرب میں یہ کامیاب ہے، مگر مشرق میں عام طور پر ناکام ہے۔ اگر جمہوری طرزِ حکومت پسند ہے تو جو لازمہ حالات مغرب میں اسے کامیاب بنا رہے ہیں، وہی معاشرتی حالات مشرق میں بھی جب تک رائج نہ ہوں گے۔ کامیابی کی اُمید رکھنا طمع خام و اُمید ناکام ہے۔

انفرادی آزادی مگر اجتماعی پابندی:

سب سے مقدم امر یہ ہے کہ ہمیں یہ شعور ہو کہ مغرب میں جہاں انفرادی آزادی ہے، وہاں اس کی کامیابی کا تمام تر باعث اجتماعی نظم و ضبط اور قواعد و قوانین کا نہ صرف زبردست احساس ہے، بلکہ زندگی کی ہما ہمی میں اس پر عظیم عمل ہے حکومت کے انتخابات کے معاملہ کو الگ کر کے بھی مغربی دُنیا کے کاروبار میں قواعد و ضوابط اور قاعدہ و قانون کی جو پابندی پر عمل ہے۔ وہ بہت مفید اور زندگی میں کامیاب بنانے والی ایک خوبی ہے۔ ہر معاملہ میں جہاں اجتماع یا بھیڑ ہو۔ نظم و ضبط کے طریق کار پر ہر فرد بلا چون و چرا عمل کرتا ہے، کسی دکان پر سے کوئی چیز خرید کرنا ہو یا کسی بس میں سوار ہونا ہو یا سینما کا ٹکٹ لینا ہو، خود بخود ایک قطار میں لوگ کھڑے ہوتے جاتے ہیں۔ یہ عادت ایسی راسخ و پختہ ہو چکی ہے کہ معاشرہ میں سے کسی فرد کو اسے توڑنے کا خیال تک نہیں آتا کہ وہ اپنی باری سے پہلے قطار کے نظم و ضبط کو توڑ کر پہلے اپنی باری لے لے۔ اجتماعی نظام بھی بلاشبہ ایسا ہے کہ کسی فرد کو خواہ مخواہ التوا کی شکایت نہیں ہوتی، لیکن اگر کسی موقعہ پر ایسا ہو بھی جائے تو بھی افراد التوا کی زحمت بخوشی گوارا کر لیں گے، لیکن نظم و ضبط کی پابندی نہیں توڑیں گے۔ اس طرزِ طریق سے نہ صرف کاروبار خوش اسلوبی سے طے پا جاتا ہے، بلکہ جلد بھی انجام پذیر ہو جاتا ہے۔

انتخابات کی بناء پارٹیوں کے منشور پر کی جاتی ہے۔ ہر پارٹی جس اُصول یا منشور پر رائے لینا چاہتی ہے۔ اس کا واضح اعلان اخبارات اور ٹی۔وی پر کرتی ہے، مغرب میں یہ منشور اقتصادیات پر عام طور پر بناء ہوتا ہے۔

مثلاً اس مرتبہ لیبر پارٹی نے اپنا مؤقف یہ بتلایا کہ وہ ملک میں سے بے روزگاری پانچ برس کی مُدت میں ختم کر دے گی، نیز یہ بھی کہ بین الاقوامی سطح پر بجائے نیوکلر آلات کی دوڑ میں آگے نکلنے کے رُوس سے مفاہمت کی کوششوں کو ترجیح دے گی۔

"قدامت پسند" پارٹی نے ملک کی دفاعی ضروریات پر زور دینے کا اعلان کیا۔ غرضیکہ ہر پارٹی نے ایک ماہ کے وقفہ میں امن پسندانہ ہر طریق سے رائے دہندگان کو اپنے مؤقف کی خوبیوں اور مدِمقابل پارٹی کے مؤقف کی خامیوں سے مطلع کیا۔ ایک روز صبح سے رات تک پولنگ ہوئی۔ جس میں وہی نظم و ضبط کا احسن مظاہرہ کیا گیا جس کا ذکر سطور بالا میں کیا گیا ہے۔ جب رائے شماری کے اعداد کو گنا گیا، تو "قدامت پسند" پارٹی بھاری اکثریت سے جیت گئی۔ جس کی امید پہلے نہ تھی۔ اس کا باعث دو وجُوہ معلوم ہوتے ہیں، ایک تو یہ "مزدور پارٹی" کے لیڈروں میں باہمی اختلاف تھا۔ جس کا کچھ اظہار پبلک میں بھی کیا گیا۔ اس سے ووٹروں نے اس پارٹی کی کمزوری پر محمول کیا۔ دوم ملکی دفاع کے لیے "قدامت پسند" پارٹی کے مضبُوط طریق اختیار کرنے کا اعلان ہُوا۔

بہرحال جمہوری نظام کی کامیابی کا سب سے بڑا عنصر یہ ہے کہ "رائے شماری" کے نتیجہ کو ہر پارٹی بلا چون و چرا قبول کر لیتی ہے۔ نہ تو کوئی پارٹی یہ الزام عائد کرتی ہے کہ رائے شماری صحیح نہیں ہُوئی۔ اس لیے کہ اس میں کوئی دھاندلی نہیں کی جاتی۔ اور نہ ہی ووٹروں کی آزادی میں کوئی رخنہ یا رکاوٹ ڈالی جاتی ہے۔ جب سب کو یہ مسلّم ہے کہ رائے شماری آزادانہ طریق پر ہو اور اعداد و شمار کے گننے میں انصاف ہو اور جب ان اُصولوں پر عمل بھی ہوتا ہو تو کسی کو شکایت ہونے کا امکان ہی نہیں رہتا، جب ہر پارٹی اس امر پر متفق ہے کہ آزادانہ، منصفانہ انتخاب کا جو بھی نتیجہ ہوگا۔ اُسے قبول کریں گے، تو پھر اس صورت میں کسی نہ کسی غم و غصہ کی ضرورت ہے اور نہ فتنہ و فساد برپا کرنے کی حاجت۔

پس یہ وہ وجُوہ ہیں جن کے واسطہ سے جمہوری نظامِ حکومت مغربی ممالک میں کامیاب ہے۔ اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ مشرقی ممالک میں معاشرتی نظام و پابندی اور نظم و ضبط کیا ہے کیا وہاں پارٹیوں کی اُصولوں پر بناء ہوتی ہیں۔ یا شخصیتوں پر؟ کیا ووٹ کسی اُصول کے تحت ڈالے جاتے ہیں۔ یا برادریوں، صوبائی تعصّبات اور فرقہ وارانہ بنیادوں پر؟؟ بالآخر جب انتخابات کے اعداد و شمار کا حساب کیا جائے، تو یہ انصاف و حق پرستی کی بنیادوں پر کی جاتی ہے یا پارٹیوں کی باہمی رقابت و تعصّبات کی دخل اندازی پر؟ اگر جمہوریت کے یہ تینوں تقاضے جہاں مفقوُد ہوں وہاں جمہوری طرزِ انتخابات اختیار کیا جائے، تو وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔

مرسلہ: ملک ظفر اللہ خان راولپنڈی

حضرت اقدس کے ارشادات کی روشنی میں

خدا کی راہ میں اپنی زندگیاں وقف کرو یہی حقیقی اسلام ہے ٭

آج بھی ہو گر براہیمؑ کا ایماں پیدا + آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

واذ قال لہٗ ربّہٗ اسلم قال اسلمت لرب العالمین

جب اس کے رب نے اسے اسلم کہا کہ تو فرمانبردار ہو جا تو ابراہیم نے کوئی سوال کسی قسم کا نہ کیا اور نہ کوئی کیفیت دریافت کی کہ میں کس امر میں فرمانبرداری اختیار کروں بلکہ ہر ایک امر کے لئے خواہ وہ کسی رنگ میں دیا جائے اپنی گردن کو آگے رکھ دیا اور جواب میں کہا۔

اسلمت لرب العالمین۔ کہتے ہیں میں تو رب العالمین کا تابعدار ہو چکا۔ ابراہیم کی یہی فرمانبرداری اپنے رب کے لئے تھی جس نے اُسے خدا کی نظروں میں برگزیدہ بنا دیا پس وہ لوگ جو دنیا میں عزت حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ غور کریں کہ خدا کی فرمانبرداری سے ابراہیمی مراتب حاصل کر سکتا ہے ہر قسم کی عزت ابراہیم کو حاصل ہے اور یہ سب کچھ اسلمتُ کا نتیجہ ہے۔

ابراہیم علیہ السلام، اسلام کی وجہ سے دنیا میں مکرم و معزز ہوئے اسلام ایک قوت ہے جب تک کوئی شخص نفسانی جذبات پر موت وارد کر کے نئی زندگی نہیں پاتا اور خدا ہی کے ساتھ بولتا، چلتا، پھرتا۔ سنتا، دیکھتا نہیں وہ مسلمان نہیں ہوتا۔

اسلام، اللہ تعالیٰ کے تمام تصرفات کے نیچے آجانے کا نام ہے اور اس کا خلاصہ خدا کی سچی اور کامل اطاعت ہے۔

مسلمان وہ ہے جو اپنا سارا وجود خدا تعالیٰ کے حضور رکھ دیتا ہے بدوں کسی اُمید یا پاداش کے من اسلم وجہہ للہ فھو محسن یعنی مسلمان وہ ہے جو اپنے تمام وجود کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے حاصل کرنے کے لئے وقف کر دے اور اپنے آپ کو اس کے سپرد کر دے اور اعتقادی اور عملی طور پر اس کا مقصود اور غرض اللہ تعالیٰ ہی کی رضا اور خوشنودی ہو اور تمام نیکیاں اور اعمال حسنہ جو اس سے صادر ہوں وہ مشقت اور مشکل کی راہ سے نہ ہوں بلکہ ان میں ایک لذت اور حلاوت کی کشش ہو جو ہر قسم کی تکلیف کو راحت سے تبدیل کر دے۔

حقیقی مسلمان اللہ تعالیٰ سے پیار کرتا ہے یہ سمجھ کر اور مان کر کہ وہ میرا محبوب و مولا پیدا کرنے والا محسن ہے اس لئے اس کے آستانہ پر سر رکھ دیتا ہے۔ ایک سچے مسلمان کو اگر کہا جائے کہ ان اعمال کے بدلے میں اُسے کچھ نہ ملے گا اور نہ کوئی بہشت نہ دوزخ نہ آرام نہ لذت تب بھی وہ اپنے اعمالِ صالحہ اور محبت الٰہی کو ہرگز ہرگز چھوڑ نہیں سکتا کیونکہ اس کی عبادات اور اللہ تعالیٰ سے تعلق اور اس کی فرمانبرداری اور اطاعت میں فنا کسی اجر یا ثواب کی بنا اور اُمید پر نہیں بلکہ وہ اپنے وجود کو ایسی چیز سمجھتا ہے کہ وہ فی الحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کی شناخت اور محبت و اطاعت کے لئے بنائی گئی ہے اور بجز اس کے کوئی مقصد اور غرض ہے ہی نہیں اس لئے وہ اپنی تمام خدا داد قوتوں کو جب ان اغراض اور مقاصد کیلئے صرف کرتا ہے تو اُسے اپنے محبوبِ حقیقی کا ہی چہرہ نظر آتا ہے۔

بہشت، دوزخ، عذاب اور ثواب پر اس کی نظر نہیں ہوتی۔ اصل توحید کو قائم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت سے پورا حصہ لے اور یہ محبت ثابت نہیں ہو سکتی جب تک عملی حصہ میں کامل نہ ہو صرف زبان سے اس کا ثبوت نہیں مل سکتا مثلاً جس طرح کوئی شخص صرف مصری کا نام لیتے لیتے شیریں کام نہیں ہوتا یا اگر زبان سے کسی شخص کی دوستی کا اعتراف کرے اور مصیبت اور وقت پڑ جانے پر اس کی امداد و دستگیری کرنے سے پہلوتہی کرے تو وہ دوست صادق نہیں ٹھہر سکتا اسی طرح اگر خدا تعالیٰ کی توحید کا نرا زبانی اقرار ہو اور اس کے ساتھ محبت کا بھی محض زبانی اقرار موجود ہو تو اس کا کچھ فائدہ نہیں بلکہ یہ حصہ زبانی اقرار کی بجائے عملی حصہ کو زیادہ درکار ہے اس سے یہ مطلب ہرگز نہیں کہ زبانی اقرار کوئی چیز نہیں ہے۔ میری غرض یہ ہے کہ زبانی اقرار کے ساتھ عملی تصدیق لازمی ہے اس لئے ضروری ہے کہ خدا کی راہ میں اپنی زندگیاں وقف کرو اور یہی حقیقی اسلام ہے اور یہی وہ غرض ہے جس کے لئے میں بھیجا گیا ہوں۔

پس جو شخص اس چشمہ کے قریب نہیں آتا جو خدا تعالیٰ نے اس غرض کے لئے جاری کیا ہے وہ یقیناً بے نصیب رہتا ہے۔ اگر کچھ لینا ہے اور مقصد کو حاصل کرنا ہے تو طالب صادق کو چاہیئے کہ وہ چشمہ کی طرف بڑھے اور آگے قدم رکھے اور اس جاری چشمہ کے کنارے پر اپنا منہ رکھ دے اور یہ ہو نہیں سکتا جب تک کہ خدا تعالیٰ کے سامنے غیریت کا چولہ اتار کر آستانہ الوہیت پر نہ گر پڑے اور یہ عہد نہ کرے کہ خواہ دنیا کی وجاہت جاتی ہے اور مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں تو بھی وہ خدا کو نہیں چھوڑے گا۔ اور اس کی راہ میں ہر قسم کی قربانی کرنے کو تیار ہو گا۔

حضرت ابراہیمؑ کا ہی بڑا اخلاص تھا کہ خدا کی رضا کے لئے بیٹا قربان کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔ اسلام کا منشاء بھی یہی ہے کہ بہت سے

ابراہیم بنائے۔ پس تم میں سے ہر ایک کو کوشش کرنی چاہیئے کہ ابراہیم بنے۔

میں تمہیں تاکید کرتا ہوں ولی پرست نہ بنو بلکہ ولی بنو اور پیر پرست نہ بنو بلکہ پیر بنو تم ان راہوں سے آؤ بے شک وہ تنگ راہیں ہیں لیکن ان سے داخل ہوکر راحت اور آرام ملتا ہے مگر یہ ضروری ہے کہ اس دروازہ سے بالکل ہلکا ہو کر گذرنا پڑیگا۔ اگر بہت بڑی گٹھڑی سر پر ہوگی تو بہت مشکل ہے اگر اس دروازے سے گذرنا چاہتے ہو تو اس گٹھڑی کو جو دنیا کے تعلقات اور دنیا کو دین پر مقدم کرنیکی ہے پھینک دو۔ ہماری جماعت اگر خدا کو خوش کرنا چاہتی ہے تو اُسے چاہیئے کہ اس گٹھڑی کو فوراً پھینک دے تم یقیناً یاد رکھو کہ اگر تم میں وفاداری اور اخلاص نہ ہو تو تم جھوٹے ٹھہرو گے اور اللہ تعالٰے کے حضور راستباز نہیں بن سکتے ایسی صورت میں دشمن سے پہلے وہ دوست ہلاک ہوگا جو وفاداری کو چھوڑ کر غداری کی راہ اختیار کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ فریب نہیں کھا سکتا اور نہ کوئی اُسے فریب دے سکتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ تم سچا اخلاص اور صدق پیدا کرو تم پر خدا تعالیٰ کی حجت سب سے بڑھ کر پوری ہوئی ہے تم میں سے کوئی بھی نہیں ہے جو یہ کہہ سکے کہ اس نے کوئی نشان نہیں دیکھا پس خدا کے الزام کے نیچے ہو اس لئے ضروری ہے کہ تقوٰی اور خشیت تم میں سب سے زیادہ ہو جو شخص خدا تعالٰے کے حضور تضرع اور زاری کرتا اور اس کے حدود واحکام کو عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اس کے جلال سے ہیبت زدہ ہو کر اپنی اصلاح کرتا ہے وہ خدا کے فضل سے ضرور حصہ لے گا اس لئے ہماری جماعت کو چاہیئے کہ وہ تہجد کی نماز کو اپنے اوپر لازم کر لیں جو زیادہ نہیں پڑھ سکتا وہ دو رکعت ہی پڑھ لیا کرے کیونکہ اس طرح سے اُسے بہر حال دعا کرنے کا موقعہ مل جایا کرے گا۔

پچھلی رات کی دعاؤں میں ایک خاص تاثیر ہوتی ہے کیونکہ وہ سچے درد اور جوش سے نکلتی ہیں جب تک کسی شخص کے دل میں ایک خاص سوز اور درد نہ ہو وہ کب خواب راحت سے آخری حصہ رات میں بیدار ہو سکتا ہے پس اس وقت کا اٹھنا ہی دل میں ایک درد پیدا کر دیتا ہے جس سے دعاؤں میں رقت اور اضطراب کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔"

ــــــ ٭٭٭ ــــــ

سب سے مشکل اور نازک مرحلہ حقوق العباد کا ہے

"سب سے مشکل اور نازک مرحلہ حقوق العباد ہی کا ہے کیونکہ ہر وقت اس کا معاملہ پڑتا ہے اور ہر آن یہ ابتلاء سامنے رہتا ہے۔ پس اس مرحلہ پر بہت ہی ہوشیاری سے قدم اٹھانا چاہیئے۔ میرا تو یہ مذہب ہے کہ دشمن کے ساتھ بھی حد سے زیادہ سختی نہ ہو۔ بعض لوگ چاہتے ہیں کہ جہاں تک ہو سکے اس کی تخریب اور بربادی کے لئے سعی کی جاوے پھر وہ اس فکر میں پڑ کر جائز اور ناجائز امور کی بھی پرواہ نہیں کرتے اس کو بدنام کرنے کے واسطے جھوٹی تہمت اس پر لگاتے، افترا کرتے اور اس کی غیبت کرتے اور دوسروں کو اس کے خلاف اکساتے ہیں۔ اب بتاؤ کہ معمولی دشمنی سے کس قدر برائیوں اور بدیوں کا وارث بنا اور پھر یہ بدیاں جب اپنے بچے دیں گی تو کہاں تک نوبت پہنچے گی۔

میں سچ کہتا ہوں کہ تم کسی کو اپنا ذاتی دشمن نہ سمجھو اور اس کینہ توزی کی عادت کو بالکل ترک کر دو۔ اگر خدا تعالٰے تمہارے ساتھ ہے اور تم خدا تعالیٰ کے ہو جاؤ تو وہ دشمنوں کو بھی تمہارے خادموں میں داخل کر سکتا ہے لیکن اگر تم خدا ہی سے قطع تعلق کئے بیٹھے ہو اور اس کے ساتھ ہی کوئی رشتہ دوستی کا باقی نہیں۔ اس کی خلاف مرضی تمہارا چال چلن ہے پھر خدا سے بڑھ کر تمہارا دشمن کون ہوگا۔ مخلوق کی دشمنی سے انسان بچ سکتا ہے لیکن جب خدا دشمن ہو تو پھر اگر ساری مخلوق بھی دوست ہو تو کچھ نہیں ہو سکتا۔ اس لئے تمہارا طریق انبیاء علیہم السلام کا سا طریق ہو۔ خدا تعالٰے کا منشاء یہی ہے کہ ذاتی اعداء کوئی نہ ہوں۔

خوب یاد رکھو کہ انسان کو شرف اور سعادت تب ملتی ہے جب وہ ذاتی طور پر کسی کا دشمن نہ ہو ہاں اللہ اور اسکے رسول ؐ کی عزت کیلئے الگ امر ہے یعنی جو شخص خدا اور اسکے رسول ؐ کی عزت نہیں کرتا بلکہ ان کا دشمن ہے اسے تم اپنا دشمن سمجھو اس دشمن سمجھنے کے یہ معنے نہیں کہ تم اس پر افترا کرو اور بلاوجہ اسکو دکھ دینے کے منصوبے کرو نہیں بلکہ اس سے الگ ہو جاؤ اور خدا تعالٰے کے سپرد کرو ممکن ہو تو اس کی اصلاح کے لئے دعا کرو۔"

(ملفوظات جلد ہشتم صفحہ ۱۰۴-۱۰۵)

ہفت روزہ پیغام صلح لاہور مؤرخہ ۲۹ فروری ۱۹۸۴ء، جلد ۷۱، شمارہ ۹

اخبارِ احمدیہ :-

سیدنا حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ خیریت سے ہیں آج (۲۶ فروری) حضور کی کراچی سے واپسی متوقع ہے احباب سلسلہ آپکی صحت و عافیت والی لمبی زندگی کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی دعائیں جاری رکھیں۔

٭ وفات :- انجمن کے دیرینہ اور پُرجوش کارکن جناب عبدالغنی بٹ ۲۴؍۲؍۸۴ کو وفات پاگئے ہیں اناللہ وانا الیہ راجعون۔ میانی صاحب کے قبرستان میں تدفین ہوئی مرحوم بڑے مخلص جوشیلے احمدی تھے اور سلسلہ سے بڑی دلچسپی رکھتے تھے تقریباً ۸۰ برس کی عمر پائی اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین بیرونی جماعتوں سے جنازہ غائبانہ کی درخواست ہے۔

باہتمام المبدہ پرنٹرز اردو بازار سے چھپوا کر پبلشر ناصر احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور سے شائع کیا۔ (چیف ایڈیٹر ڈاکٹر اللہ بخش)